احکام کی تعلیم
(مراجع عظام کے فتاویٰ کے مطابق)
تنظیم و ترتیب:
حجۃ الاسلام و المسلمین محمد حسین فلاح زادہ

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں اس کی فنی طورپر تصحیح اور تنظیم ہوئی ہے

احکام کی تعلیم

(مراجع عظام کے فتاویٰ کے مطابق)

تنظیم و ترتیب

حجۃ الاسلام و المسلمین محمد حسین فلاح زادہ

ترجمہ:

سید قلبی حسین رضوی

مجمع جہانی اہل بیت (ع)

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ و کلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ و موسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمہ حق و حقیقت سے سیراب کردیا، آپ کی تمام الہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمران ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہب عقل و آگہی ہے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگرچہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام او ر ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کے بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردئی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء و دانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگیں تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشتپناہی کی ہے

اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن او رمکتب اہل بیت علیہ السلام کی طرف اٹھی او رگڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکر و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اوردوستداران اسلام سے اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامران زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں، یہ زمانہ عملی اور فکری مقابلے کازمانہ ہے اورجو مکتب بھی تبلیغ او رنشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیاتک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیت کو نسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت و طہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایاہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیا ئے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف وشفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہوسکے، ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیت عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوت ﷺ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق وانسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواراں کی نام نہاد تہذیب وثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنی خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، فاضل علام محمد حسین فلاح زادہ کی گرانقدر کتاب" احکام کی تعلیم "کو فاضل جلیل مولانا سید قلبی حسین رضوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیاہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیںاور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں او رمعاونیں کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنی جہاد رضائے مولی کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

مقدمہ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پوری تاریخ بشریت میں مصلحین اور خیر خواہوں کی ہمیشہ یہ تلاش و کوشش رہی ہے کہ ایک ایسے معاشرے کی داغ بیل ڈالیں، جس میں انسانی قدریں حاکم ہوں اور معاشرہ برائیوں سے پاک ہو۔

اس مقصد تک پہنچنے اور ایسے سماج کی تشکیل کے لئے کہ جسے بعض اوقات "مدینہ فاضلہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں کچھ قوانین و ضوابط کے بارے میں بھی توجہ کی ہے تاکہ سماج کے افراد؛اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قدرتی وسائل سے استفادہ کرنے اور اپنے ہم نوع سے روابط برقرار رکھنے کے سلسلہ میں صحیح راستہ پر چل سکیں۔

دین اسلام جو کہ بشری سعادتوں کی تضمین کا آخری مکتب ہے، ایسے معاشرے کی تشکیل کے اعتقاد کو درست سمجھتا ہے ،اور انسان کے فکرو اندیشہ کو صحیح رخ دینے کے سلسلے میں کچھ ایسے خاص اصول وقواعد پر اعتقاد رکھتا ہے جو کائنات کی ابتداء وانتہا کو مشخص کرتے ہیں اور انسان کو پست افکار و بے ہودہ حالات سے نجات دلاتے ہوئے با مقصد زندگی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

البتہ اسلام صرف صحیح اعتقاد کو مفید اور کار آمد نہیں سمجھتا بلکہ لوگوں سے اس امر کا بھی متقاضی ہے کہ کردار و عمل کے میدان میں بھی صحیح اور غلط راستہ کو پہچانیں اور اچھائیوں کو اپناتے ہوئے برائیوں سے پرہیز کریں۔[١]

اسلام کے جس شعبہ پر اس منصوبہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اسے "فقہ "یا "احکام" کہتے ہیں جو درحقیقت میں یہ عملی قوانین کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے، نیز ان کی تفسیر وتبیین معصومین علیہم السلام نے کی ہے ، یہ وہ قوانین(احکام) ہیں جو قطعاًنا قابل تغیرہیں اور ان کے اصول پر کسی قسم کا خدشہ پڑے بغیر[٢] یہ تمام موضوعات ، بیرونی مصادیق اور رونما ہونے والے حوادث[٣] کا احاطہ کرتے ہیں۔

ان قوانین کی معلومات ہمیشہ دینی مدرسوں کے بنیادی اور اساسی اسباق میشامل رہی ہے چنانچہ وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی علمی معاشرہے کے تشکیل کی ایک اصلی بنیاد علم فقہ ہے، اور اسلامی علوم کے فقہاء کے عالی ترین اور قابل قدر دانشوروں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کا نام دینی مدارس کی تاریخ کے افق پر ہمیشہ چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ بقول امام خمینی:

" علمائے اسلام صدیوں سے محرومین کی پناہ گاہ بنے رہے ہیں اور مستضعفین ہمیشہ بزرگ فقہائکے شیرین اور خوشگوار چشمۂ معرفت سے سیراب ہوتے رہے ہیں "[٤]

علمائے اسلام نے اسلامی فقہ کے تحفظ اور شریعت مقدس کے دفاع میں بہت سی تلخیاں اور سختیابرداشت کی ہیں ، اور حلال وحرام اوردینی مسائل کی، کسی قسم کے دخل وتصرف کے بغیر ترویج کرتے رہے ہیں۔

---

(١)قال علی (علیہ السلام)الایمان معرفة بالقلب، وقول باللسان وعمل بالارکان(*شرح نہج البلاغہ*، ج ١٩، ص ٥١)

(٢)حضرت ولی عصرعلیہ السلام کے اس خط کی طرف اشارہ ہے جس میں آپ نے ایسے حوادث کے موقع پر احادیث اہل بیت علیہم السلام کے راویوں کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا ہے (وسائل الشیعہ، ج ١٨، ص ١٠١)

(٣)عن الصادق علیه السلام):"...حتی جاء محمد ﷺ فجاء بالقرآن وبشریعته ومنهاجه فحلاله حلال الیٰ یوم القیامة وحرامه حرام الیٰ یوم القیامة (**اصول کافی** ج ٢ ص ١٧ حدیث ٢)

(٤) صحیفۂ نور، ج ٢ ، ص ٨٩.

کتنی کتابیں ایسی ہیں جو تقیہ کی حالت میں اور جیلو نکی کال کوٹھریوں میں تالیف کی گئی ہیں۔[1] اور کتنے کتب خانے، جو علماء کی سیکڑوں سالوں کی محنتوں کا نتیجہ تھے، لوٹ کھسوٹ اور غارت گری کے شکار ہو چکے یا دشمنوں کے غیض و غضب اور کینہ پروری کی آگ میں جل کے خاکستر ہو چکے ہیں، اس سے بڑھ کر کتنے علمائ، دین کی حفاظت کرتے ہوئے جان کی بازی لگا کر اپنے خون سے فقہ کی کتابوں کے اوراق کو رنگین کر گئے ،یہی نہیں بلکہ بعض اوقات ان کی لاشوں کو نذر آتش کر کے ان کی راکھ ہوا میں اڑادی گئی![2]

لیکن ان تمام مشکلات اور سختیوں کے باوجود ان علماء نے ہمت نہیں ہاری اور اپنی تلاش و کوشش کو جاری رکھتے ہوئے فقہی مسائل کو ان کے منابع سے استنباط کرکے بہترین صورت میں ترتیب دے کر لوگوں کی دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پیش کرتے رہے ہیں ۔

آج کل مراجع عظام کے رسالے جو "توضیح المسائل" کے عنوان سے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں، یہ انھیں فقہاکی زحمتوںکاثمرہ ہیں، یہ کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ بعض اوقات ان توضیح المسائل" میں موجودہ احکام میں سے صرف ایک حکم کے استنباط کے لئے طویل وقت صرف ہوا ہے ۔ لیکن چونکہ موجودہ "توضیح المسائل" عام لوگوں کے مطالعہ اوراستفادہ کے لئے تالیف کی گئی ہیں اور گزشتہ پچاس برسوں سے اسی روش پر باقی ہیں اور اس مدت کے دوران اس کی تالیف کے طریقہ میں کوئی خاص تبدیلی نہیں لائی گئی ہے، اس لئے اس میں بعض اصطلاحیاہل فن سے مربوط ہیں اور بعض مقامات پر ان میں پیچیدہ، مشکل اور غیر مانوس عبارتیں بھی پائی جاتی ہیں جو عام نوجوانوںکے لئے ناقابل فہم ہیں لہٰذا اسے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کا مناسب متن قرار نہیں دیا جاسکتا، اگرچہ اس قسم کی عبارتیں اپنی جگہ پر ایک خاص طبقہ کی ضرورت سے بالاتر مقصد کے لئے مرتب کی گئی ہیں اور وہ اپنی جگہ پر مفید وقابل قدر ہیں، اس کی مثال ایک دواخانہ کی ہے جس سے معاشرے کے تمام لوگ استفادہ کرتے ہیں۔

---

(۱) جیسے کتاب " اللمعۃ الدمشقیہ" تالیف فقیہ نامدار محمد ابن مکی العاملی معروف بہ شہید اول.

(۲) جیسے شہید اول (اور شہید ثالث)

قدیم زمانے سے آج تک دینی مدارس میں مختلف علمی مضامین، منجملہ "فقہ" کو مختلف درجومیں پڑھانے کے لئے مخصوص کتابیں معین کی جاتی رہی ہیں، یہ رسم نہ تھی اور نہ ہے کہ جدید طلاب کو "شیخ انصاری کی مکاسب"[1] پڑھائی جائے یا علم اصول میں ابتداء سے ہی "محقق خراسانی کی کفایہ"[2] پڑھائی جائے، اوریا فلسفہ میں شروع سے ہی "ملا صدرا کی "اسفار" شروع کروائی جائے بلکہ ابتداء میں سادہ، رواں اور چھوٹی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، اور رفتہ رفتہ مفصل اور عمیق کتابوں کو پڑھایا جاتاہے۔

اس وقت حوزۂ علمیہ (دینی مدارس) میں فقہ کی تعلیم درج ذیل تین مرحلوں میں منقسم ہے:

۱۔غیراستدلالی فقہ، جیسے: توضیح المسائل" اور "العروۃ الوثقی"[٤]

۲۔نیم استدلالی فقہ، جیسے : "الروضۃ البھیۃ"[٥]اور "شرائع الاسلام"[٦]

۳۔استدلالی فقہ، جیسے: "جواہر الکلام"[٧]اور "الحدائق الناضرہ"[٨]

---

(۱)یہ کتاب معاملات (لین دین) کے احکام پر مشتمل ہے اور جلیل القدر فقیہ شیخ مرتضی انصاری کی تالیف ہے آج کل یہ کتاب حوزہ علمیہ(دینی مدارس) کی عالی درجات میں پڑھائی جاتی ہے.

(۲)یہ اصول فقہ کی کتاب ہے جو گرانقدر دانشور محمد کاظم خراسانی کی تالیف ہے، یہ اس وقت حوزہ علمیہ کی عالی سطح میں پڑھائی جاتی ہے.

(۳)یہ کتاب اسلامی فلسفہ کی ایک بے نظیر کتاب ہے جسے صدر الدین محمد شیرازی نے تالیف کیا ہے.

(٤)یہ کتاب علم فقہ میں ہے اور اس میں فقہ کے اہم مسائل موجودہیں بلکہ فقہی موضوع میں فرعی مسائل کے اعتبار سے بے نظیر کتاب ہے، اسے بزرگ فقیہ سید محمد کاظم یزدی نے تالیف فرمایا ہے ۔

(٥) یہ کتاب علم فقہ میں ہے جسے قابل قدر دانشور زین الدین علی ابن احمد عاملی معروف بہ شہید ثانی"نے تالیف کیا ہے.یہ کتاب حقیقت میں شہید اول شمس الدین محمد مکی کی تالیف کردہ "اللمعۃ الدمشقیۃ"کی شرح ہے.

(٦)یہ فقہ کی کتاب ہے، اور علامہ محقق جعفر ابن حسن یحییٰ بن سعید معروف بہ محقق حلی کی تالیف کردہ ہے، اور برسوں تک حوزہ علمیہ میں اسے پڑھایا جاتا رہا ہے.

(٧)یہ کتاب شیعہ فقہ کی ایک عظیم دائرۃ المعارف ہے جو شیخ محمد حسن نجفی کی تالیف کردہ ہے.

(٨)یہ فقہ کی ایک مفصل کتاب ہے جسے قابل قدر محدث اور فقیہ شیخ یوسف بحرانی نے تالیف فرمایا ہے.

اس بناء پر معاشرے کے افراد کے فہم وادراک اور ضرورت کے مطابق کچھ کتابیںتالیف کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ مؤمنین کسی مشکل کے بغیر اپنے شرعی فرائض کو سیکھ سکیں اور بہتر طور پر اپنی دینی معلومات میں اضافہ کرسکیں۔

اگرچہ اس سلسلے میں اب تک قابل قدر کوششیں کی جاچکی ہیں اور کچھ کتابیں شائع بھی ہوچکی ہیں، جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر قابل استفادہ ہے، لیکن ایسی کتابیں، جو افراد کے تعلیمی مدارج اور ان کے پیشہ کے مطابق ان کی ضروریات کوپورا کرسکیں، تالیف نہیں کی گئی ہیں، لہٰذااس طرح کی کتابیں تالیف کرنے کی ضرورت کا پوری طرح احساس کیا جارہا ہے۔

اس ضرورت نے ہمیںاس امر کی ترغیب دلائی کہ ملک میں موجودہ تعلیمی نظام کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہی مسائل کو، فقہا کے فتاویٰ میں کسی قسم کی تبدیلی لائے بغیر اور صرف عبارتوں اوراصطلاحات کو عام فہم بناکر مثالوں کے ساتھ ، کتابی صورت میںتالیف کریں۔

ممکن ہے معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے ہوں جنہوں نے ابتدائی تعلیم بھی حاصل نہ کی ہو لیکن دینی مسائل میںیونیورسٹی سطح کے افرادسے زیادہ آگاہ ہوں لہٰذا اس کتاب کی تالیف کے دوران اکثر لوگوں کی سطح فکری کو مدنظر رکھا گیا ہے ۔

بہرکیف جو کچھ اس سلسلے میں اب تک تیار کیا جاچکا ہے یا تیار ہورہا ہے وہ حسب ذیل ہے:

* تعلیم احکام: بچوں کے لئے ۔
* تعلیم احکام : سطح ایک کے لئے ۔
* تعلیم احکام : سطح عالی ۔یونیورسٹی کے طلاب کے لئے۔
*تدریس احکام کی روش: اساتذہ اور دینیعلوم کے طلاب کے لئے ۔

چند نکات کی یاد دہانی:

۱۔اس کتاب کا متن ؛ جمہوریہ اسلامی ایران کے بانی حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی (قدس سرہ) کے فتاویٰ کے مطابق ہے۔

۲۔تین مراجع یعنی حضرت آیت اللہ العظمیٰ اراکی، حضرت آیت اللہ العظمیٰ گلپائیگانی اور حضرت آیت اللہ العظمیٰ خوئی کے فتاویٰ اضافہ کئے گئے ہیں ۔اختلاف کی صورت میں اسی صفحہ پراس علامت(ز) کے ذریعہ ان کے فتاویٰ کو مشخص کردیا گیا ہے۔

۳۔کتاب کے متن میں عام طور سے ضروری اور کلی مسائل بیان کئے گئے ہیں اور جزئی مسائل کو کم بیان کیا گیا ہے اور ان میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے ، اس کے علاوہ تمام اختلافی فتاویٰ ایسے نہیں ہیں کہ اگر مقلد متن پر عمل کرے تو اس نے اپنے مرجع تقلید کے فتویٰ کے خلاف عمل کیا ہو، یا کسی واجب کو ترک کیا ہو، مثال کے طور پر اگر متن میں موجود مسئلہ بعنوان فتوی ذکر ہوا ہو لیکن کسی دوسرے کا مرجع تقلید اس مسئلہ میں احتیاط واجب کا قائل ہو ، اور اس کا مقلد ان کے فتویٰ پر عمل کرے تو اس نے اسی احتیاط پر عمل کیا ہے اور کوئی مشکل نہیں ہے۔

٤۔مسائل کو انتخاب کرتے وقت کوشش یہ رہی ہے کہ جوانوں کی ضرورت کے پیش نظر مسائل کا انتخاب کیاجائے، اگر کہیں کوئی فرعی مسئلہ حذف ہوگیا ہے تو عنوان کچھ اس انداز سے رکھا گیا ہے تا کہ فتویٰ میں کوئی مشکل پیش نہ آئے، مثال کے طور پر مطہرات کی بحث میں، باوجود اس کے کہ مطہرات دس ہیں، اس کتاب میں صرف پانچ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے لیکن مسئلہ کو حسب ذیل صورت میں پیش کیا گیا ہے:

"تمام نجس چیزیں پاک ہوجاتی ہیں اور پاک کرنے والی عمدہ چیزیں حسب ذیل ہیں..."

۵۔ یہ ایک تدریسی کتاب ہے جو معلم کے توسط سے پڑھائی جاتی ہے اس کے باوجود کوشش کی گئی ہے کہ اسے ایسے تالیف کیا جائے تاکہ اس کا براہ راست مطالعہ کرنا بھی مفید ہو اور مطالعہ کرنے والے بھی شرعی مسائل کو سمجھ سکیں۔
٦۔ قارئین کرام اگر مسائل کی تفصیلات جاننا چاہیں یا مسائل کے متن کو ان کے منابع میں دیکھنا چاہیں تو اس کے لئے ہر صفحہ کے آخر پر مسائل کے حوالے تحریر کردئے گئے ہیں۔
اس کے علاوہ مراجع تقلید کے حواشی بھی ان کی توضیح المسائل کے مسئلہ نمبر کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔
۷۔ ہم مراجع عظام سے معذرت خواہ ہیں کہ اختصار کے پیش نظر حواشی میں ان کے اسم گرامی کے ساتھ پورے القاب نہیںلا سکے ہیں اور صرف مشہور لقب پر اکتفا کیا ہے۔
۸۔ موجود کتاب، اشاعت سے پہلے، متعدد بار پڑھائی جاچکی ہے، نیز ممکن حد تک نواقص بھی برطرف کئے جا چکے ہیں، حوزہ علمیہ کے افاضل احباب کی عنایتوںاور ان کے مطالعہ اور راہنمائی کے علاوہ، ہائی اسکول کے چند نوجوانوں نے بھی اس کا مطالعہ کیا اور طباعت سے پہلے تحقیق کی ہے، تاکہ مخاطب کی علمی سطح کے مطابق ہو لہٰذا میںیہاں پر تمام مخلصین کا شکر گزار ہوں۔
اختصار کے پیش نظر حواشی میں مندرجہ ذیل علائم سے استفادہ کیا گیا ہے:
ج =جلد، ص = صفحہ، م = مسئلہ، س =سوال
۹۔ اس کتاب کو تالیف کرتے وقت درج ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے:
* تحریرالوسیلہ ۔۔ امام خمینی ۔۔ناشر: دارالانوار، بیروت۔
*العروۃالوثقیٰ۔۔(دوجلدی)۔۔مراجع تقلید کے حواشی کے ساتھ، ناشر، انتشارات علمیہ اسلامیہ۔
* وسیلتہ النجاۃ۔۔ حاشیہ آیت اللہ العظمیٰ گلپائیگانی ۔۔ ناشر: دارالتعارف للمطبوعات، بیروت
* رسالۂ توضیح المسائل۔۔ امام خمینی۔۔ناشر: بنیاد پژوھشہای اسلامی، آستان قدس رضوی
*رسالۂ توضیح المسائل۔۔ آیت اللہ الظمیٰ گلپائگانی ۔۔ ناشر:، دارالقرآن الکریم.
*رسالۂ توضیح المسائل۔آیت اللہ الغظمیٰ اراکی۔۔ ناشر، دفتر تبلیغات اسلامی۔ حوزہ علمیہ قم
* رسالۂ توضیح المسائل۔۔آیت اللہ العظمیٰ خوئی ۔۔ مبطع، علمی پریس
*استفتاآت امام خمینی۔۔ناشر:، دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ قم۔

امید ہے (انشاء اللہ) یہ تالیف، عزیز نوجوانوں کے لئے احکام کو سمجھنے میں مفید ثابت ہوگی، بارگاہ الٰہی میں دست بہ دعا ہوں کہ ہمارے نوجوانوں کو زندگی کے تمام مراحل میں مدد فرمائے ۔

آخر میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے اس کتاب کا مطالعہ کرکے میری راہنمائی فرمائی اور خداوند متعال کی عنایتوں کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے یہ توفیق بخشی۔

ہم دوستوں کی تعمیری تجاویز کا خیر مقدم اور استقبال کریں گے۔

رَبَّنَاتَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمِ[۱]

موسم گرما: ۱۹۹۳ئ۔

محمد حسین فلاح زادہ برقوئی

قم المقدسہ

---

(۱)سورہ بقرہ آیت ۱۲۷.

سبق نمبر۱

اسلام میں احکام کا مقام

اسلام آخری اورکامل ترین دین ہے ،جس کے تمام پروگرام اور دستور العمل فطرت اور انسانی مصلحتوں کے مطابق ہیں، چنانچہ ان کو عملی جامہ پہنانا انسان کی سعادت وخوش بختی کی ضمانت ہے اور جس معاشرے میںیہ اسلامی قوانین نافذ ہوجائیں وہ مثالی معاشرہ ہوسکتا ہے اس سبق کا موضوع یعنی احکام، اسلام کے انسان ساز قوانین کا ایک بنیادی حصہ ہے۔

اسلام کے حیات بخش پروگرام حسب ذیل حصوں پر مشتمل ہیں:

الف : اعتقادی دستورالعمل یعنی اصول دین۔

ب: عملی احکام، یعنی فروع دین۔

ج: نفسیات وکردار سے متعلق مسائل، جسے اخلاق کہا جاتا ہے۔

پہلا حصہ :

یہ وہ دستورالعمل ہیں جن کے ذریعہ انسان کی فکر واعتقاد کو درست کیا جاتا ہے، انسان کو عقائد کے سلسلے میں دلیل کے ذریعہ اعتقادپیدا کرنا چاہیئے (اگرچہ دلائل سادہ ہوں)۔چونکہ اسلام کے دستور العمل کا یہ حصہ اعتقادات سے مربوط ہے اور ان میں یقین پیدا کرنے کی ضروت ہے، اس لئے ان میں دوسروں کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے ۔

دوسرا حصہ:

یہ ایک عملی دستورالعمل ہے، جس میں انسان کا فریضہ معین ہوتا ہے کہ کن کاموں کو انجام دے اور کن کاموں سے اجتناب کرے ایسے دستورالعمل کو " احکام " کہتے ہیں اور ایسے احکام کو جاننے کے لئے تقلید اور کسی (ماہر) مجتہد کی پیروی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔

احکام کی قسمیں:

انسان جو بھی کام انجام دیتا ہے، اس سے متعلق اسلام میں ایک خاص حکم موجود ہے اور یہ احکام حسب ذیل ہیں:

۱۔ واجب: وہ کام جس کا انجام دینا ضروری ہے اور اس کے ترک کرنے میں عذاب ہے، جیسے: نماز و روزہ....

۲۔حرام: وہ کام جس کا ترک کرنا ضروری ہے، اوراس کے انجام دینے میں عذاب ہے، جیسے: جھوٹ اور ظلم...

۳۔ مستحب: وہ کام جس کا انجام دینا اچھا اور باعث ثواب ہے، لیکن اس کے ترک کرنے میں عذاب نہیں، جیسے: نماز شب وصدقہ...

٤۔ مکروہ: وہ کام جس کا ترک کرنا اچھا اور موجب ثواب ہے لیکن اس کے انجام دینے میں عذاب نہیں، جیسے: کھانے پر پھونک مارنا، یا گرم کھانا کھانا...

٥۔ مباح: وہ کام جس کا انجام دینا یا ترک کرنا مساوی ہے اور نہ اس میں کوئی عذاب ہے اور نہ ثواب، جیسے: چلنا، بیٹھنا...[1]

---

(۱) الفتاویٰ الواضحۃ، ج ۱، ص ۸۳.

تقلید

تقلید کے معنی پیروی کرنا اور نقش قدم پر چلنا ہے ،یہاں تقلید کے معنی "فقیہ" کی پیروی کرنا ہے یعنی اپنے کاموں کو مجتہد کے فتویٰ کے مطابق انجام دینا۔[١]

١۔ جو شخص خود مجتہد نہیں اوراحکام ودستورات الٰہی کو حاصل بھی نہیں کرسکتا تو اُسے مجتہد کی تقلید کرنا چاہئے ۔[٢]

٢۔احکام دین میں اکثر لوگوں کا فریضہ تقلید کرناہے چونکہ بہت کم ایسے لوگ ہیں جو احکام میں اجتہاد کرسکتے ہیں۔[٣]

٣۔ جس مجتہد کی دوسرے لوگ تقلید کرتے ہیں اسے "مرجع تقلید" کہتے ہیں۔

٤۔ جس مجتہد کی انسان تقلید کرے، اس میں مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

* عادل ہو *شیعہ اثنا عشری ہو ۔ * زندہ ہو ۔ * احتیاط واجب کی بناپر اعلم ہو اور دنیا طلب نہ ہو۔[٤] * مرد ہو۔ *بالغ ہو۔

شرائط مرجع تقلید کی وضاحت:

١۔ عادل اسے کہتے ہیں، جو تقویٰ وپرہیز گاری کی ایسی منزل پر فائز ہو،جہاں واجبات کو انجام دیتا ہو اور گناہوں سے پرہیز کرتا ہو،نیز گناہان کبیرہ (*) سے پرہیز اور گناہان صغیرہ کی تکرار سے

---

(١) تحریر الوسیلہ،ج ١،ص ٥.

(٢) تحریر الوسیلہ،ج ١،ص ٥.

(٣) تحریر الوسیلہ،ج ١،ص ٥.

(٤) ۔توضیح المسائل،م٢.

* گناہ کبیرہ،ایسا گناہ جس کے ارتکاب پر عذاب کا وعدہ دیا گیا ہے، جیسے : جھوٹ، تہمت وغیرہ.

اجتناب، عدالت کی علامت ہے۔ *[1]

۲۔ تازہ بالغ ہونے والے نے اگر تقلید نہ کی ہو تو اسے چاہئے کسی ایسے مجتہد کو اپنا مرجع تقلید قرار دے جو زندہ ہو، مردہ مجتہد کی تقلید نہیں کی جا سکتی ہے۔[2]

۳۔ جو کسی مجتہد کی تقلید کرتا ہو، اگر اس کا مرجع تقلید مرجائے تو وہ زندہ مجتہد کی اجازت سے اپنے مردہ مجتہد کی تقلید پر باقی رہ سکتا ہے۔[3]

٤۔ جن مسائل کے بارے میں مردہ مجتہد نے کوئی فتویٰ نہ دیا ہو اور اسی طرح جنگ و صلح وغیرہ جیسے نئے مسائل کے بارے میں، میت کی تقلید پر باقی رہنے والے شخص کو زندہ مجتہد کی تقلید کرنی چاہئے۔[4]

٥۔جس مجتہد کی انسان تقلید کرے، وہ مذہب جعفری کا پیرو؛یعنی شیعہ اثنا عشری ہو۔ لہٰذا شیعہ، احکام میں کسی غیر اثناء عشری مجتہد کی تقلید نہیں کر سکتے ۔[5]

٦۔ اسلام نے مرد اور عورت کا فریضہ ان کی فطری حالت اور تخلیقی کیفیت کے لحاظ سے معین کیا ہے۔ مرجعیت کی انتہائی زبردست اور بھاری ذمہ داری کو عورتوں کے کندھوں سے اٹھا لینا، ہرگز ان کی آزادی سے محرومیت نہیں ہے چونکہ اسلام میں، عورتوں کو بھی حق ہے کہ اسلامی علوم میں اجتہاد تک تعلیم حاصل کریں اور احکام الٰہی کو ان کے منابع (قرآن وروایات) سے استخراج کریں اور کسی کی تقلید نہ کریں۔

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱۱، ص ۱۰، م ۲۸.

(۲) تحریرالوسیلہ، ج ۱، ص ۷، م ۱۳ .

(۳) تحریر الوسیلہ، ج ۱ ، ص ۷، م ۱۳.

(٤) استفتا آت، ج ۱، ص ۱۲، س ۲۰.

(٥)توضیح المسائل، م ۲.

*(گلپائیگانی۔ خوئی)عدالت یہ ہے کہ اگر کسی کے بارے میں اس کے ہمسایوں یا اس کے جاننے والوں سے اس کا حال واحوال پوچھا جائے تو اس کی اچھائی اور نیکی کو بیان کریں ۔

۷۔ اعلم وہ ہے جو(قرآن وروایات سے)احکام کے استخراج میں دوسرے مجتہدوں سے ماہر تر ہو۔[۱]

۸۔ مکلف پر واجب ہے کہ مجتہداعلم کو پہنچاننے میں جستجو کرے۔[۲]

۹۔انسان تقلید کرنے میں آزاد ہے اور کسی کے تابع نہیں ہے۔ مثلاًاس سلسلے میں عورت مردکی تابع نہیں ہے، وہ جس کسی کو واجدشرائط پائے اس کی تقلید کرسکتی ہے،اگرچہ اس کا شوہر کسی اور مجتہد کا مقلد ہو۔[۳]

---

(۱)العروۃ الوثقیٰ، ج اص۷، م۱۷.

(۲) تحریر الوسیلہ،ج ۱، ص ٦، م ۵.

(۳) استفتاآت، ج ۱، ص ۱۳، س ۲۵.

سبق نمبر ایک کا خلاصہ

۱۔ اسلام کے مجموعی پروگرام سے مراد: عقائد، احکام اور اخلاق ہے۔

۲۔ احکام تکلیفی سے مراد: واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح ہے۔

۳۔ تقلید، یعنی مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرنا۔

٤*ندہ مجتہد کی اجازت سے میت کی تقلید پر باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں ۔

٥۔جو شخص تقلید میت پر باقی ہو، اسے نئے مسائل میں زندہ مجتہد کی تقلید کرنی چاہیئے ۔

٦۔ ہر شخص تقلید کرنے میں آزاد ہے اور کسی کے تابع نہیں ۔

سوالات:

۱۔ اصول دین کتنے ہیں؟

۲۔ اصول اور فروع دین کے سلسلے میں مکلف کا فریضہ بیان کیجئے۔

۳۔ اسلامی دستوار العمل کے پانچ نمونے بیان کیجئے۔

٤۔ اگر کوئی عورت درجہ اجتہاد پر پہنچ جائے تو کیا وہ اپنے فتویٰ کے مطابق عمل کر سکتی ہے، یا اسے دوسروں کی تقلید کرنا چاہئے؟

٥۔ عادل کون ہے اور اسے کیسے پہچانا جائے گا ؟

٦۔ تقلید میت پر باقی رہنے والے شخص کے لئے، زمانے کے حالات کے مطابق پیش آنے والے نئے مسائل، جیسے :جنگ وجہاد میں، فریضہ کیا ہے؟

سبق نمبر۲

اجتہاد وتقلید

۱۔ مجتہد اوراعلم کوپہچاننے کے طریقے:

الف: خود انسان یقین پیدا کرے، جیسے، شخص اہل علم ہو اور مجتہد واعلم کو پہچانتا ہو۔

ب: دو عالم وعادل افراد جو مجتہد واعلم کی تشخیص کر سکیں، کسی کے مجتہدیا اعلم ہونے کی تصدیق کردیں*

ج: اہل علم کی ایک جماعت، جو مجتہد واعلم کی تشخیص دے سکتی ہو اور ان کے کہنے پر اطمینان پیدا ہو سکتا ہو، کسی کے مجتہد یا اعلم ہونے کی تصدیق کرے۔[۱]

۲۔ مجتہد کے فتویٰ کو حاصل کرنے کے طریقے:

* خود مجتہد سے سننا۔
* دو یا ایک عادل شخص سے سننا۔
* ایک سچے اور قابل وثوق انسان سے سننا۔

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۸، م ۱۹.

* (خوئی) ایک شخص اہل خبرہ کے کہنے پر بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

*مجتہد کے رسالہ میں دیکھنا۔[1]

۳۔ اگر مجتہد اعلم نے کسی مسئلہ میں فتویٰ نہ دیا ہو، تو اس کا مقلد دوسرے مجتہد کی طرف اس مسئلہ میں رجوع کرسکتا ہے، بشرطیکہ دوسرے مجتہد کا اس مسئلہ میں فتویٰ پایا جاتا ہو، اور احتیاط واجب کی بناء پر جس کی طرف رجوع کیا جارہا ہے وہ مجتہد دوسرے مجتہدوں سے اعلم ہو۔[2]

٤۔ اگر مجتہد کافتویٰ بدل جائے،تو مقلد کا اس کے نئے فتویٰ پر عمل کرنا چاہئے اور اس کے پہلے فتویٰ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔[3]

٥۔ روزمرہ کے بتلابہ مسائل کا یاد کرنا واجب ہے۔

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۸، م ۲۱.

(۲) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۸، م ۲۱

(۳) العروۃ الوثقیٰ، ج ا، ص ۱۲، م ۳۱.

مکلف کون ہے؟

عاقل اور بالغ افراد مکلف ہیں، یعنی احکام کو انجام دینا ان پر واجب ہے، لہٰذا (نابالغ) بچے اور دیوانے (غیر عاقل) مکلف نہیں ہیں۔

سنّ بلوغ:

لڑکے، پندرہ سال پورے ہونے پر بالغ ہوتے ہیں، اور لڑکیاں ۹ سال پورے ہونے پر بالغ ہوتی ہیں ، اور اس سن کو پہنچنے پر انھیں تمام شرعی فرائض کو انجام دینا چاہیئے ، اگر اس سن سے کمتر بچے بھی نیک کام، جیسے نماز کو صحیح طریقے پر انجام دیں، تو ثواب پائیں گے ۔ توجہ رہے کہ سن بلوغ قمری سال سے حساب ہوتا ہے، چونکہ قمری سال ٣٥٤ دن اور ٦ گھنٹے کا ہوتا ہے اس لئے شمسی سال سے دس دن اور ١٨ گھنٹے کم ہوتا ہے ، اس طرح ۹ سال شمسی سے ٩٦ دن اور ١٨ گھنٹے کم کرنے پر ۹ سال قمری بن جاتے ہیں اور ١٥ سال شمسی سے ١٦١ دن اور ٦ گھنٹے کم کرنے پر ١٥ سال قمری بن جاتے ہیں ۔

احتیاط واجب اور احتیاط مستحب میں فرق:

احتیاط مستحب ہمیشہ فتویٰ کے ساتھ ہوتا ہے ۔ یعنی اپنے بیان کردہ مسئلہ میں، مجتہد اظہار نظر کے بعد احتیاط کا طریقہ بھی بیان کرتا ہے چنانچہ مقلد کو ایسے مسئلہ میں اختیار ہے کہ مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرے یا احتیاط پر اور ایسے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی طرف رجوع نہیں کرسکتا ہے، جیسے مندرجہ ذیل مسئلہ :

"اگر مکلف نہ جانتا ہو کہ بدن یا لباس نجس ہے ، اور نماز کے بعد معلوم ہوجائے کہ نجس تھا تو اس کی نماز صحیح ہے، لیکن" احتیاط" اس میں یہ ہے کہ وقت میں گنجائش ہونے کی صورت میں نماز کو پھر سے پڑھے۔"

"احتیاط واجب" فتویٰ کے ساتھ ذکر نہیں کیا جاتا ہے بلکہ مقلد کو اسی احتیاط پر عمل کرنا چاہیئے یا پھر دوسرے مجتہد کے فتویٰ کی طرف رجوع کرے ، جیسے مندرجہ ذیل مسئلہ :

"احتیاط اس میں ہے کہ اگر انگور کی بیل کا پتا تازہ ہو تو اس پر سجدہ نہ کیا جائے۔"

سبق نمبر ۲ کا خلاصہ

۱۔ مجتہد اور اعلم کو پہچاننے کے طریقے حسب ذیل ہیں:

* خود انسان یقین پیدا کرے۔

* دو عادل عالم گواہی دیں۔

* اہل علم کی ایک جماعت شہادت دے

۲۔ حسب ذیل طریقوں سے مجتہد کا فتویٰ حاصل کیا جاسکتا ہے:

* خود مجتہد سے سننا:

*دو یا ایک عادل شخص سے سننا یا کم از کم ایک قابل اعتماد اور سچّے شخص سے سننا۔

*توضیح المسائل میں دیکھنا۔

۳۔ بالغ اور عاقل افراد کو احکام الٰہی پر عمل کرنا چاہیئے ۔

٤۔ لڑکے ۱۵ سال پورے ہونے پر بالغ ہوتے ہیں اور لڑکیاں ۹ سال پورے ہونے پر بالغ ہوتی ہیں ۔

٥۔ احتیاط واجب میں دوسرے مجتہد کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے لیکن احتیاط مستحب میں دوسرے کی طرف رجوع نہیںکیا جاسکتا ہے۔

سوالات:

۱۔ کسی مجتہد کے اجتہاد یا اعلمیت پر کون لوگ شہادت دے سکتے ہیں؟

۲۔ کن لوگوں کو واجب اعمال انجام دینا چاہیئے؟

۳۔ ایک لڑکا پہلی اپریل ۱۹۸۹ء کو پیدا ہوا ہے، حساب کرکے بتائیے کہ یہ لڑکا کس تاریخ کو بالغ ہوگا؟

٤۔ مندرجہ ذیل مسئلہ میں تشخیص دیجئے کہ احتیاط، واجب ہے یا مستحب:

"احتیاط اس میں ہے کہ کسی سے نماز سکھانے کی اجرت نہ لی جائے لیکن نماز کے مستحبات سکھانے کی اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے".

سبق نمبر۳

طہارت

جیسا کہ پہلے سبق میں بیان ہوا کہ اسلام کے عملی پروگرام کے مجموعہ کو "احکام" کہتے ہیں، ان ہی میں سے واجبات ہیں اور نماز ان میں سے ایک بنیادی اور اہم ترین واجب ہے۔

نماز سے متعلق مسائل کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ مقدمات۔

۲۔ مقارنات۔

۳۔ مبطلات۔

مقدمات نماز: نماز گزار کو نماز سے قبل ان کی رعایت کرنی چاہیئے۔

مقارنات نماز: وہ مسائل جو خود نماز سے متعلق ہیں، تکبیرۃ الاحرام سے لیکر سلام تک۔

مبطلات نماز: وہ مسائل جو ان چیزوں سے متعلق ہیں،جن سے نماز باطل ہوتی ہے۔

مقدمات نماز

اس عبادت (نماز) کو انجام دینے سے پہلے جن مسائل کی طرف نماز گزار کو توجہ دینا چاہیئے ان میں سے ایک طہارت وپاک کرنا ہے۔

نماز گزار کا اپنے بدن ولباس کو ناپاک چیزوں (نجاسات) سے پاک کرنا چاہیئے اور نجاسات سے پاکی کے لئے ان کی پہچان اور نجس چیزوں کو پاک کرنے کے طریقے سے آگاہ ہونا لازمی ہے، لہذا پہلے اس کو بیان کرتے ہیں البتہ نجاسات کو جاننے سے پہلے اسلام کے ایک کلی قاعدہ کی طرف توجہ مبذول کرائی جاتی ہے:

دنیا میں گیارہ چیزوں کے علاوہ تمام چیزیں پاک ہیں، مگریہ کہ کوئی چیزان گیارہ چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملنے کی وجہ سے نجس ہوئی ہو۔

۱۔پیشاب

۲۔پاخانہ

انسان اور اُن حیوانوں کا جو حرام گوشت ہوں اور خون جہندہ رکھتے ہوں جیسے: بلی اورچوہا وغیرہ

۳۔منی

٤۔ مردار

۵۔ خون

انسان اور ان حیوانوں کا جو خون جہندہ* رکھتے ہیں، جیسے بھیڑ وغیرہ۔

٦۔کتّا

۷۔ سور

خشکی میں پائے جانے والے کتّے اور سور۔ البتہ دریائی کتّا اور سور نجس نہیں ہیں۔

۸۔ شراب اورہر مست کرنے والی سیال چیز۔

۹۔ آب جو (فقاع) غیر طبّی آب جو۔

۱۰۔ کافر۔

۱۱۔ نجاست خور اونٹ کا پسینہ۔

---

* کسی حیوان کی رگ کاٹنے کے بعد جو خون اچھل کر نکلتا ہے اس خون کو "خون جہندہ" کہتے ہیں۔

"طہارت" سے مراد "صفائی" اور "نجاست" سے مراد "گندگی" نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی چیز صاف ہو لیکن اسلامی احکام کی نگاہ سے پاک نہ ہو ، اسلام؛ طہارت اور صفائی دونوں کا طالب ہے۔ یعنی انسان کو اپنے اور اپنے ماحول کے بارے میںپاک اور صفائی کی فکر کرنی چاہئے اب ہم طہارت کے بارے میں بیان کرتے ہیں :

۱۔ انسان اور ان تمام حرام گوشت حیوانوں کا پیشاب اور پاخانہ نجس ہے، جو خون جہندہ رکھتے ہیں۔" *

۲۔ حلال گوشت حیوانوں، جیسے گائے اور بھیڑ اور خون جہندہ نہ رکھنے والے حیوانوں، جیسے سانپ اور مچھلی کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے۔ [۱]

۳۔ مکروہ گوشت حیوانوں، جیسے گھوڑے اور گدھے کا پیشاب وپاخانہ پاک ہے۔ [۲]

٤۔ حرام گوشت پرندوں کی بیٹ جیسے: کوا، نجس ہے [۳] **

۱۔ مردار کے احکام: ***

مردہ انسان اگرچہ تازہ مرا ہو اور اس کا جسم سرد نہ ہوا ہو (اس کے بے جان اجزاء جیسے ناخن اور دانتکے علاوہ) اس کا پورا بدن نجس ہے [٤] مگر یہ کہ :

الف: شہید معرکہ ہو۔" ****

---

(۱) العروۃ الوثقیٰ، ج ۱، ص ٥.

(۲) العروۃ الوثقیٰ، ج ۱، ص ٥٥.

(۳) توضیح المسائل، م ٨٥.

(٤) العروۃ الوثقیٰ، ج ۱، ص ٥٨۔ الرابع' ص ٦١، م ١٢.

*گلپائیگانی) احتیاط واجب کی بناء پر اس حرام گوشت حیوان کے پیشاب وپاخانہ سے بھی پرہیز کرنا چاہئے جو خون جہندہ نہ رکھتا ہو۔(مسئلہ ٨٥)

**(دیگر مراجع) پاک ہے (مسئلہ ٨٦)

*** مرداروہ حیوان ہے جو خود مرگیا ہویا اسے غیر شرعی طور پر ذبح کیا گیا ہو۔

****وہ شہید جو میدان جہاد میں درجۂ شہادت پر فائز ہوا ہو۔

ب: اسے غسل دیا گیا ہو(تین غسل * مکمل کئے گئے ہوں)

مردار حیوان:

۱۔ خون جہندہ نہ رکھنے والے حیوان کا مردار پاک ہے،، جیسے: مچھلی وغیرہ

۲۔ خون جہندہ رکھنے والے حیوان کے بے روح اجزائ، جیسے: بال، سینگ وغیرہ پاک ہیں اور روح والے اجزائ، جیسے گوشت، چمڑا وغیرہ نجس ہیں۔[۱]

---

(۱) العروۃ الوثقی۔ج ۱، ص ۵۸، الرابع۔ تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۱۱۵، الرابع.

*غسل آب سدر، آب کافور، اور غسل آب مطلق۔(مترجم)

خون کے احکام:

۱۔ انسان اور ہر اس حیوان کا خون نجس ہے جو خون جہندہ رکھتا ہو، جیسے: مرغ اور بھیڑ وغیرہ۔

۲۔ خون جہندہ نہ رکھنے والے حیوانوں کا خون پاک ہے، جیسے : مچھلی اور مچھر وغیرہ ۔

۳۔ بعض اوقات جو انڈے میں خون پایا جاتاہے وہ نجس نہیں ہے ، لیکن احتیاط واجب کی بناپر اسے کھانے سے پرہیز کرنا چاہئیے۔

اگر یہ خون انڈے کی زردی کے ساتھ ملانے پر زائل ہوجائے تو اس زردی کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ *

٤۔ جوخون دانتوں کے درمیان (مسوڑوں) سے آتاہے، اگر لعاب دہن کے ساتھ مل کر زائل ہوجائے تو پاک ہے اور اس صورت میں لعاب دہن کو نگلنے میں بھی کوئی اشکال نہیںہے۔[۱]

---

(۱)توضیح المسائل۔ م ۹۶'۹۸تا ۱۰۱.

* (دیگر مراجع)احتیاط واجب کی بناپر، اس انڈے کے کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے جس میں ذرہ برابر خون ہو، لیکن اگر خون انڈے کی زردی میں ہوتو اس پر موجود باریک جھلی جب تک پھٹ نہ جائے، سفیدی پاک ہے.(مسئلہ ۹۹)

سبق ۳ کا خلاصہ

۱۔ نماز پڑھنے کے لئے نماز گزار کا بدن اور اس کے کپڑے پاک ہونے چاہیئے۔

۲۔ گیارہ چیزوں کے علاوہ دنیا میں سب چیزیں پاک ہیں۔

۳۔ مرا ہوا انسان اگر میدان جہاد میں شہید نہ ہوا ہو اور اسے غسل نہ دیا گیا ہو تو نجس ہے، لیکن اس کے بے روح اجزاء پاک ہیں۔

٤۔ کتے اور سور کا مردار اور خون جہندہ رکھنے والے حیوانوں کے روح دار اجزاء نجس ہیں۔

٥۔ خون جہندہ نہ رکھنے والے حیوانوں کا مردار اور اسی طرح خون جہندہ رکھنے والے حیوانوں کے مردار کے بے روح اجزاء پاک ہیں۔

٦۔ خون جہندہ رکھنے والے حیوانوں کا خون نجس ہے۔

۷۔ انڈے میں پایا جانے والا خون نجس نہیں ہے لیکن احتیاط واجب کی بناء پر اسے کھانے سے پرہیز کرنا چاہیئے، لیکن اگر یہ خون اتنا کم ہو کہ زردی کے ساتھ ملانے پر زائل ہوجائے تو اسے کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

۸۔ اگر دانتوں سے آنے والا خون لعاب دہن سے ملکر زائل ہوجائے تو وہ پاک ہے اور اسے نگلنے میں کوئی بھی اشکال نہیں۔

سوالات:

۱۔ سانپ، بچھو اور مینڈک کے مردار کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۲۔ گدھے کی لید اور کوے کی بیٹ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۳۔ مسواک کرتے وقت منہ میں پائے جانے والے خون کا کیا حکم ہے؟

٤۔ کس انسان کا بدن اسکی وفات کے بعد پاک ہے؟

٥۔ کیا مردہ بھیڑ کی اُون سے استفادہ کیا جا سکتا ہے؟

سبق نمبر٤

پاک چیز کیسے نجس ہوجاتی ہے؟

گزشتہ سبق میں بیان ہوا کہ دنیا میں چند چیزوں کے علاوہ تمام چیزیں پاک ہیں، لیکن ممکن ہے پاک چیزیں بھی نجس چیزوں کے ساتھ ملنے کی وجہ سے نجس ہوجائیں، اس صورت میں کہ یہ دوچیزیں (پاک و نجس) ترہوںاور ایک کی رطوبت دوسری چیزمیں منتقل ہوجائے۔[1]

١۔ اگر ایک پاک چیز کسی نجس چیز سے ملحق ہوجائے اور ان دو میں سے ایک اس طرح ترہوکہ رطوبت دوسری چیزمیں منتقل ہوجائے، تو اس صورت میں پاک چیز نجس ہوجاتی ہے۔

٢۔ درج ذیل مواقع پر پاکی کا حکم ہے:

*معلوم نہ ہوکہ پاک اور نجس چیز آپس میں مل گئی ہیں کہ نہیں۔

*معلوم نہ ہوکہ پاک و نجس چیز ترتھی یانہیں۔

*معلوم نہ ہوکہ ایک چیز کی رطوبت دوسری چیزمیں سرایت کرگئی ہے یا نہیں ۔[2]

---

(١)١۔توضیح المسائل ۔م١٢٥.

(٢)توضیح المسائل)١٢٦، والعروۃ الوثقیٰ ج١، ص٧٩، م١

چند مسئلے:

اگر انسان نہ جانتا ہوکہ ایک پاک چیز نجس ہوگئی ہے یا نہیں؟ تووہ پاک ہے اور تحقیق و جستجو کرنا ضروری نہیں، اگرچہ جستجو کرنے سے اس کا نجس یا پاک ہونا معلوم ہوسکتا ہو ۔[۱]

۲۔ نجس چیز کا کھانا یا پینا حرام ہے۔[۲]

۳۔ اگر کوئی شخص کسی کو نجس چیز کھاتے ہوئے یا نجس لباس میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھے تو اس کو بتانا ضروری نہیں ہے۔[۳]

مطہرات (پاک کرنے والی چیزیں)

نجس چیز کیسے پاک ہوتی ہے؟

تمام نجس چیزیں پاک ہوجاتی ہیں اور پاک کرنے والی عمدہ چیزیں حسب ذیل ہیں :

۱۔پانی۔

۲۔ زمین۔

۳۔ آفتاب۔

٤۔ اسلام۔

٥۔ نجاست کازائل ہونا۔[٤]

پانی، بہت سی نجس چیزوں کو پاک کرتا ہے۔ لیکن پانی کی مختلف قسمیں ہیں کہ انھیں جاننے سے اس سے مربوط مسائل کو یاد کرنے میں ہمیں مدد ملتی ہے۔

پانی کی قسمیں: ۱۔ مضاف

۲۔ مطلق *** ۱۔کنویں کا پانی ۲۔ جاری پانی ۳۔ بارش کا پانی ٤۔ ٹھہرا ہوا پانی *** ۱۔کُر: ۲۔ قلیل:

---

(۱)توضیح مسائل م۱۲۳.

(۲) توضیح المسائل م،۱٤۱

(۳) توضیح المسائل۔م۱٤۳.

(٤)توضیح المسائل۔م۱٤۸

مضاف پانی:

وہ پانی جو کسی چیز سے لیا گیا ہو (جیسے: سیب اور تربوز کا پانی) یا کسی دوسری چیز کے ساتھ ایسے مخلوط ہو کہ اسے پانی نہ کہا جائے، جیسے شربت وغیرہ۔

مطلق پانی:

وہ پانی ہے جو مضاف نہ ہو۔

مضاف پانی کے احکام:

۱۔ نجس چیز کو پاک نہیں کرتا (مطہرات میں سے نہیں ہے)

۲۔ یہ نجاست ملنے پر نجس ہوتا ہے، ہرچند کہ نجاست کم ہو اور بو، رنگ یا پانی کا مزہ تبدیل نہ ہو۔

۳۔ اس سے وضو اور غسل کرنا باطل ہے۔[۱]

مطلق پانی کی قسمیں:

پانی یا زمین سے ابلتا ہے۔

یا آسمان سے برستا ہے۔

یا نہ ابلتا ہے اور نہ برستا ہے۔

آسمان سے برسنے والے پانی کو "بارش" کہتے ہیں۔

زمین سے ابلنے والا پانی اگر بہہ رہا ہو تو اسے آب جاری کہتے ہیں اور اگر ٹھہرا ہوا ہو تو اسے کنویں کا پانی کہتے ہیں۔

---

(۱) توضیح المسائل، م ٤٧ ۔ ٤٨

وہ پانی جو زمین سے نہ ابلتا ہو اور نہ آسمان سے برستا ہو، اسے "ٹہرا ہوا پانی" کہتے ہیں " ٹھہرا ہوا پانی" اگر مقدار میں زیادہ ہو تو اسے "کر" کہتے ہیں اور اگر کم ہو تو اسے "قلیل" کہتے ہیں۔

کر کی مقدار[1]

حجم: ۸۷۵ ۴۲ بالشت پانی ہے یہ پانی کی وہ مقدار ہے جو ایک ایسے ظرف میں پُر ہوجائے جس کی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی، ہر ایک سے کم ۵ ۳ بالشت ہو تو اسے کر کہتے ہیں۔ * وزن: ۴۱۹ ۳۷۷ کلو گرام۔

---

(۱) تحریر الوسیلہ ۔ ج ۱ ص ۱۴، م ۱۴، توضیح المسائل۔ م ۱۶

* (خوئی) اگر لمبائی، چوڑائی اور گہرائی ہر ایک ۳ بالشت ہو تو کر ہے (مسئلہ ۱۶)

آب قلیل کی مقدار:

جوپانی کر سے کم ہو، اسے قلیل کہتے ہیں۔

صرف آب مطلق، نجاسات کو پاک کرسکتا ہے، اگرچہ ممکن ہے آب مضاف کسی گندی چیز کو صاف کر لے لیکن ہر گز نجس چیز کو پاک نہیں کرسکتا۔

اس کے بعد والے سبق میں ہم مطلق پانی کے احکام اور ان سے پاک کرنے کے طریقوں کے بارے میں آگاہ ہوجائیں گے۔

سبق:٤ کا خلاصہ

١۔ مطہرات، تمام نجاست کو پاک کرتی ہیں، یعنی کوئی نجس چیز ایسی نہیں ہے جسے پاک نہ کیا جاسکے۔

٢۔ اہم مطہرات سے مراد یہ ہیں: پانی، زمین آفتاب، اسلام اور نجاست کا زائل ہونا۔

٣۔ پانی مطہرات میں سے ہے اور یہ مطلق پانی ہے نہ مضاف ۔

٤۔ جو پانی زمین سے ابل کر بہتا ہے اسے "جاری پانی" کہتے ہیں اور جو پانی زمین سے ابلنے کے بعد نہیں بہتا، اسے کنویں کا پانی کہتے ہیں۔

جو پانی نہ ابلتا ہو اور نہ برستا ہو، اسے ٹھہرا پانی کہتے ہیں، ٹھہرا پانی اگر زیادہ ہو تو اسے "کر" کہتے ہیں اور اگر کم ہو تو اسے "قلیل" کہتے ہیں۔

٥۔ اگر پانی کا وزن ٣٧٧٤١٦ کیلو گرام تک پہونچ جائے تو وہ "کر" ہے۔

سوالات:

۱۔ مطلق اور مضاف پانی میں کیا فرق ہے؟

۲۔ جاری اور کنویں کے پانی میں کیا فرق ہے ؟

۳۔ جس پانی کے حوض کی لمبائی ۲۵ بالشت، چوڑائی ۵ بالشت اور گہرائی ایک بالشت ہو، حساب کرکے بتائے کہ کیا یہ کر ہے یا نہیں؟

٤۔ ایک شخص کا ترپائوں نجس فرش سے لگ گیا ہے، لیکن نہیں جانتا کہ اس کے پائوں کی رطوبت نے فرش پر سرایت کی ہے یا نہیں، آیا اس کا پائوں نجس ہوا یا نہیں؟

سبق نمبر۵

پانی کے احکام

آب قلیل:

۱۔ آب قلیل، نجاست ملنے سے نجس ہوجاتا ہے۔ (چاہے کسی نجس چیز پر ڈالا جائے یا کوئی نجس چیز اس میں گر جائے)[۱]

۲۔ اگر کر یا جاری پانی، نجس آب قلیل سے متصل اور مخلوط ہوجائے، تو پاک ہوجاتا ہے۔ (مثال کے طور پر ایک برتن میں نجس آب قلیل کسی ایسے ٹوٹی کے نیچے رکھ کر اوپر سے پانی جاری کیا جائے کہ وہ کر کے منبع سے متصل ہو)[۲]*

کر، جاری اور کنویں کا پانی:

۱۔ آب قلیل کے علاوہ آب مطلق کی تمام قسمیں جب تک نجاست ملنے کی وجہ سے نجاست کی بو

---

(۱)توضیح المسائل، م ۲٦.

* پانی سے تطہیر کرنے میں شرط ہے کہ پانی نجاست کی بو، رنگ یا مزہ نہ رکھتا ہو، اگر بو، رنگ یا مزہ لے لیا ہو تو اس قدر آب کر یا جاری سے مخلوط کیا جائے کہ نجاست کی بو، رنگ و مزہ زائل ہو جائے۔

(۲)۔ تحریر الوسیلہ۔ ج ۱، ص ١٤، م ١١

یا رنگ یا مزہ نہ لے، پاک ہیں اور اگر نجاست ملنے کی وجہ سے نجاست کی بو یا رنگ یا مزہ سرایت کرجائے تو نجس ہیں (اس لحاظ سے آب جاری، کنویں کا پانی، کروحتی بارش کاپانی بھی اس حکم میں مشترک ہیں)[۱]

۲۔ عمارتوں کے نلکوں کا پانی، چونکہ کرکے منبع سے متصل ہوتا ہے، اس لئے آب کرکے حکم میں ہے۔[۲]

بارش کے پانی کی بعض خصوصیات:

۱۔ ایک ایسی نجس چیز جس میں عین نجاست نہ ہو*، اس پر اگر ایک بار بارش ہوجائے تو پاک ہوجائیگی۔

۲۔ اگر نجس فرش اور لباس پر بارش ہوجائے تو وہ پاک ہوجاتے ہیں اور انھیں نچوڑنے کی ضرورت نہیں۔**

۳۔ اگر نجس زمین پر بارش ہوجائے، تو پاک ہوجاتی ہے۔

٤۔ اگر بارش کا پانی ایک جگہ جمع ہوجائے، اور وہ کر سے کم بھی ہو، جب تک بارش ہوئی رہے، اس میں نجس چیز کو دھویا جائے تو پاک ہے، بشرطیکہ اس پانی میں نجاست کی بو، رنگ یا مزہ سرایت نہ کرے[۳]

(۲)پانی میں شک کے احکام:

۱۔ پانی کی وہ مقدار جس کے بارے میں معلوم نہیں کہ کرہے یا نہیں؟ نجاست ملنے سے وہ پانی نجس نہیں ہوتا، لیکن آب کرکے دیگر احکام اس پر جاری نہیں ہوں گے۔

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱،ص ۱۳،م.

(۲)توضیح المسائل) ۳۵.

(۳)توضیح المسائل۔م ۳۷،. ٤، ٤۱، ٤۲

*عین نجس وہ چیز ہے کہ خود نجس ہو، جیسے پیشاب وخون.

** صفحہ ۳۹ پر آئے گا کہ (چھوٹا) فرش ولباس وغیرہ کو دھوتے وقت ہر مرتبہ دھونے کے بعد اسے نچوڑنا چاہیئے تاکہ اندر کا پانی باہر آئے.

۲۔ پانی کی وہ مقدار جو پہلے کر تھی اب اس میں شک ہو کہ یہ پانی قلیل ہوگیا ہے یا نہیں؟ تو وہ کر کے حکم میں ہے ۔

۳۔ جس پانی کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ پاک ہے یا نہیں ؟ پاک ہے۔

٤۔ پاک پانی کے بارے میں اگر شک ہوجائے کہ نجس ہوگیا یا نہیں ؟ تو وہ پاک پانی کے حکم میں ہے ۔

٥۔ نجس پانی کے بارے میں اگر شک ہوجائے کہ پاک ہوا یا نہیں، تو وہ نجس ہے۔

٦۔ مطلق پانی کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ مضاف ہوا ہے یا نہ، تووہ مطلق کے حکم میں ہے۔[1]

پانی سے نجس چیزوں کو پاک کرنے کا طریقہ:

پانی زندگی کی بنیاد اور اکثر نجاسات کو پاک کرنے والا ہے، یہ ان مطہرات میں سے ہے جس سے تمام لوگوں کو روزانہ سروکار رہتاہے ، اب ہم اس سے چیزوں کو پاک کرنے کا طریقہ سیکھتے ہیں:

---

(۱)العروۃ الوثقی۔ ج اص ٤٩، تحریر الوسیلہ۔ ج اص١٥،م١٥.

(۲)توضیح المسائل، م ۱٥٩،١٥٠، ١٦٠.

*مرحوم خوئی: اگر لباس اور اس کے مانند کوئی چیز پیشاب سے نجس ہوئی ہو تو آب کُر سے بھی دو بار دھونا لازم ہے۔(مسئلہ ١٦٠)

وضاحت:

الف: چیزوں کو پاک کرنے کے سلسلے میں پہلے عین نجاست کا دور کرنا چاہئے اور اس کے بعد مندرجہ بالا تعداد میں دھونا چاہئے۔ مثلاً نجس برتن کو اس کی عین نجاست، دور کرنے کے بعد اگر آب کر سے ایک مرتبہ دھویا جائے تو کافی ہے۔

ب۔ فرش اور لباس اور ان جیسی دوسری چیزیں جو اپنے اندر پانی کو جذب کرتی ہیں اور نچوڑنے کے قابل ہوں تو انھیں قلیل پانی سے دھونے کی صورت میں ہر بار دھونے کے بعد اس حد تک نچوڑنا چاہئے کہ جذب شدہ پانی باہر آجائے یا کسی اور طریقے سے پانی کو باہر نکالنا چاہئے، کر اور جاری پانی سے دھونے کی صورت میں بھی احتیاط واجب ہے کہ جذب شدہ پانی کو باہر نکالا جائے۔(*)

جاری اور کنویں کا پانی بھی نجس چیزوں کو پاک کرنے کے سلسلے میں بیان شدہ احکام کے مطابق آب کر کے مانند ہے۔

مسئلہ:

ایک نجس برتن کو حسب ذیل طریقے سے دھویا جاسکتا ہے:

کر پانی سے: پانی میں ایک بار ڈبو کر باہر نکالا جائے۔

آب قلیل سے: تین بار اس میں پانی بھر کر خالی کیا جائے، یا اس میں تین بار پانی ڈال کر ہر مرتبہ پانی کو اس طرح گھمایا جائے کہ پانی نجس جگہوں تک پہنچ جائے اور اس کے بعد اسے پھینک دیا جائے۔

---

*(خوئی) اسے نچوڑنا لازم ہے (اراکی، گلپائیگانی) آب کر میں نچوڑنا لازم نہیں ہے (مسئلہ ۱٦۱)

سبق ۵ کا خلاصہ

۱۔ آب قلیل، نجاست ملنے سے نجس ہوتا ہے۔

۲۔ کر، جاری، کنویں اور بارش کا پانی اگر نجاست ملنے سے نجاست کی بو، رنگ یا مزہ اس میں سرایت کرے تو نجس ہوجاتا ہے۔

۳۔ وہ پانی جو کر کے حکم میں ہے اس وقت تک پاک ہے جب تک نجاست کی بو، رنگ یا مزہ اس میں سرایت نہ کرجائے۔

٤۔ بارش کا پانی پاک کرنے والا ہے اور فرش اور لباس میں انہیں نچوڑنا ضروری نہیں ہے اور جب تک نجاست کی بو، رنگ یا مزہ اس میں سرایت نہ کرے، پاک ہے۔

۵۔ وہ پانی جس کے بارے میں معلوم نہیں، کر ہے یا نہ؟ نجاست ملنے سے نجس نہیں ہوتا ۔

٦۔ جس پانی کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ پاک ہے یا نہیں؟ پاک پانی کے حکم میں ہے۔

۷۔جس پانی کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ مطلق ہے یا مضاف، تو مطلق پانی کے حکم میں ہے ۔

۸۔برتن کے علاوہ تمام نجس چیزیں ایک مرتبہ دھونے سے پاک ہوجاتی ہیں، البتہ اگر پیشاب سے نجس ہوئی ہوں تو آب قلیل سے دوبار دھونا چاہیئے۔

۹۔ فرش اور لباس اور ان جیسی چیزوں کو پاک کرتے وقت ہر بار دھونے کے بعد انھیں نچوڑا جائے یا کسی اور طریقے سے جذب شدہ پانی کو باہر نکالا جائے۔

سوالات:

۱۔ آب کر کیسے نجس ہوتا ہے؟

۲۔ کیا بارش کا پانی جو ایک جگہ جمع ہوا ہو اور بارش تھم گئی ہو، بارش کے پانی کا حکم رکھتا ہے؟

۳۔ اگر پانی کا ایک منبع جو کر سے زیادہ تھا، شک کیا جائے کہ اس میں موجود پانی کر ہے یا نہ ؟ تو اس کا کیا حکم ہے؟

۴۔ خون سے نجس شدہ لباس کو آب قلیل اور نہر کے پانی سے کیسے دھویا جائے؟

سبق نمبر ٦

نجس زمین کو پاک کرنے کا طریقہ

زمین کو پاک کرنا۔[(١)]

١۔ آب کر سے: پہلے نجاست کو دور کریں، اس کے بعد کر یا جاری پانی اس پر اس قدر ڈالیں کہ پانی تمام نجس جگھوں تک پہنچ جائے۔

٢۔ آب قلیل سے:

١۔ اگر زمین پر پانی جاری نہیں ہوتا (یعنی زمین پانی کو اپنے اندر جذب کرتی ہے تو وہ) قلیل پانی سے پاک نہیں ہوگی *

٢.پانی زمین پر جاری ہوتا ہے:جہاں پانی جاری ہوگیا، وہ جگہ پاک ہوجائے گی ۔

مسئلہ ١ : نجس دیوار بھی، نجس زمین کی طرح پاک کی جا سکتی ہے۔[(٣)]

مسئلہ ٢: زمین کو پاک کرتے وقت اگر پانی جاری ہو کر کنویں میں جائے یا اس جگہ سے باہر جائے تو وہ تمام جگہیں پاک ہوجاتی ہیں جہاں سے پانی جاری ہوا ہے۔

---

(١)توضیح المسائل، م ١٧٩۔ ١٨٠.

*(اراکی) زمین کا اوپر والا حصہ پاک ہوگا،(مسئلہ ١٧٨)(خوئی) پاک ہوجائے گی (مسئلہ ١٨٠)

(٣)توضیح المسائل، م ١٧٩۔ ١٨٠.

زمین:

۱۔ اگر پائوں کے تلوے یا جوتے کا تلا راہ چلتے نجس ہوجائیں اور زمین کے ساتھ چھونے کی وجہ سے نجاست دور ہوجائے، تو پاک ہوجاتے ہیں۔پس زمین صرف پائوں کے تلوے اور جوتے کے تلے کو پاک کرنے والی ہے، وہ بھی حسب ذیل شرائط کی بناپر:

*زمین پاک ہو۔

*زمین خشک ہو۔

*زمین اس صورت میں پاک کرنے والی ہے جب مٹی، ریت، پتھر، اینٹ اور ان جیسی چیزکی ہو۔[۱]

مسئلہ: اگر زمین سے چھونے کی وجہ سے پائوں کے تلوے یا جوتے کی تہ میں موجود نجاست زائل ہوجائے تو یہ پاک ہوجاتے ہیں، لیکن بہتر ہے کم ازکم پندرہ قدم راہ چلیں۔[۲]

آفتاب :

آفتاب بھی آئندہ بیان ہونے والی شرائط کے ساتھ درج ذیل چیزوں کو پاک کرتا ہے :

*زمین

*عمارت اور وہ چیزیں جو عمارت میں نصب کی جاتی ہیں، جیسے دروازہ اور کھڑکی وغیرہ.

*درخت اور نباتات۔[۳]

آفتاب کے مطہر ہونے کی شرائط:

* نجس چیز اتنی ترہوکہ کسی چیزکے اس سے چھونے کی صورت میں وہ چیز بھی تر ہوجائے۔

* نجس چیز آفتاب کی گرمی سے خشک ہوجائے، اگر رطوبت باقی رہے تو پاک نہیں ہوگی۔

---

(۱) توضیح المسائل، مسئلہ ۱۸۳، ۱۹۲.(۲) العروۃ الوثقیٰ، ج۱، ۲ص ۱۲۵.

(۳)العروۃ الوثقیٰ، ج ۱، ص ۱۲۹، وتحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۱۳۰.

*بادل یا پردہ جیسی کوئی چیز آفتاب کی گرمی کے لئے مانع نہ ہو، البتہ اگر یہ چیز رقیق اور اتنی نازک ہو کہ آفتاب کی گرمی کو نہ روک سکے تو کوئی حرج نہیں ۔

*صرف آفتاب اسے خشک کرے، مثال کے طور پر ہوا کی مدد سے خشک نہ ہو جائے۔

*آفتاب پڑنے کے وقت عین نجاست زاس میں موجود نہ ہو، پس اگر عین نجاست موجود ہو تو آفتاب پڑنے سے پہلے اسے برطرف کیا جائے۔

*دیوار یا زمین کے باہر اور اندر والے حصہ ایک ہی دفعہ خشک کرے پس اگر اس کے باہر والے حصہ کو آج خشک کرے اور اس کے اندر والے حصہ کو کل تو اس صورت میں صرف اس کا باہر والا حصہ پاک ہوگا۔

مسئلہ: اگر زمین اور اس کے مانند کوئی اور چیز نجس ہو، لیکن تر نہ ہو تو اس پر تھوڑا سا پانی یا کوئی اور چیز ڈال کر اسے تر کیا جائے اور اس کے بعد آفتاب پڑنے سے وہ پاک ہو سکتا ہے۔[۱]

اسلام:

کافر، شہادتین پڑھنے کے بعد مسلمان ہو جاتا ہے اور اسلام لانے سے، اس کا تمام بدن پاک ہو جاتا ہے، یعنی کہے:"اشهدان لااله الا الله واشهدان محمداً رسول الله".[۲]

---

* جیسے خون عین نجاست ہے۔

(۱) العروۃ الوثقیٰ، ج ۱، ص ۱۲۹ تا ۱۳۱ 'تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۱۳۰۔

(۲) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۱۳۱ توضیح المسائلم ۲۰۷۔

عین نجاست کا برطرف ہونا:

دو مواقع پر عین نجاست کے برطرف ہونے سے نجس چیز پاک ہوجاتی ہے اور پانی ڈالنے کی ضرورت نہیں:

الف: حیوان کا بدن، مثلا ایک پرندہ کی چونچ نجاست کھانے کی وجہ سے نجس ہوگئی ہوتو نجاست برطرف ہونے پر پاک ہوجاتی ہے۔

ب۔ انسان کے بدن کا اندرونی حصہ، جیسے منھ، ناک اور کان کا اندرونی حصہ ۔مثلاً اگر مسواک کرتے وقت مسوڑوں سے خون آئے، جب آب دہن میں خون کا رنگ نہ ہوتو پاک ہے اور منھ کے اندر پانی ڈالنے کی ضروت نہیں[1]

---

(۱) توضیح المسائل، م ۲۱۶، ۲۱۷

سبق: ٦ کا خلاصہ

١۔ جس زمین پر پانی جاری نہ ہوتا ہو، وہ آب قلیل سے پاک نہیں ہوتی ۔

٢۔ اگر کسی زمین کو آب قلیل سے پاک کیا جائے، جہاں سے پانی جاری ہوجائے وہ جگہ پاک ہوگی اور وہ جگہ جہاں پانی جمع ہوجائے، نجس ہے۔

٣۔ اگر پاؤں کے تلوے اور جوتے کی تہ نجس ہوں اور زمین پر چلنے سے ، نجاست برطرف ہوجائے، توپاک ہوتے ہیں۔

٤۔ آفتاب چند شرائط کے ساتھ، زمین، عمارت، درخت اور نباتات کو پاک کرتا ہے۔

٥۔ اگر کافر، مسلمان ہوجائے ،تو پاک ہوجاتا ہے۔

٦۔ منہ اور ناک کے اندر نجاست برطرف ہونے سے یہ دونوں پاک ہوجاتے ہیں اور پانی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔

سوالات:

۱۔ دیوار کا ایک حصہ نجس ہوا ہے، وضاحت کیجئے کہ اسے کس طرح پاک کیا جائے؟

۲۔ جوتے کی تہ اگر نجس کیچڑ سے ناپاک ہوئی ہو تو راہ چلنے سے کب پاک ہوگی؟

۳۔ کیا آفتاب، لکڑی، گندم اور چاول کو پاک کرتا ہے؟

٤۔ کافر اگر شہادتین کو انگریزی یا اردو میں پڑھے تو کیا وہ پاک ہوگا؟

سبق نمبر۷

وضو

نماز کے پہلے مقدمہ، یعنی بدن اور لباس نجاست سے پاک کرنے کے بعد ہم دوسرے مقدمہ یعنی "وضو"کو بیان کرتے ہیں۔
نماز گزار کے لئے نماز پڑھنے سے پہلے، وضو کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو اس عظیم عبادت کو انجام دینے کے لئے آمادہ کرنا چاہئے۔
بعض مواقع پر"غسل" بھی کرنا چاہئے، یعنی پورے بدن کو دھونا اور اگر وضو یا غسل کرنے سے معذور ہوتو، ان کی جگہ پر ایک دوسرا کام بنام"تیمم" بجالائے کہ اس سبق اور آئندہ چند درسوں میں ان میں سے ہر ایک کے احکام بیان کئے جائیں گے۔

وضو کا طریقہ:

وضو میں سب سے پہلے چہرے کو دھونا چاہئے اور اس کے بعد دائیں ہاتھ کو پھر بائیں ہاتھ کو، ان اعضاء کو دھونے کے بعد، ہتھیلی میں بچی رطوبت سے سر کا مسح کریں یعنی بائیں ہاتھ کو سر پر کھینچ لیں اور اس کے بعد دائیں پاؤں اور پھر بائیں پاؤں کا مسح کریں۔ اب وضو کے اعمال کے بارے میں بیشتر آشنائی حاصل کرنے کے لئے درج ذیل خاکہ ملاحظہ فرمائیں:

اعمالِ وضو[1]

۱۔دھونا:

۱۔چہرہ

۲۔دایاں ہاتھ

۳۔بایاں ہاتھ

لمبائی میں بال اگنے کی جگہ سے ٹھوڑی کی انتہا تک، اور چوڑائی میں انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے فاصلہ کے برابر،چہرہ کو دھویا جائے۔ کہنی سے انگلیوں کے سرے تک

۲۔ مسح :

۱۔سر سر کے اگلے حصہ کا جو پیشانی کے اوپر واقع ہوتا ہے

۲۔دایاں پائوں

۳۔بایاں پائوں

انگلیوں کے سرے سے پیر کے اوپر والے حصے کے آخر تک *

اعمال وضوکی وضاحت:

دھونا:

۱۔چہرے اورہاتھ دھونے کی واجب مقدار وہی ہے جو بیان ہوئی لیکن یہ یقین حاصل کرنے کے لئے کہ واجب مقدار کو دھولیا ہے، تھوڑا سا چہرے کے اطراف کو بھی دھونے میں شامل کرلیں۔[2]

---

(۱) تحریر الوسیلہ،ج۱،ص۲۱.م۱.

(۲) تحریر الوسیلہ،ج۱،ص۲۱م۲،۱.

* (تمام مراجع) احتیاط واجب اس میں ہے کہ جوڑتک بھی مسح کریں (مسئلہ ۲۵۸)

۲۔ احتیاط واجب کی بناپر زچہرے اور ہاتھوں کو، اوپر سے نیچے کی طرف دھویا جائے، اور اگر نیچے سے اوپر کی طرف دھویا جائے ،تو وضو باطل ہے۔[۱]

سر کا مسح:

۱۔ مسح کی جگہ: سر کا اگلا ایک چوتھائی حصہ جو پیشانی کے اوپر واقع ہے۔

۲۔ مسح کی واجب مقدار: جس قدر بھی ہو کافی ہے(اس قدر کہ دیکھنے والا یہ کہے کہ مسح کیا ہے)۔

۳۔ مسح کی مستحب مقدار: چوڑائی میں جڑی ہوئی تین انگلیوں کے برابر اور لمبائی میں ایک انگلی کی لمبائی کے برابر۔

٤۔ مسح بائیں ہاتھ سے بھی جائز ہے ٭٭

۵۔ ضروری نہیں ہے کہ مسح، سر کی کھال پر کیا جائے بلکہ سر کے اگلے حصے کے بالوں پر بھی صحیح ہے۔ اگر سر کے بال اتنے لمبے ہوں کہ کنگھی کرنے سے بال چہرے پر گرجائیں تو سر کی کھال پر یا بالوں کی جڑ پر مسح کیا جائے گا ۔

٦۔ سر کے دیگر حصوں کے بالوں پر مسح جائز نہیں ہے اگرچہ وہ بال سر کے اگلے حصے یعنی مسح کی جگہ پر ہی کیوں نہ جمے ہوئے ہوں۔[۲]

پاؤں کا مسح:

۱۔ مسح کی جگہ: پائوں کا اوپر والا حصہ۔

---

(۱)توضیح المسائل م۲٤۳.

(۲)توضیح المسائل ۔م ۲٤۹و ۲۵۰ و ۲۵۱و ۲۵۷ وتحریر الوسیلہ ج ۱ ص ۲۳ م ۱٤.

٭ (تمام مراجع) اوپر سے نیچے کی طرف دھویا جائے۔(مسئلہ ۲٤۹)

٭٭ (تمام مراجع) احتیاط واجب کی بناپر دائیں ہاتھ سے مسح کرنا چاہیئے (مسئلہ ۲۵۵)

۲۔ مسح کی واجب مقدار: لمبائی میں انگلیوں کے سرے سے پائوں کے اوپر والے حصے کی ابھار تک زاور چوڑائی میں جس قدر بھی ہو کافی ہے اگر چہ ایک انگلی کے برابر ہو۔

۳۔ مسح کی مستحب مقدار: پائوں کا اوپر والا پورا حصہ۔

٤۔دائیں پائوں کا بائیں پائوں سے پہلے مسح کرنا چاہیئے۔ ** لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ دائیں پائوں کو دائیں ہاتھ سے اور بائیں پائوں کو بائیں ہاتھ سے مسح کریں۔[۱]

سراور پاؤں کے مسح کے مشترک مسائل:

۱۔ مسح میں ہاتھ کو سراور پائوپر کھینچنا چاہیئے اور اگر ہاتھ کو ایک جگہ قرار دے کر سر یا پائوں کو اس پر کھنچ لیا جائے تو وضو باطل ہے، لیکن اگر ہاتھ کو کھینچتے وقت سر یا پائوں میں تھوڑی سی حرکت پیدا ہوجائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔[۲]

۲۔ اگر مسح کے لئے ہتھیلی میں کوئی رطوبت باقی نہ رہی ہو تو ہاتھ کو باہر کے کسی پانی سے تر نہیں کرسکتے ،بلکہ وضو کے دیگر اعضاء سے رطوبت کو لے کر اس سے مسح کیا جائے گا۔[۳]

۳۔ ہاتھ کی رطوبت اس قدر ہونا چاہیئے کہ سراور پائوں پر اثر کرے۔[٤]

٤۔ مسح کی جگہ (سر اور پائوں کا اوپر والا حصہ)خشک ہونا چاہیئے، اس لحاظ سے اگر مسح کی جگہ تر ہو تو اسے پہلے خشک کرلینا چاہیئے، لیکن اگر رطوبت اتنی کم ہو کہ ہاتھ کی رطوبت کے اثر کے لئے مانع نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔[۵]

---

(۱) توضیح المسائل م۲۵۲ ۲۵۳ والعروۃ الوثقی، ج ا ص ۲۰۹ .(۲)توضیح المسائل م ۲۵۵.

(۳)توضیح المسائل م۲۵۷ .(٤)العروۃ الوثقیٰ ج ا ص ۲۱۲،م۲٦.

(۵)العروۃ الوثقیٰ ج ا ص ۲۱۲ م۲٦.

*تمام مراجع)احتیاط واجب یہ ہے کہ جوڑ تک بھی مسح کیا جائے.(مسئلہ ۳٤۹)

** گلپائیگانی، اراکی،) بائیں پائوں کا دائیں پائوں سے پہلے مسح نہ کرے(خوئی) احتیاط کی بنا پر بائیں پائوں پر دائیں پائوں کے بعد مسح کرے۔(شرائط وضو شرط ۹)

٥۔ہاتھ اور سر یا پائوں کے درمیان کپڑا یا ٹوپی یا موزہ اور جوتا جیسی کسی چیز کا فاصلہ نہیں ہونا چاہئے، اگر چہ یہ چیزیں رقیق اور نازک ہی کیوںنہ ہوں ، اور رطوبت کھال تک پہنچ بھی جائے، (مگر یہ کہ مجبوری ہو)[1]

٦۔ مسح کی جگہ پاک ہونی چاہئے،پس اگر نجس ہو اور اس پر پانی نہ ڈال سکتا ہوتو تیمم کرنا چاہئے۔[2]

سبق:٧ کا خلاصہ

١۔وضو،یعنی چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھونا اور سر اور پائوں کا (آئندہ بیان ہونے والے شرائط کے ساتھ) مسح کرنا۔

٢۔احتیاط واجب کی بنا پر چہرے اور ہاتھوں کو اوپر سے نیچے کی طرف دھونا چاہئے۔

٣۔وضو میں چہرے اور ہاتھوں کو دھونے کے بعد سر کے اگلے حصے اور پائوں کے اوپر والے حصہ پر مسح کرنا چاہئے۔

٤۔سر کے مسح کی واجب مقدار اس قدر ہے کہ دیکھنے والا کہے کہ مسح کیا۔

٥۔سر کا مسح سر کے اگلے حصے پر کرنا چاہئے جو پیشانی کے اوپر واقع ہوتا ہے۔

٦۔پائوں کا مسح جس قدر ہو کافی ہے، اگر چہ ایک انگلی کے برابر بھی ہو، لیکن لمبائی میں انگلی کے سرے سے پائوں کے اوپر والے حصے کے ابھار تک ہونا چاہئے۔

٧۔ مسح میں:

*ہاتھ کو مسح کی جگہ پر کھینچنا چاہئے۔

*مسح کی جگہ پاک ہو ۔

---

(١)العروۃ الوثقیٰ ج ١ ص ٢١٢،م٢٧.

(٢)توضیح المسائل ۔م۔٢٦٠.

*مسح کی جگہ اور ہاتھ کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو۔

سوالات:

۱۔ وضو کے احکام بیان کیجئے؟

۲۔ جس شخص نے اپنے سر کے ایک طرف کے بال کو کنگھی سے آگے کرلیا ہو تو مسح کے وقت اس کا کیا فریضہ ہے؟

۳۔ ایسے چار مسائل بیان کیجئے جو سر اور پاؤں کے مسح میں مشترک ہوں؟

٤۔ کیا راہ چلتے ہوئے سر کا مسح کیا جاسکتا ہے؟

٥۔ کیا سخت سردیوں میں موزہ پر مسح کیا جاسکتا ہے؟

٦۔ سر اور پاؤں کے مسح کی واجب اور مستحب مقدار کو بیان کیجئے؟

سبق نمبر۸

وضو کے شرائط

بیان ہونے والے شرائط کے ساتھ وضو صحیح ہے، اور ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے پر وضو باطل ہے۔

وضو کے شرائط:

۱۔وضو کے پانی اور برتن کے شرائط

۱۔وضو کا پانی پاک ہو (نجس نہ ہو)۔

۲۔وضو کا پانی مباح ہو (غصبی نہ ہو)۔*

۳۔ وضو کا پانی مطلق ہو(مضاف نہ ہو)۔

٤۔وضو کے پانی کا برتن مباح ہو۔

٥۔وضو کے پانی کا برتن سونے اور چاندی کا نہ ہو ۔

۲۔ اعضائے وضو کے شرائط:

۱۔ پاک ہوں۔

۲۔ ان تک پانی پہنچنے میں کوئی چیز مانع نہ ہو۔

۳۔ کیفیت وضو کے شرائط :

۱۔ترتیب کی رعایت(اعمال وضو میں بیان ہوئی ترتیب کے مطابق)

۲۔موالات کی رعایت (اعمال وضو کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔

۳۔ خودانجام دے (کسی اور سے مدد نہ لے)۔

٤۔وضو کرنے والے کے شرائط :

۱۔اس کے لئے پانی کا استعمال باعث حرج نہ ہو ۔

۲۔ قصد قربت سے وضو کرے (ریاکاری نہ کرے)۔

---

*(تمام مراجع)وضو کا پانی اور وہ فضا جس میں وضو کیا جاتا ہے، وہ بھی مباح ہو(مسئلہ ۲۷۲ کے بعد، تیسری شرط)

وضو کے پانی اور اس کے برتن کے شرائط

۱۔ نجس او رمضاف پانی سے وضو کرنا باطل ہے، خواہ جانتا ہو کہ پانی نجس یا مضاف ہے یا نہ جانتا ہو، یا بھول گیا ہو۔[۱]

۲۔وضو کا پانی مباح ہونا چاہئے، اس لحاظ سے درج ذیل مواقع پر وضو باطل ہے:

*اس پانی سے وضو کرنا، جس کا مالک راضی نہ ہو(اس کا راضی نہ ہونا معلوم ہو)

*اس پانی سے وضو کرنا، جس کے مالک کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ راضی ہے یا نہیں۔

*اس پانی سے وضو کرنا جو خاص افراد کے لئے وقف کیا گیا ہو، جیسے:بعض مدرسوں کے حوض اور بعض ہوٹلوں اور مسافر خانوں کے وضو خانے...[۲]

۳۔بڑی نہروں کے پانی سے وضو کرنا، اگر چہ انسان نہ جانتا ہو کہ اس کا مالک راضی ہے یا نہیں، کوئی حرج نہیں، اگر اس کا مالک وضو کرنے سے منع کرے، تو احتیاط واجب یہ ہے کہ وضو نہ کیا جائے۔[۳]

٤۔اگر وضو کا پانی غصبی برتن میں ہو اور اس سے وضو کر لیا جائے تو وضو باطل ہے۔[٤]

اعضائے وضو کے شرائط

۱۔دھونے اور مسح کرنے کے وقت، اعضاء وضو کا پاک ہونا ضروری ہے۔[٥]

---

(۱)توضیح المسائل۲٦٥.

(۲)العروۃ الوثقیٰ ج ۱ ص۲۲٥م۸،۷،٦، توضیح المسائل م ۲٦۷ تا ۲۷۲.

(۳)توضیح المسائل، مسئلہ ۲۷۱.

(٤)توضیح المسائل ۔شرائط وضو۔شرط چہارم.

(٥)توضیح المسائل ص۳٥،شرط ششم.

۲۔اگر اعضائے وضو پر کوئی چیز ہو جو پانی کے اعضاء تک پہنچنے میں مانع ہو یا مسح کے اعضاء پر ہو، اگر چہ پانی پہنچنے میں مانع بھی نہ ہو، وضو کے لئے اس چیز کو پہلے ہٹانا چاہیئے۔[۱]

۳۔ بال پین کی لکیریں، رنگ، چربی اور کریم کے دھبے، جب رنگ جسم کے بغیر ہوں، تو وضوء کے لئے مانع نہیںہیں، لیکن اگر جسم رکھتا ہو تو (کھال پر جسم حائل ہونے کی صورت میں) اول اسے برطرف کرنا چاہیئے۔[۲]

(۵) کیفیت وضو کے شرائط

ترتیب[۳]

:وضو کے اعمال اس ترتیب سے انجام دئے جائیں:

*چہرہ کا دھونا

*دائیںہاتھ کا دھونا

*بائیںہاتھ کا دھونا

*سر کا مسح

*دائیں پیر کا مسح

*بائیں پیر کا مسح

اگر اعمال وضو میں ترتیب کی رعایت نہ کی جائے تو وضو باطل ہے، حتیٰ اگر بائیں اور دائیں پاؤں کا ایک ساتھ مسح کیا جائے*

---

(۱)توضیح المسائل ص۳۷شرط ۱۳ و مسئلہ ۲۵۹.

(۲)استفتا آت ۔ج ۱ص۳۶و ۳۷س ۴۰تا ۴۵ .

(۳)تحریر الوسیلہ ج ۱ص۲۸.

*(گلپائیگانی ۔اراکی۔)بائیں پیر کو دائیں پیر سے پہلے مسح نہ کیا جائے۔(خوئی)احتیاط کی بناء پر بائیں پاؤں پر دائیں پاؤںکے بعد مسح کرنا چاہیئے۔(شرائط وضو، شرط نہم)

موالات

۱۔ موالات، یعنی اعمال وضو کا پے در پے بجالانا تا کہ ایک دیگر اعمال میں فاصلہ نہ ہو۔

۲۔ اگر وضو کے اعمال کے درمیان اتنا وقفہ کیا جائے کہ جب کسی عضو کو دھونا یا مسح کرنا چاہے تو اس سے پہلے والے وضو یا مسح کئے ہوئے عضو کی رطوبت خشک ہوچکی ہو، تو وضو باطل ہے۔(۱)

دوسروں سے مدد حاصل نہ کرنا

۱۔ جو شخص وضو کو خود انجام دے سکتا ہو، اسے دوسروں سے مدد حاصل نہیں کرنی چاہیئے، لہٰذا اگر کوئی دوسرا شخص اس کے ہاتھ اور منھ دھوئے یا اس کا مسح انجام دے، تو وضو باطل ہے۔(۲)

۲۔ جو خود وضو نہ کر سکتا ہو، اسے نائب مقرر کرنا چاہیئے جو اس کا وضو انجام دے سکے، اگر چہ اس طرح اجرت بھی طلب کرے، تو استطاعت کی صورت میں دینا چاہیئے، لیکن وضو کی نیت کو خود انجام دے۔(۳)

وضو کرنے والے کے شرائط

۱۔ جو جانتا ہو کہ وضو کرنے کی صورت میں بیمار ہو جائے گا یا بیمار ہونے کا خوف ہو، اسے تیمم کرنا چاہیئے اور اگر وضو کرے، اس کا وضو باطل ہے، لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ پانی اس کے لئے مضر ہے اور وضو کرنے کے بعد پتہ چلے کہ پانی مضر تھا تو اس کا وضو صحیح ہے۔(٤)*

---

(۱) تحریر الوسیلہ۔ج ۱ ص۲۸ و توضیح المسائل م۲۸۳.

(۲) العروۃ الوثقیٰ۔ج ۱ ص۲۳٤.

(۳) توضیح المسائل۔م ۲۸٦.

(٤) العروۃ الوثقیٰ۔ج ۱ ص۲۳۲۔ توضیح المسائل۔م ۲۸۸ و ٦۷۲.

*(خوئی) اگر وضو کے بعد پتہ چلے کہ پانی مضر تھا اور ضرر اس حد میں ہو کہ شرعاً حرام نہیں ہے تو اس کا وضو صحیح ہے. (گلپائیگانی) اگر وضو کے بعد معلوم ہوجائے کہ پانی مضر تھا تو احتیاط واجب ہے کہ وضو کے علاوہ تیمم بھی کرے (مسئلہ ۲۹٤).

۲۔ وضو کو قصد قربت کے ساتھ انجام دینا چاہیئے یعنی خدائے تعالیٰ کے حکم کو بجالانے کے لئے وضو انجام دے۔[۱]

۳۔ضروری نہیں کہ نیت کو زبان پر لائے ،یا اپنے دل ہی دل میں (کلمات نیت) دہرائے،بلکہ اسی قدر کافی ہے کہ جانتا ہو کہ وضو انجام دے رہا ہے، اس طرح کہ اگر اس سے پوچھا جائے کہ کیا کر رہا ہے؟ تو جواب میں کہے کہ وضو کر رہا ہوں ۔[۲]

مسئلہ: اگر نماز کا وقت اتنا تنگ ہو چکا ہو کہ وضو کرنے کی صورت میں پوری نماز یا نماز کا ایک حصہ وقت گزرنے کے بعد پڑھا جائے گا تو اس صورت میں تیمم کرنا چاہیئے [۳]

---

(۱)توضیح المسائل،ص ۳۱شرط ہشتم.

(۲)توضیح المسائل،م ۲۸۲.

(۳)توضیح المسائل،م ۲۸۰.

سبق: ۸ کا خلاصہ

۱۔ وضو کا پانی پاک، مطلق اور مباح ہونا چاہئے، لہٰذا نجس و مضاف پانی سے وضو کرنا ہر حالت میں باطل ہے، چاہے پانی کے مضاف یا نجس ہونے کے بارے میں علم رکھتا ہو یا نہیں۔

۲۔ غصبی پانی سے وضو کرنا باطل ہے، البتہ اگر جانتا ہو کہ پانی غصبی ہے۔

۳۔ اگر وضو کے اعضا نجس ہوں تو وضو باطل ہے، اسی طرح اگر وضو کے اعضا پر کوئی مانع ہو کہ پانی اعضا تک نہ پہنچ پائے تو وضو باطل ہے۔

٤۔ اگر وضو میں ترتیب و موالات کا لحاظ نہ رکھا جائے تو وضو باطل ہے۔

٥۔ جو خود وضو کر سکتا ہو اسے دھونے یا مسح کرنے میں کسی دوسرے کی مدد نہیں لینی چاہئے

٦۔ وضو کو خدائے تعالیٰ کا حکم بجالانے کی نیت سے انجام دینا چاہئے۔

۷۔ اگر انسان وضو کرنے کی صورت میں اسکی پوری نماز یا نماز کا ایک حصہ وقت گزرنے کے بعد پڑھا جائے گا تو اس صورت میں تیمم کرنا چاہئے۔

سوالات:

۱۔ مختلف اداروں کے وضوخانوں میں وہاں کے ملازموں کے علاوہ دوسرے لوگوں کا وضو کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

۲۔ پانی کے ان منابع یا پانی سرد کرنے کی مشینوں سے جو پینے کے پانی کے لئے مخصوص ہوں، وضو کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

۳۔ جو خود وضو انجام دینے سے معذور ہو، اس کا فرض کیا ہے؟

٤۔ وضو میں قصد قربت کی وضاحت کیجئے۔

٥۔ وضو کی ترتیب و موالات میں کیا فرق ہے؟

سبق نمبر۹

وضوء جبیرہ

"جبیرہ" کی تعریف: جو دوائی زخم پر لگائی جاتی ہے یا جو چیز مرہم پٹی کے عنوان سے زخم پر باندھی جاتی ہے، اسے "جبیرہ" کہتے ہیں۔

۱۔ اگر کسی کے اعضائے وضو پر زخم یا شکستگی ہو اور معمول کے مطابق وضو کرسکتا ہو، تو اسے معمول کے مطابق وضو کرنا چاہئے،[۱]

مثلاً:

الف۔ زخم کھلا ہے اور پانی اس کے لئے مضر نہیں ہے۔

ب۔ زخم پر مرہم پٹی لگی ہے لیکن کھولنا ممکن ہے اور پانی مضر نہیں ہے۔

۲* خم چہرے پر یا ہاتھوں میں ہو اور کھلا ہو تو اس پر پانی ڈالنا مضر ہو*، اگر اس کے اطراف کو دھویا جائے تو کافی ہے۔[۲]

---

(۱) توضیح المسائل م ۳۲٤۔ ۳۲۵.

(۲) توضیح المسائل م ۳۲٤۔ ۳۲۵.

*(اراکی) اگر تر ہاتھ اس پر کھینچنا مضر نہ ہو تو ہاتھ اس پر کھینچ لیں اور اگر ممکن نہ ہو تو ایک پاک کپڑا اس پر رکھ کر تر ہاتھ اس پر کھنچ لیں اور اگر اس قدر بھی مضر ہو یا زخم نجس ہو اور پانی نہیں ڈال سکتا ہو تو اس صورت میں زخم کے اطراف کو اوپر سے نیچے کی طرف دھولیں اور احتیاط کے طور پر ایک تیمم بھی انجام دے (گلپائیگانی) تر ہاتھ کو اس پر کھینچ لے اور اگر یہ بھی مضر ہو تو یا زخم نجس ہو اور پانی ڈال نہ سکتے ہوں تو اس صورت میں زخم کے اطراف کو اوپر سے نیچے کی طرف دھولیں تو کافی ہے. (مسئلہ ۳۳۱)

۳۔ اگر زخم یا شکستگی سر کے اگلے حصے یا پائوں کے اوپر والے حصہ (مسح کی جگہ) میں ہو، اور زخم کھلا ہو، اگر مسح نہ کرسکے، تو ایک کپڑا اس پر رکھ کر ہاتھ میں موجود وضو کی باقی ماندہ رطوبت سے کپڑے پر مسح کریں۔[۱]

وضوء جبیرہ انجام دینے کا طریقہ:

وضوء جبیرہ میں وضو کی وہ جگہیں جن کو دھونا یا مسح کرنا ممکن ہو، معمول کے مطابق دھویا یا مسح کیا جائے، اور جن مواقع پر یہ ممکن نہ ہو، تو تر ہاتھ کو جبیرہ پر کھینچ لیں۔

چند مسائل:

۱۔ اگر جبیرہ نے حد معمول سے بیشتر زخم کے اطراف کو ڈھانپ لیا ہو اور اسے ہٹانا ممکن نہ ہو** تو وضو جبیرہ کرنے کے بعد ایک تیمم بھی انجام دینا چاہیئے۔[۲]

۲۔ جو شخص یہ نہ جانتا ہو کہ اس کا فریضہ وضوء جبیرہ ہے یا تیمم احتیاط واجب کی بنا پر اسے دونوں (یعنی وضوء جبیرہ و تیمم) انجام دینا چاہیئے۔[۳]

۳۔ اگر جبیرہ نے پورے چہرے یا ایک ہاتھ کو پورے طور پر ڈھانپ لیا ہو تو وضوء جبیرہ کافی ہے۔***

---

(۱) توضیح المسائل، م ۳۲۶.

(۲) توضیح المسائل۔م ۳۳۵.

(۳) توضیح المسائل۔م ۳۴۳.

*(گلپائیگانی) احتیاط کی بنا پر لازم ہے کہ تیمم بھی کریں (خوئی) تیمم کرنا چاہیئے، اور احتیاط کے طور پر وضو جبیرہ بھی کرے. (مسئلہ ۳۳۲)

** (خوئی) تیمم کرنا چاہیئے، مگر یہ کہ جبیرہ تیمم کے مواقع پر ہو تو اس صورت میں ضروری ہے کہ وضو کرے اور پھر تیمم بھی کرے (مسئلہ ۳۴۱).

*** (خوئی) احتیاط کی بناء پر تیمم کرے اور وضوء جبیرہ بھی کرے، (گلپائیگانی) وضوء جبیرہ کرے اور احتیاط واجب کی بناء پر اگر تمام یا بعض تیمم کے مواقع پوشیدہ نہ ہوں تو تیمم بھی کرے. (مسئلہ ۳۳۶)

٤۔ جس شخص کی ہتھیلی اور انگلیوں پر جبیرہ (مرہم پٹی) ہو اور وضو کے وقت اس پر تر ہاتھ کھینچا ہو، تو سر اور پائوں کو بھی اسی رطوبت سے مسح کر سکتا ہے (ز) یا وضو کی دوسری جگہوں سے رطوبت لے سکتا ہے۔[۱]

٥۔ اگر چہرہ اور ہاتھ پر چند جبیرہ ہوں، تو ان کی درمیان والی جگہ کو دھونا چاہئے، یا اگر (چند) جبیرہ سر اور پائوں کے اوپر والے حصے میں ہوں تو ان کے درمیان والی جگہوں پر مسح کرنا چاہئے، اور جن جگہوں پر جبیرہ ہے ان پر جبیرہ کے حکم پر عمل کرے۔[۲]

جن چیزوں کے لئے وضو کرنا ضروری ہے

۱۔ نماز پڑھنے کے لئے (نماز میت کے علاوہ)

۲۔ طواف خانہ کعبہ کے لئے۔

۳۔ بدن کے کسی بھی حصے کی کسی جگہ سے قرآن مجید کی لکھائی اور خدا کے نام کو مس کرنے کے لئے۔[۳] **

چند مسائل:

۱۔ اگر نماز اور طواف وضو کے بغیر انجام دے جائیں تو باطل ہیں۔

۲۔ بے وضو شخص، اپنے بدن کے کسی حصے کو درج ذیل تحریروں سے مس نہیں کر سکتا ہے:

* قرآن مجید کی تحریر، لیکن اس کے ترجمہ کے بارے میں کوئی حرج نہیں۔

*خدا کا نام، جس زبان میں بھی لکھا گیا، جیسے: الله، "خدا" "God"۔

**پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی (احتیاط واجب کی بناء پر)

*ائمہ اطہار علیہم السلام کے اسماء گرامی (احتیاط واجب کی بناء پر)

---

(۱) توضیح المسائل م ۳۳۲.

(۲) توضیح المسائل م ۳۳٤.

(۳) توضیح المسائل م ۳۱٦.

*(خوئی، گلپائیگانی) سر اور پائوں کو اسی رطوبت سے مسح کرے (مسئلہ ۳۳۸)

** اس مسئلہ کی تفصیل ٤٤ ویں سبق میں آئے گی۔

*حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا اسم گرامی [۱](احتیاط واجب کی بناء پر)

درج ذیل کاموں کے لئے وضو کرنا مستحب ہے:

*مسجد اور ائمہ (ع) کے حرم جانے کے لئے۔

*قرآن پڑھنے کے لئے۔

*قرآن مجید کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے۔

*قرآن مجید کی جلد یا حاشیہ کو بدن کے کسی حصے سے مس کرنے کے لئے۔

*اہل قبور کی زیارت کے لئے[۲]

وضو کیسے باطل ہوتا ہے؟

۱۔انسان سے پیشاب، یا پاخانہ یا ریح خارج ہونا۔

۲۔نیند، جب کان نہ سن سکیں اور آنکھیں نہ دیکھ سکیں۔

۳۔وہ چیزیں جو عقل کو ختم کردیتی ہیں، جیسے:دیوانگی، مستی اور بیہوشی۔

٤۔عورتوں کا استحاضہ وغیرہ۔*

٥۔جوچیز غسل کا سبب بن جاتی ہے، جیسے جنابت، حیض، مس میت وغیرہ۔[۳]

---

(۱)توضیح المسائل م۳۱۷، ۳۱۹.

(۲)توضیح المسائل م۳۲۲.

(۳)توضیح المسائل م ۲۲۳

*یہ مسئلہ خواتین سے مربوط ہے، اس کی تفصیلات کے لئے توضیح المسائل مسئلہ ۳۳۹ تا ۵۲۰ دیکھئے.

سبق ۹ کا خلاصہ

۱۔جس شخص کے اعضائے وضو پر زخم،پھوڑا یا شکستگی ہو لیکن معمول کے مطابق وضو کرسکتا ہے تو اسے معمول کے مطابق وضو کرنا چاہیئے۔

۲۔جو شخص اعضائے وضو کو نہ دھو سکے یا پانی کو ان پر نہ ڈال سکتا ہو تو اس کے لئے زخم کے اطراف کو دھونا ہی کافی ہے ، اور تیمم ضروری نہیں ہے۔

۳۔اگر زخم یا چوٹ پر پٹی بندھی ہو، لیکن اس کو کھولنا ممکن ہو(مشکل نہ ہو)تو جبیرہ کو کھول کر معمول کے مطابق وضو کرے۔

٤۔جب زخم بندھا ہو اور پانی اس کے لئے مضر ہو تو اسے کھولنے کی ضرورت نہیں اگرچہ کھولنا ممکن بھی ہو۔

٥۔نماز، طواف کعبہ،بدن کے کسی حصہ کو قرآن مجید کے خطوط اور خدا کے نام سے مس کرنے کے لئے وضو کرنا ضروری ہے۔

٦۔بدن کے کسی حصے کو وضو کے بغیر پیغمبر اکرم ﷺ ، ائمہ اطہار اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی سے مس کرنا احتیاط واجب کی بناء پر جائز نہیں ہے۔

۷۔پیشاب اور پاخانہ کا نکلنا وضو کو باطل کردیتا ہے۔

۸۔نیند، دیوانگی،بیہوشی، مستی،جنابت، حیض اور مس میت وضو کو باطل کردیتے ہیں۔

سوالات:

۱۔جس شخص کے پائوں کی تین انگلیوں پر جبیرہ (مرہم پٹی)ہو تو وضو کے سلسلے میں اس کا کیا فریضہ ہے؟

۲۔وضوء جبیرہ انجام دینے کا طریقہ مثال کے ساتھ بیان کیجئے؟

٤۔کیا جبیرہ پر موجود رطوبت سے مسح کیا جا سکتا ہے؟

٤۔اگر جبیرہ نجس ہو اور اسے ہٹانا بھی ممکن نہ ہو تو فریضہ کیا ہے؟

٥۔کیا اونگھنا وضو کو باطل کر دیتا ہے؟

٦۔ایک شخص نے میت کو ہاتھ لگادیا تو کیا اس کا وضو باطل ہوجائے گا؟

سبق نمبر:۱۰

غسل

بعض اوقات نماز (اور ہر وہ کام، جس کے لئے وضو لازمی ہے) کے لئے غسل کرنا چاہئے، یعنی حکم خدا کو بجالانے کے لئے تمام بدن کو دھونا، اب ہم غسل کے مواقع اور اس کے طریقے کو بیان کرتے ہیں:

واجب غسلوں کی قسمیں:

مردوں اور عورتوں کے درمیان مشترک

۱۔جنابت

۲۔مس میت

۳۔میت

عورتوں سے مخصوص

۱۔حیض

۲۔استحاضہ

۳۔نفاس

غسل کی تعریف و تقسیم کے بعد ذیل میں واجب غسل کے مسائل بیان کریں گے:

غسل جنابت:

۱۔انسان کیسے مجنب ہوتا ہے؟

جنابت کے اسباب:

۱۔منی کا نکلنا

کم ہو یا زیادہ

سوتے میں ہو یا جاگتے میں

۲۔جماع

حلال طریقہ سے ہو یا حرام منی نکل آئے یا نہ نکلے[(۱)]

۲۔اگر منی اپنی جگہ سے حرکت کرے لیکن باہر نہ آئے تو جنابت کا سبب نہیں ہوتا۔[(۲)]

۳۔جو شخص یہ جانتا ہو کہ منی اس سے نکلی ہے یا یہ جانتا ہو کہ جو چیز باہر آئی ہے وہ منی ہے، تو وہ مجنب سمجھا جائے گا اور اسے ایسی صورت میں غسل کرنا چاہیئے۔[(۳)]

٤۔جو شخص یہ نہیں جانتا کہ جو چیز اس سے نکلی ہے،وہ منی ہے یا نہیں، تو منی کی علامت ہونے کی صورت میں مجنب ہے ورنہ حکم جنابت نہیں ہے۔[(٤)]

٥۔منی کی علامتیں:[(٥)]

*شہوت کے ساتھ نکلے۔

*دبائو اور اچھل کر نکلے۔

---

(۱)تحریر الوسیلہ ج ۱ص ۳٦.

(۲)تحریر الوسیلہ ج ۱ص ۳٦، م ۱.

(۳)تحریر الوسیلہ ج ۱ص ۱۳٦۔العروۃ الوثقیٰ ج ۱ص ۳۷۸.

(٤)تحریر الوسیلہ ج ۱ص ۱۳٦۔العروۃ الوثقیٰ ج ۱ص ۳۷۸.

(٥)تحریر الوسیلہ ج ۱ص ۱۳٦۔العروۃ الوثقیٰ ج ۱ص ۳۷۸.

*باہر آنے کے بعد بدن سست پڑے۔ *

اس لحاظ سے اگر کسی سے کوئی رطوبت نکلے اور نہ جانتا ہو کہ یہ منی ہے یا نہ، تو مذکورہ تمام علامتوں کے موجود ہونے کی صورت میں وہ مجنب مانا جائے گا، ورنہ مجنب نہیں ہے، چنانچہ اگر ان علامتومیں سے کوئی ایک علامت نہ پائی جاتی ہو اور بقیہ تمام علامتیں موجود ہوں تب بھی وہ مجنب نہیں مانا جائے گا، غیر از عورت اور بیمار کے، ان کے لئے صرف شہوت کے ساتھ منی کا نکلنا کافی ہے۔ **

٦۔ مستحب ہے انسان منی کے نکلنے کے بعد پیشاب کرے اگر پیشاب نہ کرے اور غسل کے بعد کوئی رطوبت اس سے نکلے، اور نہ جانتا ہو کہ منی ہے یا نہیں تو وہ منی کے حکم میں ہے۔[1]

وہ کام جو مجنب پر حرام ہیں:[2]

*قرآن مجید کی لکھائی، خداوندعالم کے نام، احتیاط واجب کے طور پر پیغمبروں، ائمہ اطہار اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی کو بدن کے کسی حصہ سے چھونا۔ ***

مسجد الحرام اور مسجد النبی ﷺ میں داخل ہونا، اگرچہ ایک دروازہ سے داخل ہوکر دوسرے سے نکل بھی جائے۔

*مسجد میں ٹھہرنا۔

*مسجد میں کسی چیز کو رکھنا اگرچہ باہر سے ہی ہو۔ ****

---

(۱) توضیح المسائل م۳٤۸.

(۲) تحریر الوسیلہ ج ۱ ص۳۹۳۸.

*گلپائیگانی: اگر شہوت کے ساتھ اچھل کر باہر آئے یا اچھل کر باہر آنے کے بعد بدن سست پڑے، تو یہ رطوبت حکم منی میں ہے۔

** خوئی اگر شہوت کے ساتھ باہر آئے اور بدن سست پڑے، تو منی کے حکم میں ہے (مسئلہ ۳۵۲)

*** (خوئی) پیغمبروں اور ائمہ علیہم السلام کے نام کو چھونا بھی حرام ہے۔

****(اراکی) اگر توقف نہ ہو تو کوئی چیز مسجد میں رکھنے میں حرج نہیں ہے۔ (خوئی) کسی چیز کو اٹھانے کے لئے داخل ہونا بھی حرام ہے۔ (مسئلہ ۳۵۲)۔

*قرآن مجید کے ان سوروں کا پڑھنا، جن میں واجب سجدہ ہے، حتی ایک کلمہ بھی پڑھنا حرام ہے۔ *

*ائمہ علیہم السلام کے حرم میں توقف کرنا۔(احتیاط واجب کی بنا پر)۔ **

قرآن مجید کے وہ سورے جن میں واجب سجدہ ہیں:

(۱)۳۲واں سورہ۔ سجدہ۔

(۲)٤۱واں سورہ۔ فصلت۔

(۳)۵۳واں سورہ۔ نجم۔

(٤)۹٦واں سورہ۔ علق۔

چند مسائل:

*اگر شخص مجنب مسجد کے ایک دروازہ سے داخل ہوکر دوسرے سے خارج ہوجائے(عبور توقف کے بغیر)تو کوئی حرج نہیں ہے، البتہ مسجد الحرام اور مسجد النبی ﷺ کے علاوہ کیونکہ ان کے درمیان سے گزرنا بھی جائز نہیں [۱]

اگر کسی کے گھر میں نماز کے لئے ایک کمرہ یا جگہ معین ہو(اسی طرح دفتروں اور اداروں میں)تو وہ جگہ حکم مسجد میں شمار نہیں ہوگی۔[۲]

---

(۱) تحریر الوسیلہ ج ۱ص۳۹۳۸.

(۲)العروۃ الوثقیٰ ج ۱ص۲۸۸م۳.

*گلپائیگانی، خوئی)صرف آیات سجدہ کا پڑھنا حرام ہے(مسئلہ ۳٦۱).

**(اراکی)اماموں کے حرم میں بھی جنابت کی حالت میں توقف کرنا حرام ہے. (مسئلہ ۳۵۲)

سبق ۱۰ کا خلاصہ:

۱۔ واجب غسل دو قسم کے ہیں:

الف: مرد اور عورتوں میں مشترک ۔

ب: عورتوں سے مخصوص

۲۔ اگر انسان کی منی نکل آئے یا ہمبستری کرے تو مجنب ہوجاتا ہے۔

۳۔ جو شخص جانتا ہو کہ مجنب ہوگیا ہے تو اس کو چاہئے کہ غسل بجالائے ، اور جو نہیں جانتا کہ مجنب ہوا ہے یا نہیں؟ تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

٤۔ منی کے علامتیں حسب ذیل ہیں:

*شہوت کے ساتھ نکلتی ہے۔

*دبائو اور اچھل کر نکلتی ہے۔

*اس کے بعد بدن سست پڑجاتا ہے ۔

۵۔ مجنب پر حسب ذیل امور حرام ہیں:

*قرآن کی لکھائی، خدا، پیغمبروں، اور ائمہ اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کو مس کرنا۔

*مسجد الحرام اور مسجد النبی ﷺ میں داخل ہونا نیز دیگر مساجد میں توقف۔

*کوئی چیز مسجد میں رکھنا۔

*قرآن مجید کے ان سوروں کا پڑھنا جن میں واجب سجدے ہیں ۔

٦۔ مساجد سے عبور کرنا، اگر توقف نہ کریں بلکہ ایک دروازے سے داخل ہوکر دوسرے سے نکل آئیں تو کوئی حرج نہیں ، صرف مسجد الحرام اور مسجد النبی ﷺ میں عبور بھی جائز نہیں ہے۔

سوالات:

۱۔ مرد اور عورتوں کے درمیان مشترک غسلوں کو بیان کیجئے؟

۲۔ایک شخص نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنے لباس میں ایک رطوبت مشاہدہ کرتا ہے لیکن جتنی بھی فکر کی، منی کی علامتیں نہیں پاتا ہے، تو اس کا فریضہ کیا ہے؟

۳۔ شخص مجنب کا امام زادوں کے حرم میں داخل ہونے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

٤۔کیا شخص مجنب، فوجی چھاؤنیوں، دفتروں اور اداروں کے نماز خانوں میں توقف کر سکتا ہے؟

سبق نمبر۱۱

غسل کرنے کا طریقہ

غسل میں پورا بدن اور سر و گردن دھونا چاہیئے، خواہ غسل واجب ہو مثل جنابت یا مستحب مثل غسل جمعہ، دوسرے لفظوں میں تمام غسل کرنے میں آپس میں کسی قسم کا فرق نہیں رکھتے، صرف نیت میں فرق ہے۔

---

(۱)توضیح المسائل م ۱۶۳۷۶۳۸۶۳.

وضاحت:

غسل دوطریقوں سے انجام دیا جاسکتا ہے:

"ترتیبی"اور "ارتماسی"۔

غسل ترتیبی میں پہلے سروگردن کو دھویاجاتا ہے،پھر بدن کا دایاں نصف حصہ اور اس کے بعد بدن کا بایاں نصف حصہ دھویا جاتا ہے۔

ارتماسی غسل میں،پورے بدن کو ایک دفعہ پانی میں ڈبو دیا جاتا ہے، لہٰذا غسل ارتماسی اسی صورت میں ممکن ہے جب اتنا پانی موجود ہو جس میں پورا بدن پانی کے نیچے ڈوب سکے۔

غسل صحیح ہونے کے شرائط:

۱۔موالات کے علاوہ تمام شرائط جو وضو کے صحیح ہونے کے بارے میں بیان ہوئے، غسل کے صحیح ہونے میں بھی شرط ہیں، اور ضروری نہیں ہے کہ بدن کو اوپر سے نیچے کی طرف دھویا جائے۔[۱]

۲۔جس شخص پر کئی غسل واجب ہوں تو وہ تمام غسلوں کی نیت سے صرف ایک غسل بجالاسکتا ہے۔[۲]

۳۔جو شخص غسل جنابت بجالائے، اسے نماز کے لئے وضو نہیں کرنا چاہیئے، لیکن دوسرے غسلوں سے نماز نہیں پڑھی جاسکتی بلکہ وضو کرنا ضروری ہے۔[۳] *

---

(۱)توضیح المسائلم۳۸۰.

(۲)توضیح المسائلم۳۸۹.

(۳)توضیح المسائلم۳۹۱.

*(خوئی)غسل استحاضۂ متوسطہ اور مستحب غسلوں کے علاوہ دوسرے واجب غسلوں کے بعد بھی وضو کے بغیر نماز پڑھی جاسکتی ہے، اگرچہ احتیاط مستحب ہے کہ وضو بھی کیا جائے(مسئلہ۳۹۷)۔

٤۔ غسل ارتماسی میں پورا بدن پاک ہونا چاہیئے، لیکن غسل ترتیبی میں پورے بدن کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے، اور اگر ہر حصہ کو غسل سے پہلے پاک کیا جائے تو کافی ہے۔[١] *

٥۔ غسل جبیرہ، وضوء جبیرہ کی مانند ہے، لیکن احتیاط واجب کی بناء پر اسے ترتیبی صورت میں بجالانا چاہیئے۔[٢] **

٦۔ واجب روزے رکھنے والے، روزے کی حالت میں غسل ارتماسی نہیں کرسکتا، کیونکہ روزہ دار کو پورا سر پانی کے نیچے نہیں ڈبونا چاہیئے، لیکن بھولے سے غسل ارتماسی انجام دیدے تو صحیح ہے۔[٣]

٧۔ غسل میں ضروری نہیں کہ پورے بدن کو ہاتھ سے دھویا جائے، بلکہ غسل کی نیت سے پورے بدن تک پانی پہنچ جائے تو کافی ہے۔[٤]

غسل مس میت:

١۔ اگر کوئی شخص اپنے بدن کے کسی ایکحصہ کو ایسے مردہ انسان سے مس کرے جو سرد ہوچکا ہو اور اسے ابھی غسل نہ دیا گیا ہو، تو اسے غسل مس میت کرنا چاہیئے۔[٥]

٢۔ درج ذیل مواقع پر مردہ انسان کے بدن کو مس کرنا غسل مس میت کا سبب نہیں بنتا:

* انسان میدان جہاد میں درجہ شہادت پر فائز ہوچکا ہو اور میدان جہاد میں ہی جان دے چکا ہو۔ ***

---

(١) توضیح المسائلم ٢٧٢. (٢) توضیح المسائل م ٣٣٩.

(٣) توضیح المسائل م ٣٧١. (٤) استفتاآت ج ١ ص ٥٦ س ١١٧. (٥) توضیح المسائلم ٥٢١.

* (خوئی) غسل ارتماسی یا ترتیبی میں قبل از غسل تمام بدن کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر پانی میں ڈبکی لگانے یا غسل کی نیت سے پانی ڈالنے سے بدن پاک ہوجائے تو غسل انجام پاجائے گا۔

** (اراکی) احتیاط مستحب ہے کہ ترتیبی بجالائیں نہ ارتماسی، (خوئی) اسے ترتیبی بجالائیں (مسئلہ ٣٣٧) (گلپائیگانی) ترتیبی انجام دیں تو بہتر ہے، اگرچہ ارتماسی بھی صحیح ہے۔ (مسئلہ ٣٤٥)

*** (خوئی) شہید کے بدن سے مس کرنے کی صورت میں احتیاط واجب کی بنا پر غسل لازم ہے (العروۃ الوثقیٰ ج ١، ص ٣٩٠، م ١١)

*وہ مردہ انسان جس کا بدن گرم ہو اور ابھی سرد نہ ہوا ہو۔

*وہ مردہ انسان جسے غسل دیا گیا ہو۔[۱]

۳۔ غسل مس میت کو غسل جنابت کی طرح انجام دینا چاہئے، لیکن جس نے غسل مس میت کیا ہو، اور نماز پڑھنا چاہے تو اسے وضو بھی کرنا چاہیئے۔[۲]

غسل میت:

۱۔ اگر کوئی مومن ز اس دنیا سے چلا جائے، تو تمام مکلفین پر واجب ہے کہ اسے غسل دیں، کفن دیں، اس پر نماز پڑھیں اور پھر اسے دفن کریں، لیکن اگر اس کام کو بعض افراد انجام دے دیں تو دوسروں سے ساقط ہوجاتا ہے۔[۳]

۲۔ میت کو درج ذیل تین غسل دینا واجب ہیں:

اول: سدر (بیری) کے پانی سے۔

دوم: کافور کے پانی سے۔

سوم: خالص پانی سے۔[٤]

۳۔ غسل میت، غسل جنابت کی طرح ہے، احتیاط واجب ہے کہ جب تک غسل ترتیبی ممکن ہو، میت کو غسل ارتماسی نہ دیں۔[٥]

---

(۱) تحریر الوسیلہ ج ۱ ص ۶۳۔ توضیح المسائل م ۵۲۲ و ۵۲۶۔ استفتاآت ص ۷۹. العروۃ الوثقیٰ ۱ ص ۳۹۰ م ۱۱.

(۲) توضیح المسائل م ۵۳۰.

(۳) توضیح المسائل م ۵٤۲.

(٤) توضیح المسائل م ۵۵۰.

(٥) توضیح المسائل م ۵۶۵.

*(تمام مراجع) کوئی مسلمان (مسئلہ ۵٤۸).

عورتوں کے مخصوص غسل:(حیض،نفاس و استحاضہ):

۱۔عورت، بچے کی پیدائش پر جو خون دیکھتی ہے، اسے خون نفاس کہتے ہیں۔[۱]

۲۔عورت، اپنی ماہانہ عادت کے دنوں میں جو خون دیکھتی ہے، اسے خون حیض کہتے ہیں۔[۲]

۳۔جب عورت خون حیض اور نفاس سے پاک ہوجائے تو نماز اور جن امور میں طہارت شرط ہے ان کے لئے غسل کرے۔[۳]

٤۔ایک اور خون جسے عورتیں دیکھتی ہیں، استحاضہ ہے اور بعض مواقع پر اس کے لئے بھی نماز اور جن امور میں طہارت شرط ہے اُن کے لئے غسل کرنا چاہئے۔[٤]

---

(۱)توضیح المسائلم۵۰۸.

(۲)توضیح المسائلم۵۵.

(۳)توضیح المسائلم٤٤٦۵۱۵.

(٤)توضیح المسائلم۳۹٦۳۹۵.

سبق ۱۱ کا خلاصہ

۱۔غسل میں ترتیبی یا ارتماسی طریقے سے، پورے بدن کو دھونا چاہئے۔

۲۔موالات اور اوپر سے نیچے کی طرف دھونے کے بغیر غسل کے صحیح ہونے کے شرائط وہی ہیں جو وضو کے صحیح ہونے کے شرائط ہیں۔

۳۔جس شخص نے غسل جنابت کیا ہو، اسے نماز کے لئے وضو نہیں کرنا چاہئے۔البتہ اگر غسل کرنے کے دوران یا اس کے بعد اس سے کوئی ایسی چیز سرزد ہوجائے جو وضو کو باطل کرتی ہے تو وضو کرنا ضروری ہے۔

٤۔جس شخص پر کئی غسل واجب ہوں، وہ تمام غسلوں کی نیت سے ایک ہی غسل انجام دے سکتا ہے، بلکہ ان غسلوں کے ساتھ مستحبی غسل کی نیت بھی کرسکتا ہے۔(جیسے: غسل جمعہ)

۵۔بدن کے کسی حصہ کو مردہ انسان کے بدن سے مس کرنا غسل مس میت کا سبب بن جاتا ہے۔

٦۔اگر بدن کا کوئی حصہ شہید کے بدن یا کسی سرد نہ ہوئے مردہ کے بدن یا غسل دئے گئے مردہ کے بدن سے مس ہوجائے، تو غسل واجب نہیں ہوتا۔

۷۔اگر کوئی مومن مرجائے تو اسے تین غسل دیکر پھر کفن پہنا کر اس پر نماز پڑھ کے دفن کرنا چاہئے۔

۸۔ میت کے تین غسل حسب ذیل ہیں:

الف:آب سدر (بیری کے پانی) سے غسل۔

ب:آب کافور سے غسل۔

ج:آب خالص سے غسل۔

۹۔ غسل حیض، نفاس اور استحاضہ عورتوں پر واجب ہے۔

سوالات:

۱۔ غسل ترتیبی کیسے انجام پاتا ہے؟

۲۔ کیا اس پانی میں غسل ارتماسی انجام دیا جاسکتا ہے، جو کر سے کم ہو؟

۳۔ شخص مجنب نے جمعہ کے دن جنابت اور جمعہ دونوں کی نیت سے ایک غسل بجالایا ہے، کیا وہ اس غسل سے نماز پڑھ سکتا ہے یا پھر اسے وضو بھی کرنا چاہیئے؟

٤۔ نیت غسل کی وضاحت کیجئے؟

٥۔ کیا ایک جگہ (مثلاً محاذ جنگ میں) پر پینے کے لئے رکھے گئے پانی کے ٹینکر سے غسل کیا جاسکتا ہے؟

٦۔ غسل میت اور غسل مس میت میں کیا فرق ہے؟

٧۔ کس صورت میں شہید کو غسل دینے کی ضرورت نہیں؟

سبق نمبر ۱۲

تیمم

(وضو اور غسل کا بدل ہے)

درج ذیل مواقع پر وضو و غسل بجائے تیمم کرنا چاہیئے:

۱۔پانی مہیا نہ ہو یا پانی تک رسائی نہ ہو۔

۲۔پانی اس کے لئے مضر ہو(مثال کے طور پر،پانی کے استعمال سے کسی بیماری میں بتلا ہو جائے)

۳۔اگر پانی کو وضو یا غسل کے لئے استعمال کرے تو، خود یا اس کے بیوی بچے یا دوست یا اس سے مربوط افراد تشنگی کی وجہ سے مرجائیں یا بیمار ہوجائیں(حتی ایسا حیوان بھی جو اس کے پاس ہو)

٤۔بدن یا لباس نجس ہو اور پانی اتنا ہو کہ صرف ان کو پاک کرسکے اور دوسرا لباس بھی نہ ہو۔

٥۔وضو یا غسل کرنے کے لئے وقت نہ ہو۔[۱]

تیمم کیسے کیا جائے؟

تیمم کے اعمال:

۱۔دونوں ہاتھوں کی، ہتھیلیوں کو ایک ساتھ ایسی چیز پر مارنا، جس پر تیمم صحیح ہو۔

---

(۱)توضیح المسائل، تیمم.

۲۔دونوں ہاتھوں کو سر کے بال اگنے کی جگہ سے بھوئوں کے سمیت پیشانی کے دونوں طرف کھینچ کر ناک کے اوپر تک لے آنا۔
۳۔بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو دائیں ہاتھ کی پشت پر کھینچنا۔
٤۔دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر کھینچنا۔
تیمم کے تمام اعمال کو تیمم کی نیت اور حکم الٰہی کی اطاعت کے قصد سے انجام دینا او راس امر کا بھی خیال رکھنا کہ تیمم وضو کے بدلے ہے یا غسل کے بدلے۔[۱]

وہ چیزیں جن پر تیمم کرنا جائز ہے۔

*مٹی۔

* ریت۔

*پتھروں کی مختلف قسمیں جیسے:سنگ مرمر،سنگ گچ(چونے کا پتھر پختہ ہونے سے پہلے)

پختہ مٹی جیسے اینٹ،مٹی کا برتن[۲]*

کچھ مسائل:

۱۔وضو کے بدلے کئے جانے والے تیمم اور غسل کے بدلے کئے جانے والے تیمم میں نیت کے علاوہ کسی چیز میں فرق نہیں ہے۔[۳]

۲۔جس شخص نے وضو کے بدلے تیمم کیا ہو،اگر وضو کو باطل کرنے والی چیزوں سے کوئی چیز اس سے سرزد ہوجائے تو اس کا تیمم باطل ہوگا۔[٤]
۳۔اگر کوئی شخص غسل کے بدلے تیمم کرے تو غسل کو باطل کرنے والے اسباب میں سے کسی کے

---

(۱)توضیح المسائلم۷۰۰.(۲)توضیح المسائلم٦٨٤و٦٨٥۔ العروۃالوثقیٰ ج۱ص٤٨٥

(۳)توضیح المسائلم۷۰۱.(٤)توضیح المسائلم۷۲۰.

* (اراکی۔گلپائیگانی)پختہ مٹی پر تیمم صحیح نہیں ہے۔(خوئی)احتیاط کے طور پر پختہ مٹی پر تیمم صحیح نہیں ہے۔(العروۃالوثقیٰ ج۱ص٤٨٥

سرزد ہونے پر اس کا تیمم باطل ہوگا۔[1]

٤۔تیمم اس صورت میں صحیح ہے کہ وضو یا غسل کرنا ممکن نہ ہو۔ اس لئے اگر کسی عذر کے بغیر تیمم کرے تو صحیح نہیں ہے اور اگر عذر بر طرف ہوجائے، مثلاًپانی نہ تھا اور اب پانی موجود ہے تو اس صورت میں تیمم باطل ہے۔[2]

٥۔اگر غسل جنابت کے لئے تیمم کیا گیا ہو تو ضروری نہیں ز نماز کے لئے وضو کیا جائے لیکن اگر دوسرے غسلوں کے بدلے میں تیمم کیا گیا ہو تو اس تیمم سے نماز نہیں پڑھی جا سکتی ہے بلکہ نماز کے لئے الگ سے وضو کرنا چاہیئے اور اگر وضو کرنا اس کے لئے مشکل ہو تو وضو کے بدلے ایک اور تیمم انجام دے۔[3]

تیمم کے صحیح ہونے کے شرائط:

*اعضائے تیمم یعنی پیشانی اور ہاتھ پاک ہوں۔

*پیشانی اور ہاتھوں کی پشت پر اوپر سے نیچے کی طرف مسح کیا جائے۔

*وہ چیز، جس پر تیمم کیا جارہا ہے وہ پاک اور مباح ہونا چاہیئے۔

*ترتیب کی رعایت کریں۔

*موالات کی رعایت کریں۔

* مسح کرتے وقت ہاتھ اور پیشانی کے درمیان نیز اسی طرح ہاتھ اور ہاتھ کی پشت کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔[4]

---

(١)توضیح المسائلم٧٢٠.

(٢)توضیح المسائلم٧٢٢.

(٣)توضیح المسائلم٧٢٣.

(٤)العروہ الوثقیج ١ص٤٩٥۔توضیح المسائلم٧٠٤،٦٩٤،٦٩٢تا٧٠٦.

*(گلپائیگانی)وضو نہیں کرنا چاہیئے(مسئلہ ٧٣١)

سبق: ۱۲ کا خلاصہ

۱۔ اگر پانی نہ ہو یا پانی تک رسائی نہ ہو یا پانی استعمال کرنے میں کوئی رکاوٹ ہو تو وضو اور غسل کے بدلے میں تیمم کرنا چاہیئے۔

۲۔ تیمم میں پیشانی اور ہاتھوں کی پشت کو ہتھیلی سے مسح کرنا چاہیئے۔

۳۔ مٹی، ریت، پتھر اور پختہ مٹی پر مسح صحیح ہے۔

٤۔ تیمم، بجائے غسل ہو یا بجائے وضو ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے (صرف نیت میں فرق ہے)

٥۔ اگر بجائے وضو تیمم کیا گیا ہو تو مبطلات وضو تیمم کو بھی باطل کرتے ہیں، اور اگر بجائے غسل تیمم کیا گیا ہو تو غسل کو باطل کرنے والے اسباب تیمم کو بھی باطل کر دیتے ہیں۔

٦۔ عذر کے بغیر تیمم کرنا صحیح نہیں ہے۔

۷۔ تیمم میں ترتیب اور موالات کی رعایت کرنا ضروری ہے اور تیمم کے اعضاء اور وہ چیز جس پر تیمم کیا جاتا ہو، پاک ہونے چاہیئے۔

سوالات:

۱۔ کن مواقع پر وضو اور غسل کے بدلے میں تیمم کیا جاسکتا ہے؟

۲۔ کیا درندوں کے خوف سے وضو کے بدلے میں تیمم کیا جاسکتا ہے؟

۳۔ اینٹ اور ٹیلے پر تیمم کرنے کا کیا حکم ہے؟

٤۔ لکڑی اور درختوں کے پتوں پر تیمم کا کیا حکم ہے؟

٥۔ مجنب (ناپاک) شخص اگر غسل کرنے سے شرماتا ہو تو، کیا وہ غسل کے بدلے میں تیمم کر سکتا ہے؟

سبق نمبر ۱۳

نماز کا وقت

طہارت کے مسائل سے آشنائی پیدا کرنے کے بعد رفتہ رفتہ نماز بجالانے کے لئے آمادہ ہوجاتے ہیں، نماز کے مسائل و احکام سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے یاددہانی کرنا ضروری ہے کہ نماز یا واجب ہے یا مستحب ،واجب نمازیں بھی دو قسم کی ہیں: ان میں سے بعض، روزانہ، ہر شب وروز، یا خاص اوقات میں بجالائی جانی چاہیئے، اور بعض دیگر ایسی نمازیں ہیں کہ خاص وجوہات کی بناء پر واجب ہوجاتی ہیں اور ہمیشہ روزانہ نہیں ہیں، واجب نمازوں کے بارے میں آشنائی اور آگاہی حاصل کرنے کے لئے، درج ذیل خاکہ ملاحظہ ہو:

اقسام نماز

۱۔ واجب:

الف۔ ہر روز پڑھی جانی والی (یومیہ):

۱۔ صبح

۲۔ ظہر

۳۔ عصر

٤۔ مغرب

۵۔ عشاء

ب۔وقتی

۱۔آیات

۲۔واجب طواف

۳۔میت

٤۔باپ کی قضاء نمازیں،بڑے بیٹے پر۔

٥۔وہ نماز جو نذر کرنے سے واجب ہوتی ہے۔

۲۔: مستحب نمازیں بہت زیادہ ہیں۔[۱]

---

(۱)توضیح المسائل،واجب نمازیں.

وضاحت:

یومیہ نمازوں کا وقت

فجر کی اذان کا وقت:

اذان صبح کے نزدیک، مشرق کی طرف سے ایک سفیدی بلند ہوتی ہے، اسے "فجر اول" کہتے ہیں۔جب یہ سفیدی پھیلتی ہے تو اسے "فجر ثانی" کہتے ہیں اوریہی صبح کی نماز کا وقت ہے۔[۱]

ظہر:

اگر ایک لکڑی یا اس کے مانند کسی چیز کو زمین پر سیدھا گاڑ دیا جائے تو جب اس کا سایہ گھٹنے کے بعد پھر سے بڑھنا شروع ہوجائے تو یہ "ظہر شرعی"یعنی نماز ظہر کا اول وقت ہے۔[۲]

مغرب:

"مغرب"اس وقت کو کہتے ہیں جب سورج کے ڈوبنے کے بعد مشرق کی طرف پیدا ہونے والی سرخی زائل ہوجائے ۔[۳]*

نصف شب:

اگر غروب آفتاب سے اذان صبح **تک کے فاصلے کو دو حصوں میں تقسیم کریں تو اس کا درمیانی وقت "نصف شب"اور نماز عشا کا آخری وقت ہے۔[٤]***

---

(۱)توضیح المسائلم ۷٤٤.

(۲)توضیح المسائلم ۷۲۹.

(۳)توضیح المسائلم ۷۳۵.

(٤)احتیاط واجب یہ ہے کہ نماز عشا کے لئے جس طرح متن میں ذکر ہوا ہے حساب کیا جائے او رنماز شب کے لئے سورج چڑھنے تک حساب کیا جائے۔(توضیح لمسائلم ۷۳۹)

* (تمام مراجع) سر کے اوپر سے گزر جائے۔(مسئلہ ۷٤۳)

** (خوئی)اول غروب سے سورج چڑھنے تک حساب کیا جائے(مسئلہ ۷٤۷)

*** ظہر شرعی کے بعد تقریباً سوا گیارہ گھنٹے آخر وقت نماز مغرب و عشا ہے۔

وقت نماز کے احکام:

۱۔یومیہ نمازوں کے علاوہ نمازوںکا وقت معین نہیں ہوتا بلکہ ان کے انجام کا وقت اس زمانے سے مربوط ہوتا ہے جس کے سبب وہ نماز واجب ہوجاتی ہے۔

مثلاً:نماز آیات کا تعلق زلزلہ، سورج گرہن،چاند گرہن یا حادثہ کے وجود میں آنے سے ہوتا ہے،اور نماز میت،اس وقت واجب ہوتی ہے جب کوئی مسلمان اس دنیا سے چلا جائے ان میں سے ہر نماز کی تفصیل اپنی جگہ پر بیان ہوگی۔

۲۔اگر پوری نماز کو وقت سے پہلے پڑھا جائے یا نماز کو عمداً وقت سے پہلے شروع کیا جائے تو نماز باطل ہے۔[۱]

اگر نماز کو اپنے وقت کے اندر پڑھا جائے تو اسے احکام کی اصطلاح میں "ادا" کہتے ہیں۔

اگر نماز کو وقت کے بعد پڑھا جاے تو اسے احکام کی اصطلاح میں "قضا" کہتے ہیں۔

۳۔ مستحب ہے کہ انسان نماز کو اول وقت میں پڑھے،اور جتنا اول وقت کے نزدیک تر ہو بہتر ہے،مگر یہ کہ نماز میں تاخیر کرنا کسی وجہ سے بہتر ہو،مثلاً انتظار کرے تاکہ نماز کو با جماعت پڑھے۔[۲]

٤۔اگر نماز کا وقت اتنا تنگ ہو کہ نماز گزار اگر مستحبات کو بجالائے تو نماز کا کچھ حصہ بعد از وقت پڑھا جائے گا،تو مستحبات کو نہ بجا لایا جائے،مثلاً اگر قنوت پڑھنا چاہے تو نماز کا وقت گزر جائے گا،تو اس صورت میں قنوت کو نہ پڑھے۔[۳]

---

(۱)توضیح المسائلم۷٤٤.

(۲)توضیح المسائلم۷٥١.

(۳)توضیح المسائلم۷٤۷.

سبق:۱۳ کا خلاصہ

۱۔واجب نمازیں دو قسم کی ہیں:

الف:دائمی نمازیں ۔

ب:وہ نمازیں جو بعض اوقات واجب ہوتی ہیں۔

۲۔یومیہ نمازیں یہ ہیں:

نماز صبح، نماز ظہر، نماز عصر، نماز مغرب و عشائ۔

۳۔جو نمازیں بعض اوقات واجب ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:

نماز آیات، نماز طواف، نماز میت، بڑے بیٹے پر باپ کی قضا نمازیں اور نذر کی گئی نمازیں۔

٤۔یومیہ نمازوں کے اوقات حسب ذیل ہیں:

صبح کی نماز کا وقت: اذان صبح سے سورج نکلنے تک

ظہر و عصر کی نماز کا وقت: ظہر شرعی سے مغرب تک

نماز مغرب و عشاء کا وقت: مغرب سے نصف شب تک

٥۔فجر دوم کے شروع ہونے کا وقت صبح کی اذان اور نماز کا وقت ہے۔

٦۔جب زمین پر سیدھی گاڑی ہوئی چیزوں کا سایہ کمترین حدتک پہنچ جائے او رپھر بڑھنا شروع ہوجائے تو وہ ظہر شرعی کا وقت ہے۔

۷۔سورج کے ڈوبنے کے بعد جب مشرق کی سرخی زائل ہوجاتی ہے تو مغرب کا وقت ہے۔

۸۔اگر سورج کے ڈوبنے سے صبح کی اذان تک کے زمانی فاصلہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کا درمیانی وقت نصف شب اور نماز عشا کا آخری وقت ہے۔

۹۔اگر پوری نماز،وقت سے پہلے پڑھی جائے تو باطل ہے۔

۱۰۔اپنے وقت کے اندر پڑھی جانے والی نماز کو "ادا" اور وقت کے بعد پڑھی جانے والی نماز کو "قضا" کہتے ہیں۔

سوالات:

۱۔ واجب اور مستحب نماز کے درمیان فرق کو بیان کیجئے؟

۲۔ ان نمازوں کا نام لیجئے جو ہمیشہ شب میں پڑھی جاتی ہیں؟

۳۔ نماز آیات کے واجب ہونے کے دو سبب بیان کیجئے؟

٤۔ آج ہی ایک لکڑی کو زمین پر سیدھا نصب کرکے ظہر کو معین کیجئے؟

٥۔ اگر سورج ڈوبنے کا وقت ٦١٥: بجے بعد از ظہر ہو اور اذان صبح ٤٥١: بجے ہو تو حساب کرکے بتائیے کہ ایسی شب میں ،نصف شب کتنے بجے ہوگی؟

٦۔ مغرب (نماز مغرب کا ابتدائی وقت) کو تشخیص دینے کے لئے ہمیں مشرق کی طرف توجہ کرنا چاہئے یا مغرب کی طرف؟

سبق نمبر۱٤

قبلہ اور لباس

قبلہ

۱۔خانہ کعبہ، جو شہر مکہ اور مسجد الحرام میں واقع ہے، مسلمانوں کا قبلہ ہے اور نماز گزار کو اسی کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنی چاہئے۔

۲۔جو شہر مکہ سے باہر یا اس سے دور رہتے ہیں، اگر ایسے کھڑے ہوجائیں کہ کہا جائے یہ روبہ قبلہ نماز پڑھ رہے ہیں تو یہ کافی ہے۔[۱]

---

(۱)توضیح المسائلم۷۷٦.

نماز میں بدن کو ڈھانپنا:

۱۔ایک مسئلہ،جس کی طرف نماز شروع کرنے سے پہلے توجہ کرنا ضروری ہے، مسئلۂ لباس ہے،یہاں پر ہم نماز میں لباس اور اس کے شرائط کے بارے میں تھوڑی روشنی ڈالیں گے:

نماز گزار کے لباس کی مقدار:(چھپانے کی حد)

۱۔مردوں کو اپنی شرمگاہ کو ڈھانپنا چاہیئے اور بہتر ہے ناف سے زانو تک ڈھانپا جائے۔

۲۔عورتوں کو درج ذیل اعضاء کے علاوہ اپنا پورا بدن ڈھانپنا چاہیئے:

*ہاتھوں کو کلائی تک۔

*پائوں کو ٹخنوں تک۔

*چہرے کو وضو میں دھوئی جانے والی مقدار تک۔[۱]

۳۔ عورتوں کے لئے ہاتھوں پائوں اور چہرے کی مذکورہ مقدار کو نماز میں ڈھانپنا واجب نہیں ہے، لیکن ان کو ڈھانپنا ممنوع بھی نہیں ہے۔[۲]

٤۔ نماز گزار کے لباس میں درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

*پاک ہو (نجس نہ ہو)

*مباح ہو (غصبی نہ ہو)

*مردار کے اجزاء کا بنا ہوا نہ ہو۔[۳] مثلاً ایسے حیوان کی کھال کا بنا ہوا نہ ہو، جسے اسلامی دستورات کے مطابق ذبح نہ کیا گیا ہو، حتی اگر کمر بند اور ٹوپی بھی اس کی بنی ہوئی نہ ہو۔

*مردوں کا لباس سونے یا خالص ابریشم کا بنا ہوا نہ ہو۔

مذکورہ شرائط میں سے جو ممکن ہے ہر ایک شخص کے لئے پیش آئے، پہلی شرط ہے، چونکہ بہت کم ایسے لوگ ہیں جو غصبی لباس یا مردار کے اجزاء سے بنے ہوئے لباس میں نماز پڑھیں، لہذا پہلی شرط کے سلسلے میں وضاحت کرتے ہیں۔ قابل ذکر یہ ہے کہ لباس کے علاوہ نماز گزار کا بدن بھی پاک ہونا چاہیئے۔

وہ مواقع، جن میں نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھنا باطل ہے:

* نجس بدن یا لباس کے ساتھ عمداً نماز پڑھے ، یعنی یہ جانتے ہوئے کہ اس کا بدن یا لباس نجس ہے پھر بھی اسی کے ساتھ نماز پڑھے۔[٤]

---

(۱) توضیح المسائل م ۷۸۸، ۸۸۹.

(۲) توضیح المسائل م ۷۸۹.

(۳) تیسرا سبق ملاحظہ ہو.

(٤) توضیح المسائل م ۷۹۹.

*مسئلہ کو سیکھنے میں کوتاہی کی ہو*اور مسئلہ کو نہ جاننے کی وجہ سے نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔[۱]

بدن یا لباس کے نجس ہونے کے بارے میں علم رکھتا ہو، لیکن نماز کے وقت فراموش کرکے اسی حالت میں نماز پڑھی ہو۔[۲]

وہ مواقع جن میں نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھنا باطل نہیں ہے:

*نہیں جانتا کہ بدن یا لباس نجس ہے اور نماز پڑھنے کے بعد متوجہ ہوجائے۔[۳]

*بدن میں موجودہ زخم کی وجہ سے بدن یا لباس نجس ہوا ہے اور دھونا یا تبدیل کرنا دشوار ہو۔[٤]

*نماز گزار کا لباس یا بدن خون سے نجس ہوا ہو لیکن خون کی مقدار "ایک درہم" ** سے کم ہو۔

* نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے ناچار ہو، مثلاً تطہیر کے لئے پانی نہ ہو۔

چند مسائل:

۱۔اگر نماز گزار کے چھوٹے لباس، جیسے:دستانہ اور موزہ نجس ہوں یا ایک چھوٹا نجس رومال جیب میں ہو، اگر یہ چیزیں حرام گوشت مردار کے اجزاء سے بنی ہوئی نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں ۔[٥]

---

(۱)توضیح المسائلم۸۰۰.

(۲)توضیح المسائلم۸۰۳.

(۳)توضیح المسائلم۸۰۲.

(٤)توضیح المسائلم۸٤۸.

(٥)توضیح المسائلم۸٤۸.

*(گلپائیگانی)جو یہ نہیں جانتا ہو کہ نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھنا باطل ہے، اگر نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھے، احتیاط لازم کی بناء پر اس کی نماز باطل ہے (مسئلہ ۸۰۸۹)(اراکی)جو یہ نہیں جانتا کہ نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز باطل ہے، اور نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھے، نماز باطل ہے(مسئلہ ۷۹٤)

** ایک درہم تقریباً ۱۷ ملی میٹر قطر والے دائرہ کے برابر ہوتا ہے "مترجم".

۲۔نماز میں عبا، سفید اور پاکیزہ لباس پہننا، خوشبو کا استعمال کرنا اور عقیق کی انگوٹھی پہننا مستحب ہے۔[۱]

۳۔کالے، گندے، تنگ اور نقش ونگار والے کپڑے پہننا اور نماز میں لباس کے بٹن کھلے رکھنا مکروہ ہے۔[۲]

---

(۱)توضیح المسائلم۸٤۸.

(۲)توضیح المسائلم۸٦۵.

سبق: ١٤ کا خلاصہ

١۔خانہ کعبہ جو مسجد الحرام اور شہر مکہ میں واقع ہے، قبلہ ہے اور نماز گزار کو اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنی چاہیئے۔

٢۔اگر نماز گزار اس طرح کھڑا ہو جائے کہ دیکھنے والے کہیں کہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہے تو کافی ہے۔

٣۔مردوں کو نماز میں اپنی شرمگاہ کو ڈھانپنا چاہیئے اور بہتر ہے ناف سے زانو تک ڈھانپ لیں۔

٤۔عورتوں کو نماز میں تمام بدن کو ڈھانپنا چاہیئے، سوائے ہاتھوں کو کلائی تک اور پاؤں کو ٹخنوں تک۔

٥۔نماز گزار کا بدن پاک ہونا چاہیئے۔

٦۔نماز گزار کا لباس مباح ہونا چاہیئے نیز مردار اور حرام گوشت حیوان کے اجزاء کا بنا ہوا نہ ہو۔

٧۔اگر نماز گزار نماز سے پہلے نہ جانتا ہو کہ اس کا بدن یا لباس نجس ہے اور اسے نماز کے بعد اس کا پتہ چلے تو اس کی نماز صحیح ہے۔

٨۔اگر نماز گزار کو پہلے سے علم تھا کہ اس کا بدن یا لباس نجس ہے اور نماز کے وقت بھول گیا اور نماز کے بعد یاد آئے تو اس کی نماز باطل ہے۔

سوالات:

۱۔ نماز گزار کے لباس کے شرائط کیا ہیں؟

۲۔ اگر نماز پڑھنے کے بعد متوجہ ہوجائے کہ اس کا لباس نجس تھا تو اس کا کیا حکم ہے؟

۳۔ کس حالت میں نماز گزار یہ جانتے ہوئے کہ اس کا لباس نجس ہے، نماز پڑھ سکتا ہے؟

٤۔ اگر نماز کے دوران متوجہ ہوجائے کہ اس کا لباس نجس ہے تو تکلیف کیا ہے؟

٥۔ مجبوری کی صورت میں نجس بدن یا لباس کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں اس کی تین مثالیں بیان کیجئے؟

سبق نمبر ۱۵

نماز گزار کی جگہ، اذان و اقامت

نماز گزار کی جگہ کے شرائط:

جس جگہ پر نماز گزار نماز پڑھتا ہے، اس کے درج ذیل شرائط ہونے چاہیئے:

*مباح ہو (غصبی نہ ہو)

*بے حرکت ہو (گاڑی کی طرح حرکت کی حالت میں نہ ہو)

*تنگ اور اس کی چھت اتنی نیچی نہ ہو کہ نماز گزار آسانی کے ساتھ قیام، رکوع اور سجود کو صحیح طور پر نہ بجا لا سکے۔

*(سجدہ کی حالت میں) پیشانی رکھنے کی جگہ پاک ہو۔

*نماز گزار کی جگہ اگر نجس ہو تو اس قدر تر نہ ہو کہ نجاست بدن یا لباس میں سرایت کر جائے۔

(سجدہ کی حالت میں) پیشانی رکھنے کی جگہ زانو سے اور احتیاط واجب کی بناء پر پائوں کی انگلیوں سے، ملی ہوئی چار انگلیوں سے پست تر یا بلند تر نہ ہو۔[۱]

---

(۱) توضیح المسائل مکان نماز گزار.

* تمام مراجع کے رسالوں میں چند اور شرائط کا بھی ذکر ہوا ہے۔

نماز گزار کی جگہ کے احکام:

۱۔ غصبی جگہ پر (مثلاً ایک ایسے گھر میں، جس میں مالک مکان کی اجازت کے بغیر داخل ہوا ہے) نماز پڑھنا باطل ہے۔[۱]

۲۔ مجبوری کی حالت میں متحرک چیز جیسے ہوائی جہاز اور ریل گاڑی میں، یا اس جگہ پر جس کی چھت پست ہو یا خود جگہ تنگ ہو، جیسے خندق اور ناہموار جگہ پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[۲]

۳۔ انسان کو ادب واحترام کی رعایت کرتے ہوئے پیغمبر ﷺ اور امام کی قبر کے آگے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔[۳] *

٤۔ مستحب ہے انسان نماز کو مسجد میں پڑھے اور اسلام میں اس مسئلہ کی بہت تاکید ہوئی ہے۔[٤]

٥۔ آئندہ ذکر ہونے والے مسائل کے پیش نظر، مسجد میں جانے اور وہاں پر نماز پڑھنے کی اہمیت کو حسب ذیل بیان کرتے ہیں:

*مسجد میں زیادہ جانا مستحب ہے۔

*جس مسجد میں نماز گزار نہ ہوں، وہاں پر جانا مستحب ہے۔

*مسجد کا ہمسایہ اگر معذور نہ ہوتو اس کے لئے مسجد سے باہر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

*مستحب ہے انسان مسجد میں نہ جانے والے شخص کے ساتھ:

کھانا نہ کھائے، اس سے صلاح و مشورہ نہ کرے، اس کا ہمسایہ نہ بنے، اس سے بیٹی نہ لے اور

---

(۱) توضیح المسائلم ۸٦٦.

(۲) توضیح المسائلم ۸۸۰.

(۳) توضیح المسائلم ۸۸٤.

(٤) توضیح المسائلم ۸۹۳.

*(گلپائیگانی) احتیاط واجب کی بناء پر پیغمبر اور امام کی قبر کے برابر یا آگے نماز نہ پڑھے۔ (مسئلہ ۸۹۸)

اسے بیٹی نہ دے۔[۱] *

نماز کے لئے تیاری:

نماز گزار وضو، غسل، تیمم، وقت نماز، لباس اور مکان کے بارے میں مسائل بیان کرنے کے بعد اب ہم نماز شروع کرنے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں۔

اذان و اقامت:

۱۔نماز گزار پر مستحب ہے کہ یومیہ نماز سے پہلے، ابتداء میں اذان کہے، اس کے بعد اقامت اور پھر نماز کو شروع کرے۔[۲]

اذان:

اَللّٰہُ اَکْبَر ... ٤ مرتبہ

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ... ۲مرتبہ

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰہ ... ۲مرتبہ

اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہ ** ... ۲مرتبہ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ... ۲مرتبہ

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ... ۲مرتبہ

حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ ... ۲مرتبہ

---

(۱)توضیح المسائلم۸۹٦و۸۹۷.

(۲)توضیح المسائلم۹۲٦و۹۱۸.

*احکام مسجد، تفصیل سے سبق ۲٤میں آئیں گے۔

** جملۂ "اشھد ان علیا ولی اللّٰہ" اذان و اقامت کا جزو نہیں ہے۔ لیکن بہتر ہے "اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ" کے بعد قصد قربت سے پڑھا جائے۔ (توضیح المسائل م۹۱۹)

اَللّٰہُ اَکْبَر ... ۲مرتبہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ... ۲مرتبہ

اقامت:

اَللّٰہُ اَکْبَر ... ۲مرتبہ

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ... ۲مرتبہ

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللہ ... ۲مرتبہ

اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُ اللہ ... ۲مرتبہ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ... ۲مرتبہ

حَیَّ عَلَی الْفَلاٰحِ ... ۲مرتبہ

حَیَّ عَلیٰ خَیْرِ الْعَمَلِ ... ۲مرتبہ

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ ... ۲مرتبہ

اَللّٰہُ اَکْبَر ... ۲مرتبہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ... **ایک** مرتبہ

اذان و اقامت کے احکام:

۱۔اذان و اقامت، نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد کہنی چاہئیںاور اگر قبل از وقت کہی جائیں تو باطل ہے۔[۱]

---

(۱)توضیح المسائلم۹۳۵.

اقامت، اذان کے بعد کہی جانی چاہیئے اگر اذان سے پہلے کہی جائے تو صحیح نہیں ہے۔[1]

۳۔ اذان اور اقامت کے جملوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہیئے، اگر ان کے درمیان معمول سے زیادہ فاصلہ ڈالا جائے تو وہ جملے پھر سے پڑھنے چاہیئے۔[2]

٤۔ اگر نماز جماعت کے لئے اذان اور اقامت کہی گئی ہوتو اس جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو اپنی نماز کے لئے الگ اذان و اقامت کہنی نہیں چاہیئے۔[3]

٥۔ مستحبی نمازوں کے لئے اذان و اقامت نہیں ہے۔[4]

٦۔ جب بچہ پیدا ہو، تو مستحب ہے پہلے دن اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔[5]

جس شخص کو اذان کہنے کے لئے معین کیا جائے، مستحب ہے وہ عادل، وقت شناس اور بلند آواز ہو۔[6]

---

(۱) توضیح المسائل۹۳۱.

(۲) توضیح المسائل۹۲۰.

(۳) توضیح المسائل۹۲۳.

(٤) العروة الوثقیٰ ج۱ص ٦۰۱.

(٥) توضیح المسائل۹۱۷.

(٦) توضیح المسائل۹٤۱.

سبق:۱۵ کا خلاصہ

۱۔ نماز گزار کی جگہ کے لئے درج ذیل شرائط ضروری ہیں:

*مباح ہو۔

*بے حرکت ہو۔

*جگہ تنگ اور اس کی چھت نیچی نہ ہو۔

*(سجدہ میں)پیشانی رکھنے کی جگہ پاک ہو۔

*جگہ پست و بلند نہ ہو۔

*اگر نماز کی جگہ نجس ہو تو، نجاست نماز گزار کے بدن یا لباس میں سرایت نہ کرے۔

۲۔ غصبی جگہ پر نماز پڑھنا باطل ہے۔

۳۔ مجبوری کی حالت میں متحرک، پست چھت والی اور پست و بلند جگہ پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

٤۔ مستحب ہے انسان مسجد میں نماز پڑھے۔

٥۔ مستحب ہے انسان، مسجد میں نہ جانے والے شخص کے ساتھ کھانا نہ کھائے، اس کا ہمسایہ نہ بنے، کاموں میں اس سے صلاح و مشورہ نہ کرے، اسے بیٹی نہ دے اور اس سے بیٹی نہ لے۔

٦۔ مستحب ہے نماز شروع کرنے سے پہلے اذان کہے پھر اقامت کہے اور اس کے بعد نماز شروع کرے۔

۷۔ اقامت کو اذان کے بعد کہنا چاہئے۔

۸۔ جو شخص نماز جماعت میں شرکت کرتا ہے، اگر اس نماز کے لئے اذان و اقامت کہی گئی ہو تو اسے اپنی نماز کے لئے الگ سے اذان و اقامت کہنے کی ضرورت نہیں۔

۹۔ مستحب ہے پیدائش کے دن بچے کے دائیں کان میںاذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔

سوالات:

۱ـ نجس فرش پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

۲ـ کیا اس جانماز پر نماز پڑھی جا سکتی ہے جسے کسی اور نے اپنے لئے کھول کے رکھا ہو؟ اور کیوں؟

۳ـ اذان اور اقامت میں کیا فرق ہے؟

٤ـ مسجد میں حاضری نہ دینے والے شخص کے ساتھ کس قسم کا برتائو کرنا مستحب ہے؟

٥ـ ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

٦ـ دو ایسے مواقع بیان کیجئے جہاں پر اذان و اقامت پڑھنا نہیں چاہئے۔

سبق نمبر۱۶

واجبات نماز:

۱۔"اللہ اکبر"،کہنے سے نماز شروع ہوتی ہے اور سلام پھیرنے سے اختتام کو پہنچتی ہے۔

۲۔جو کچھ نماز میں انجام پاتا ہے واجب ہے،یا مستحب ہے۔

۳۔واجبات نماز گیارہ ہیں، ان میں سے بعض رکن و بعض غیر رکن ہیں۔

واجبات نماز[1]

رکن:

۱۔نیت۔

۲۔قیام۔

۳۔تکبیرۃ الاحرام۔

٤۔رکوع۔

٥۔سجود۔

غیر رکن:

۱۔قرأت۔

۲۔ذکر۔

۳۔تشہد۔

٤۔سلام۔

٥۔ترتیب

٦۔موالات۔

---

(۱)توضیح المسائل،واجبات نماز.

رکن وغیر رکن میں فرق:

ارکان نماز، نماز کے بنیادی اجزاء میں شمار ہوتے ہیں، چنانچہ ان میں سے کسی ایک کو اگر نہ بجالایا گیا یا اس میں اضافہ کیا گیا، اگر چہ فراموشی کی وجہ سے ایسا ہوا ہو، تو نماز باطل ہے۔

دوسرے واجبات کو اگرچہ انجام دینا لازم اور ضروری ہے لیکن اگر فراموشی سے ان میں کم یا زیادہ ہو جائے تو نماز باطل نہیں ہے۔[۱]

واجبات نماز کے احکام:

نیت:

۱۔نماز گزار کو نماز کی ابتداء سے انتہا تک یہ جاننا چاہیئے کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے اور اسے خدائے تعالیٰ کے حکم کو بجالانے کے لئے پڑھنا چاہیئے۔[۲]

۲۔نیت کو زبان پر لانے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر زبان پر لائی بھی جائے تو کوئی مشکل نہیں۔[۳]

۳۔نماز، ہر قسم کی ریا کاری اور ظاہرداری سے دور ہونی چاہیئے، یعنی نماز کو صرف خدا کے حکم کو بجالانے کی نیت سے پڑھنا چاہیئے۔ اگر پوری نماز یا اس کا ایک حصہ غیر خدا کے لئے ہو تو باطل ہے۔[٤] *

---

(۱)توضیح المسائلم ۹٤۲.

(۲)توضیح المسائلم ۹٤۲.

(۳)توضیح المسائلم ۹٤۳.

(٤)توضیح المسائلم ۹٤٦و ۹٤۷.

*(گلپائیگانی) اگر نماز کاری کے مستحبات میں ریا کریں، احتیاط لازم یہ ہے کہ نماز کو تمام کر کے دوبارہ پڑھے.(مسئلہ ۹٥٦)

تکبیرۃ الاحرام:جیسا کہ بیان ہوا ہے"اللہ اکبر"کہنے سے نماز شروع ہوتی ہے اور اسے "تکبیرۃ الاحرام"کہتے ہیں، کیونکہ اسی تکبیر کے کہنے سے بہت سے وہ کام جو نماز سے پہلے جائز تھے، نماز گزار پر حرام ہوجاتے ہیں:

جیسے :کھانا، پینا، ہنسنا اور رونا۔

تکبیرۃ الاحرام کے واجبات:

۱۔ صحیح عربی تلفظ میں کہی جائے۔

۲۔"اللہ اکبر"کہتے وقت بدن سکون میں ہو۔

۳۔تکبیرۃ الاحرام کو ایسے کہنا چاہئے کہ اگر کوئی رکاوٹ نہ ہو تو خود سن سکے،یعنی بہت آہستہ نہیںکہنا چاہئے۔

٤۔احتیاط واجب کی بناء پر اسے ایسی چیز سے وصل نہ کریں جو اس سے پہلے پڑھی جاتی ہو۔[۱]

مستحب ہے تکبیرۃ الاحرام یا نماز کے درمیان پڑھی جانے والی دوسری تکبیروں کو کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر بلند کریں۔[۲]

قیام:قیام یعنی کھڑا رہنا، بعض مواقع پر قیام ارکان نماز میںسے ہے اور اس کا ترک نماز کو باطل کرتا ہے، لیکن جو افراد کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے معذور ہوں ان کا حکم جدا ہے، اسکے مسائل آئندہ بیان کئے جائیں گے۔

---

(۱)توضیح المسائل م٩٤٨، ٩٤٩، ٩٥١، ٩٥٢.

(۲)توضیح المسائل م٩٥٥.

(۳)توضیح المسائل م٩٥٨.

احکام قیام:

۱۔واجب ہے نماز گزار تکبیرۃ الاحرام کہنے سے پہلے اور اس کے بعد قدرے کھڑا رہے تا کہ اطمینان پیدا ہوجائے کہ تکبیرۃ الاحرام قیام کی حالت میں کہی ہے۔(۱)

۲۔قیام، قبل ا* رکوع کا مفہوم یہ ہے کہ کھڑے رہنے کی حالت کے بعد رکوع میں جائے، اس بناء پر اگر قرأت کے بعد رکوع کو فراموش کرکے سیدھے سجدہ میں جائے اور سجدہ کرنے سے پہلے یاد آئے، تو پھر سے مکمل طور پر کھڑے ہو کر چند لمحے رکنے کے بعد رکوع کو بجالائے اور اس کے بعد سجدہ میں جائے۔(۲)

۳۔وہ امور جن سے قیام کی حالت میں پرہیز کرنا چاہیئے:

*بدن کو حرکت دینا۔

*کسی طرف جھکنا۔

*کسی جگہ یا چیز سے ٹیک لگانا۔

*پائوں کو زیادہ کھول کے رکھنا۔

*پائوں کو زمین سے بلند کرنا۔(۳)

٤۔نماز گزار کو چاہیئے کہ کھڑے رہنے کی حالت میں دونوں پائوں کو زمین پر رکھے۔ *

لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ بدن کا وزن دونوں پائوں پر برابر پڑے بلکہ اگر بدن کا وزن ایک پیر پر ہو تو کوئی حرج نہیں ۔(٤)

٥۔جو شخص کسی بھی صورت میں کھڑے ہو کر نماز نہیںپڑھ سکتا ، تو اسے چاہیئے بیٹھ کر قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھے، اور اگر بیٹھ کر بھی نماز نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر نماز پڑھے۔(٥)

---

(۱)توضیح المسائلم۹٥۹.(۲)توضیح المسائلم۹٦۰.(۳)توضیح المسائلم۹٦۳،۹٦۱ و ۹٦٤.

(٤)توضیح المسائل، م ۹٦۳.(٥)توضیح المسائلم۹۷۱۹۷۰.

*(خوئی)احتیاط مستحب ہے کہ دونوں دوپائو ںکو زمین پر رکھا جائے۔(مسئلہ ۹۷۲)

٦۔واجب ہے رکوع کے بعد مکمل طور پر کھڑے ہوکر رکے (قیام) اور پھر سجدہ میں جائے، اگر اس قیام کو عمداً ترک کرے تو نماز باطل ہے۔[1]

---

(۱) تحریر الوسیلہج ۱ص۱۶۲م۱العروۃ الوثقیٰ، ج ۱، ص ٦٦٥، الرابع.

درس:۱٦ کا خلاصہ

۱۔واجبات نماز، گیارہ چیزیں ہیں اور ان میںپانچ رکن اورباقی غیر رکن ہیں۔

۲۔رکن اور غیر رکن میں فرق یہ ہے کہ اگر ارکان نماز میں سے کوئی ایک چیز، حتی بھولے سے بھی کم یا زیادہ ہوجائے، نماز باطل ہے، لیکن اگر غیر رکن بھولے سے کم یا زیادہ ہوجائے تونماز باطل نہیں ہوتی۔

۳۔نماز کی نیت ہر قسم کی ریا کاری اور ظاہرداری سے مبرا ہونی چاہیئے۔

٤۔تکبیرۃ الاحرام کو صحیح عربی زبان میں کہنا چاہیئے۔

٥۔تکبیرۃ الاحرام کے وقت قیام اور رکوع سے متصل قیام،رکن ہیں، لیکن قرأت اور رکوع کے بعد والے قیام رکن نہیں ہیں ۔البتہ واجب ہیں اور اگر عمداًترک ہوجائے تو نماز باطل ہے۔

سوالات:

۱۔ارکان نماز کو بیان کیجئے اور رکن وغیر رکن میں کیا فرق ہے؟

۲۔نماز کے پہلے "اللہ اکبر" کو کیوں تکبیرۃ الاحرام کہتے ہیں؟

۳۔نیت کی وضاحت کیجئے؟

٤۔قیام کی وضاحت کرکے اس کی قسمیں بیان کیجئے؟

٥۔رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے قیام کی وضاحت کرکے ان کے فرق کو بیان کیجئے؟

سبق نمبر۱۷

واجبات نماز

قرأت

پہلی اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد اور کسی دوسرے سورے کے پڑھنے اور تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ حمد یا تسبیحات اربعہ کے پڑھنے کو قرأت" کہتے ہیں۔

سورۂ حمد:

بِسْمِ االلهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ* الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ* مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ* يَّاکَ نَعْبُدُ وَ ِيَّاکَ نَسْتَعِينُ* اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ *صِرَاطَ الَّذِينَ نْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَالضَّالِّينَ(۞)

پہلی اور دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد قرآن مجید سے کوئی دوسرا سورہ پڑھا جانا چاہئے، مثلاً سورہ توحید:

بِسْمِ االلهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد*اَللّٰهُ الصَّمَدُ* لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ* وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً اَحَدُ.(۞)

اور تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ حمد یا تین مرتبہ تسبیحات اربعہ پڑھنا چاہے، تسبیحات اربعہ کو ایک مرتبہ پڑھنا بھی کافی ہے۔[۱]

تسبیحات اربعہ:

"سُبْحٰانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلاٰ اِلَهَ اِلاَّ اللّٰهوَاللّٰهُ اکبر ".

قرأت کے احکام:

۱۔ تیسری اور چوتھی رکعت کی قرأت کو آہستہ (اخفات کے طور پر) پڑھنا چاہیئے، لیکن پہلی اور دوسری رکعت میں سورہ حمد اور دوسرے سورہ کے بارے میں حکم حسب ذیل ہے:[۲]

نماز-----------نماز گزار----------------------حکم

ظہر وعصر------مرداور عورت----------------آہستہ پڑھنا چاہیئے۔

مغرب، عشا و صبح -----مرد-------------------بلند پڑھنا چاہیئے

عورت--اگرنامحرم اس کی آواز کو نہ سنتا ہوتو بلند آواز میں پڑھ سکتی ہے

اور اگر کوئی نامحرم سنتا ہوتو احتیاط واجب کی بناء پر آہستہ پڑھے۔

۲۔ اگر نماز بلند پڑھنے کی جگہ عمداً آہستہ پڑھی جائے یا آہستہ پڑھی جانے کی جگہ عمداً بلند پڑھی جائے تو نماز باطل ہے، لیکن بھولے سے یا مسئلہ کو نہ جاننے کی وجہ سے ایسا کیا جائے تو نماز صحیح

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۰۰۵

(۲) توضیح المسائل، م ۹۹۲ تا ۹۹۴ و ۱۰۰۷

ہے۔[1]

۳۔ اگر سورۂ حمد پڑھتے ہوئے سمجھے کہ غلطی کی ہے (مثلاً بلند پڑھنے کے بجائے آہستہ پڑھا ہو) تو ضروری نہیں ہے پڑھے ہوئے حصہ کو دوبارہ پڑھے۔[2]

٤۔ انسان کو چاہیئے نماز کو سیکھ لے تاکہ غلط نہ پڑھے، اگر کوئی کسی صورت میں بھی نماز کو صحیح طور پر یاد نہیں کر سکتا ہو تو اسے جس طرح بھی پڑھ سکتا ہے پڑھنا چاہیئے اور احتیاط مستحب ہے زکہ نماز کو باجماعت پڑھے۔[3]

٥۔ اگر انسان ایک لفظ کو صحیح جانتے ہوئے پڑھتا ہو، مثلاً لفظً "عبدُہ" کو تشہد میں "عبدَہ" جان کر پڑھتا ہو اور بعد میں پتہ چلے کہ غلط تھا تو ضروری نہیں ہے، نماز کو دوبارہ پڑھے۔** [4]

٦۔درج ذیل مواقع پر نماز گزار کو پہلی اور دوسری رکعت میں سورہ نہیں پڑھنا چاہیئے اور صرف حمد پڑھنا کافی ہے:

الف: نماز کا وقت تنگ ہو۔

ب: سورہ نہ پڑھنے پر مجبور ہو، مثلاً ڈر ہو کہ اگر سورہ پڑھے تو چور، درندہ یا کوئی اور چیز اسے نقصان پہنچائے۔[5]

---

(١) توضیح المسائل، م ٩٩٥

(٢) توضیح المسائل، م ٩٩٥

(٣) توضیح المسائل، م ٩٩٧

(٤) توضیح المسائل، م ١٠٠١.

(٥) توضیح المسائل، م ٩٧٩.

*(گلپائیگانی) احتیاط لازم یہ ہے کہ نماز کو با جماعت پڑھے(مسئلہ ١٠٠٦)

**(گلپائیگانی) (اراکی) دوبارہ پڑھنا چاہیئے۔(مسئلہ ١٠١٠)

۷۔وقت کی تنگی کے موقع پر تسبیحات اربعہ کو ایک مرتبہ پڑھیں۔[۱]

قرأت کے بعض مستحبات:

۱۔پہلی رکعت میں حمد سے پہلے "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھنا۔

۲۔ ظہر و عصر کی نماز کی پہلی اور دوسری رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم" کو بلند آواز میں پڑھنا۔

۳۔ حمد اور سورہ کو رک رک کر پڑھنا اور آیت کے آخر پر وقف کرنا، یعنی اسے بعد والی آیت سے ملا کر نہ پڑھنا۔

٤۔ حمد اور سورہ کو پڑھتے وقت ان کے معنی کی طرف توجہ رکھنا۔

۵۔ تمام نمازوں میں پہلی رکعت میں سورۂ "انا انزلناہ" اور دوسری رکعت میں سورہ "قل ھو اللہ احد" پڑھنا۔[۲]

---

(۱)توضیح المسائل، م ۱۰۰٦.

(۲)توضیح المسائل، م ۱۰۱۷و۱۰۱۸

ذکر:

واجبات رکوع اور سجدہ میں ایک ذکر ہے، یعنی "سبحان اللہ" یا "اللہ اکبر" یا ان جیسا کوئی اور ذکر پڑھنا، ان کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

سبق ۱۷ کا خلاصہ

۱۔قرأت، سے مراد ہے نماز کی پہلی اور دوسری رکعت میں "حمد" اور قرآن مجید کا کوئی دوسرا سورہ اور نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورہ حمد یا تسبیحات اربعہ پڑھنا۔

۲۔نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت کی قرأت کو آہستہ پڑھنا چاہیئے۔

۳۔ مردوں کو نماز صبح اور مغرب وعشا کی پہلی اور دوسری رکعت میں حمد وسورہ کو بلند آواز سے پڑھنا چاہیئے۔

٤۔نماز ظہر وعصر میں حمدوسورہ کو آہستہ پڑھنا چاہیئے۔

٥۔ وقت کی تنگی اور مجبوری کی حالت میں سورہ نہ پڑھے اور تسبیحات اربعہ کو بھی ایک ہی بار پڑھے۔

٦۔ اگر انسان کسی لفظ کو صحیح جان کر نماز کو اسی طرح پڑھے اور بعد میں پتہ چلے کہ وہ لفظ غلط تھا تو ضروری نہیں کہ نماز کو دوبارہ پڑھے۔

۷۔ انسان کو چاہیئے نماز کو صحیح طور پر سیکھ لے تاکہ غلط نہ پڑھے۔

سوالات:

۱۔قرأت کیا ہے؟وضاحت کیجئے۔؟

۲۔ کیا آپ نے اب تک کسی کے پاس قرأت کی ہے؟اگر جواب منفی ہے تو قرأت کو کسی استاد کے پاس جا کر اس کی اصلاح کیجئے۔؟

۳۔ کیا تسبیحات اربعہ کو بلند آواز میں پڑھا جاسکتا ہے؟

٤۔ کیا حمد اور سورہ کو نماز میں بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے؟

٥۔ ایک مرد نے صبح، مغرب اور عشا کی نماز میں اب تک حمد اور سورہ کو آہستہ پڑھا ہے گزشتہ نمازوں کے بارے میں اس کی تکلیف کیا ہے؟

٦۔ کیا آپ کی نماز میں اب تک کوئی غلطی تھی جس کے بارے میں آپ اب متوجہ ہوئے ہیں؟

۷۔کس موقع پر نماز گزار کو سورہ نہیں پڑھنا چاہئے اور تسبیحات اربعہ کو بھی ایک ہی مرتبہ پڑھنا چاہئے؟

سبق نمبر۱۸

واجبات نماز

رکوع

۱۔ نماز گزار کو ہر رکعت میں قرأت کے بعد اس قدر خم ہونا چاہئے کہ اس کے ہاتھ زانو تک پہنچ جائیں اور اس عمل کو "رکوع" کہتے ہیں۔[۱]

واجبات رکوع

۱۔ بیان شدہ حد تک خم ہونا۔

۲۔ ذکر (کم از کم تین مرتبہ سبحان اللہ کہنا)

۳۔ ذکر پڑھتے وقت بدن کا قرار میں ہونا۔

٤۔ رکوع کے بعد اٹھنا۔

٥۔ رکوع کے بعد بدن کا قرار۔[۲]

---

(۱)توضیح المسائل،م ۱۰۲۲.

(۲)العروۃ الوثقی، ج ۱ ص ٦٦٤

ذکر رکوع:

رکوع میں، جو بھی ذکر پڑھا جائے کافی ہے، لیکن احتیاط واجب ز ہے کہ تین مرتبہ "سبحان اللہ" یا ایک مرتبہ "سبحان ربیّ العظیم وبحمدہ" سے کم تر نہ ہو۔[1]

رکوع میں بدن کا سکون میں ہونا۔

۱۔ رکوع میں واجب ذکر پڑھنے کی مقدار میں بدن سکون میں ہونا چاہیئے۔[2]

۲۔ اگر رکوع کی مقدار میں خم ہوکر بدن کے سکون پانے سے پہلے عمداً ذکر رکوع پڑھا جائے*تو نماز باطل ہے۔[3]

۳۔ اگر واجب ذکر تمام ہونے سے پہلے، رکوع سے عمداً سر اٹھایا جائے تو نماز باطل ہے۔[4]

رکوع کے بعد بلند ہونا او رآرام پانا

ذکر رکوع ختم ہونے کے بعد بلند ہونا چاہیئے اور اس کے بعد بدن آرام پائے اور پھر سجدہ میں جانا چاہیئے اور اگر بلند ہونے سے پہلے یا بلند ہوکر آرام پانے سے پہلے عمدا سجدہ میںجائے تو نماز باطل ہے[5]

---

(۱)توضیح المسائل، م۱۰۲۸

(۲)توضیح المسائل م ۱۰۳۰۔

(۳)توضیح المسائل م ۱۰۳۲۔

(٤)توضیح المسائل م۱۰۳۳۔

(٥)توضیح المسائل م ۱۰٤۰۔

* (اراکی) شرط ہے کہ اسی قدر ہو (مسئلہ ۱۲۰)(گلپائیگانی): تین بار سبحان اللہ کے برابر ہونا چاہیئے۔(مسئلہ ۱۰۳۷)

*(گلپائیگانی) بدن آرام پانے کے بعد دوبارہ ذکر رکوع پڑھا جائے، اور احتیاط لازم کے طور پر نماز کو تمام کرے دوبارہ پڑھے، اگر پہلے ذکر پر اکتفاء کرے تو نماز باطل ہے۔(م ۱۰٤۱)

معمول کے مطابق رکوع انجام دینے میں معذور شخص کا فریضہ:

۱۔جو شخص رکوع میںخم نہیں ہوسکتا، اسے اسی قدر خم ہونا چاہیئے جتنا ممکن ہو۔*

۲۔جو بالکل خم نہیں ہوسکتا ** اسے بیٹھ کر رکوع کرنا چاہیئے۔

۳۔جو بیٹھ کر بھی رکوع نہ بجا لاسکتا ہو اسے نماز کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیئے اور رکوع کے لئے سر سے اشارہ کرے۔[۱]

رکوع کے بعض مستحبات:

۱۔ مستحب ہے ذکر رکوع کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ یا اس سے زیادہ پڑھے۔

۲۔ مستحب ہے رکوع میں جانے سے پہلے سیدھا کھڑے ہوکر تکبیر کہے۔

۳۔ مستحب ہے رکوع کی حالت میں اپنے دوپائوں کے درمیان زمین پر نگاہ کرے۔

٤۔ مستحب ہے ذکر رکوع سے پہلے اور اس کے بعد درود بھیجے۔

٥۔ مستحب ہے رکوع کے بعد جب کھڑا ہو اور بدن سکون میں آجائے تو "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے۔[۲]

سجود:

۱۔ نماز گزار کو واجب اور مستحب نمازوں کی ہر رکعت میں، رکوع کے بعد دو سجدے بجالانے چاہئیں۔[۳]

---

(۱) توضیح المسائل م ۱۰۳۷.

(۲) توضیح المسائل م ۱۰٤۳.

(۳) توضیح المسائل م ۱۰٤٥.

* (گلپائیگانی) اس صورت میںاحتیاط لازم ہے کہ نماز کو دوبارہ پڑھے اور رکوع بیٹھے ہوئے انجام دے، اگر بالکل خم نہ ہوسکے تو بیٹھ جائے اور رکوع بجالائے احتیاط لازم یہ ہے کہ ایک اور نماز پڑھے اور رکوع کو اشارہ سے بجالائے۔(م ۱۰٤٥)

** (خوئی) رکوع کے لئے سر سے اشارہ کرے۔(م ۱۰٤٥)

۲۔پیشانی، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور پائوں کے دونوں انگوٹھوں کے سرے زمین پر رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔

واجبات سجدہ:

۱۔بدن کے سات عضو زمین پر رکھنا۔

۲۔ ذکر۔

۳۔ذکر سجدہ کے دوران بدن کا سکون کی حالت میں ہونا۔

٤۔دو سجدوں کے درمیان سر بلند کرکے آرام سے بیٹھنا۔

٥۔ذکر کے دوران سات عضو کا زمین پر ہونا۔

٦۔ سجدہ کی جگہوں کا مسطح اور برابر ہونا۔

۷۔ ایسی چیز پر پیشانی کو رکھنا کہ سجدہ اس پر جائز ہو۔

۸۔پیشانی رکھنے کی جگہ کا پاک ہونا۔

۹۔دونوں سجدوں کے درمیان موالات کی رعایت کرنا۔[۱]

واجبات سجدہ کی تفصیلات آئندہ سبق میں بیان ہوں گی۔

---

(۱)العروۃالوثقی، ج۱،ص ٦۷۳

سبق: ۱۸ کا خلاصہ

۱۔ نماز کی ہر رکعت میں، قرأت کے بعد لازم ہے کہ ایک رکوع بجالایا جائے۔

۲۔ رکوع کا مطلب یہ ہے کہ اس قدر خم ہونا کہ اس کے دونوں ہاتھ گھٹنوتک پہنچ جائیں۔

۳۔ واجبات رکوع مندرجہ ذیل ہیں:

*۔ مذکورہ بالا حدتک خم ہونا۔

*۔ ذکر پڑھتے وقت بدن کا سکون کی حالت میں ہونا۔

*رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔

٤۔ احتیاط مستحب ہے کہ ذکر رکوع تین مرتبہ "سبحان االلہ" یا ایک مرتبہ "سبحان ربی العظیم و بحمدہ" سے کم نہ ہو۔

٥۔ ذکر رکوع کو بدن کے سکون کی حالت میں پڑھنا چاہئے، رکوع میں جاتے یا رکوع سے بلند ہوتے ہوئے نہیں پڑھنا چاہئے۔

٦۔ جو شخص کھڑے ہو کر رکوع بجالانے سے معذور ہو، اسے بیٹھ کر رکوع کرنا چاہئے اور اگر بیٹھ کر بھی رکوع نہ کرسکے تو، سر کے اشارہ سے رکوع بجالائے۔

۷۔ نماز گزار کو رکوع کے بعد دو سجدے بجالانے چائیں۔

۸۔ سجدہ میں پیشانی، ہاتھوں کی ہتھیلیاں، گھٹنے اور پائوں کے انگو ٹھو کے سرے زمین پر ہونے چاہئیں۔

سوالات :

۱۔ رکوع اور ذکر رکوع میں کیا فرق ہے؟

۲۔حالت رکوع میں ٹھہرنے کی مقدار کتنی ہے؟

۳۔کیا رکوع کے بعد کھڑا ہونا واجب ہے؟

٤۔ سجدہ کی تعریف کیجئے، سجدہ واجبات نماز کا کونسا حصہ ہے؟

٥۔واجبات سجدہ کے چار مواقع بیان کیجئے۔؟

سبق نمبر ۱۹

واجبات سجدہ

ذکر:

ذکر سجدہ میں جو بھی ذکر پڑھا جائے کافی ہے لیکن احتیاط واجب زیہ ہے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ یا ایک مرتبہ "سبحان ربی الاعلی وبحمدہ" سے کم تر نہ ہو۔[۱]

قرار:

۱۔ سجدہ میں ذکر سجدہ پڑھنے کے بقدر بدن کا سکون میں ہونا ضروری ہے۔[۲]

۲۔اگر پیشانی زمین پر پہنچنے سے پہلے عمداًذکر پڑھا جائے تو نماز باطل ہے۔** اور اگر بھولے سے ایسا کیا ہوتو دوبارہ سکون کی کی حالت میں ذکر پڑھے۔[۳]

---

(۱)توضیح المسائل م ۱۰۴۹

(۲)توضیح المسائل،م ۱۰۵۰

(۳)توضیح المسائل م ۱۰۱۵و ۱۰۵۲.

*(اراکی) شرط ہے کہ اس سے کمتر نہ ہو (مسئلہ ۱۰۴۱)

**پیشانی کے زمین پر پہنچنے اوربدن کے آرام پانے کے بعد دوبارہ ذکر پڑھیں اور احتیاط لازم کی بناپر نماز کو تمام کرکے اسے دوبارہ پڑھے (م ۱۰۶۰)

سجدہ سے سرکو اٹھانا:

۱۔ پہلے سجدہ کا ذکر تمام ہونے کے بعد سجدہ سے سر اٹھاکر ایسے بیٹھنا چاہیئے کہ بدن آرام وقرار پائے او پھر دوسرے سجدہ میں جائے۔[۱]

۲۔ اگر ذکر تمام ہونے سے پہلے عمداً سرکو سجدہ سے اٹھائے تو نماز باطل ہے۔[۲]

سات عضوکا زمین پر ہونا:

۱۔ اگر ذکر سجدہ پڑھتے وقت سات اعضا میں سے کسی ایک کو عمداً زمین سے بلند کرے تو نماز باطل ہوگی ز لیکن ذکر میں مشغول نہ ہونے کی صورت میں اگر پیشانی کے علاوہ کسی ایک عضو کو زمین سے اٹھا کر پھر زمین پر رکھے تو کوئی حرج نہیں ۔[۳]

۲۔ اگر پائوں کے انگوٹھوں کے علاوہ دوسری انگلیا بھی زمین پر ہوں تو کوئی حرج نہیں ۔[٤]

سجدہ کی جگہ کا ہموار ہونا:

۱۔ نماز گزار کی پیشانی کی جگہ اس کے گھٹنوں کی جگہ سے چار انگلیوں کے برابر بلند یا پست نہیں ہونی چاہیئے.[٥]

---

(۱) توضیح المسائل م ۱۰٥٦.

(۲)توضیح المسائل،م ۱۰٥۲

(۳) توضیح المسائل م ۱۰٥٤.

(٤) تحریر الوسیلہ ج ۱،م۲،والعروۃ الوثقی، ج ۱،ص٦٧٦،م۷

(٥) توضیح المسائل م۱۰٥۷.

*گلپائیگانی) احتیاط لازم یہ ہے کہ تمام اعضاء کے آرام پانے کے بعد ذکر واجب کو دوبارہ پڑھے اور نماز کو تمام کرکے پھر سے پڑھے (مسئلہ ۱۰٦۳)

۲۔ احتیاط واجب ہے کہ نماز گزار کی پیشانی کی جگہ پائو کی انگلیوں کی جگہ سے بھی چار انگلیوں کے برابر بلند اور پست نہ ہونی چاہئے۔[۱]

پیشانی کو ایسی چیز پر رکھنا جس پر سجدہ جائز ہے:

۱۔ سجدہ میں پیشانی کو زمین پر یا زمین سے اگنے والی ہر اس چیز پر رکھنا چاہیئے جو کھانے پینے یا پہننے یںا ستعمال نہ ہوتی ہو۔[۲]

۲۔ جن چیزوں پر سجدہ جائز ہے، ان کے نمونے حسب ذیل ہیں:

*مٹی

*پتھر

*پختہ مٹی**

*چونا

*لکڑی

*گھاس

سجدہ کے احکام:

۱۔ معدن سے حاصل ہونے والی چیزوں، جیسے سونا، چاندی، عقیق اور فیروزہ وغیرہ پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔[۳]

---

(۱) توضیح المسائل م ۱۰۵۷.

(۲) توضیح المسائل م ۱۰۷٦.

(۳) توضیح المسائل م ۱۰۷٦.

*(خوئی ۔اراکی) پست تر یا بلند تر نہ ہونی چاہئے۔(مسئلہ ۱۰٦٦)

**(اراکی۔گلپائیگانی) چونا،گچ اور پختہ مٹی پر سجدہ جائز نہیں ہے (مسئلہ ۱۰۹۰)

۲۔ خدا کے علاوہ کسی اور کے لئے سجدہ کرنا حرام ہے۔[۱]

۳*مین سے اگنے والی ان چیزوں پر سجدہ صحیح ہے جو حیوانوں کی خوراک ہو جیسے گھاس پھوس۔[۲]

٤۔کاغذپر سجدہ صحیح ہے اگرچہ وہ کپاس اور اس جیسی چیزوں سے بنا ہو۔[۳]*

٥۔ سجدہ کے لئے سب سے بہتر چیز تربت حضرت سیدا لشہدا علیہ السلام ہے اور اس کے بعدترتیب کے ساتھ مندرجہ ذیل چیزیں ہیں:

*مٹی

*پتھر

*گھاس[٤]

٦۔ اگر پہلے سجدہ میں سجدہ گاہ پیشانی سے چپک جائے اور سجدہ گاہ کو الگ کئے بغیر دوسرے سجدہ میں جائے تو نماز باطل ہے۔[٥]

معمول کے مطابق سجدہ انجام دینے میں معذور شخص کا فریضہ:

۱۔ جو شخص اپنی پیشانی کو زمین پر رکھنے سے معذور ہو، اسے اس قدر خم ہونا چاہیئے جتنا وہ ہو سکے اور سجدہ گاہ کو ایک بلند جگہ، جیسے تکیہ وغیرہ پر رکھ کر سجدہ کرے، لیکن ہاتھوں کی ہتھیلیوں، گھٹنوں اور پائوں کے

---

(۱) توضیح المسائل،م ۱۰۹۰.

(۲) توضیح المسائل،م ۱۰۷۸.

(۳) توضیح المسائل،م ۱۰۸۲.

(٤)توضیح المسائل،م ۱۰۸۳

(٥)توضیح المسائل،م ۱۰۸٦.

*(گلپائیگانی) کپاس سے بنے کاغذیا اس کے مانند نیز کاغذپر بھی سجدہ کرنے میں اشکال ہے جس کے بارے معلوم نہ ہوکہ سجدہ کے صحیح ہونے کی چیز سے بنا ہے یا نہ۔

انگوٹھوں کو معمول کے مطابق زمین پر رکھنا چاہیئے۔[1]

۲۔ اگر خم نہ ہوسکتا ہو تو سجدہ کے لئے بیٹھ جائے اور سر سے اشارہ کرے، [2]لیکن احتیاط واجب ہے کہ سجدہ گاہ کو اوپر اٹھا کر پیشانی کو اس پر رکھے۔

بعض مستحبات سجدہ:

۱۔ درج ذیل مواقع پر مستحب ہے تکبیر کہی جائے:

*رکوع کے بعد اور سجدۂ اول سے پہلے۔

*پہلے سجدہ کے بعد بیٹھ کر جب بدن سکون کی حالت میں ہو۔

*دوسرے سجدے کے پہلے، جبکہ بیٹھا ہو اور بدن سکون میں ہو

*دوسرے سجدے کے بعد۔

۲۔ طولانی سجدے بجالانا مستحب ہے۔

۳۔پہلے سجدہ کے بعد بیٹھ کر بدن کے سکون پیآنے کے بعد "استغفر اللہ ربی واتوب الیہ" پڑھنا مستحب ہے۔

٤۔ سجدوں میں درود بھیجنا مستحب ہے۔[3]

---

(۱)توضیح المسائل،م ۱۰٦۸.

(۲)توضیح المسائل،م ۱۰٦۹

(۳)توضیح المسائل،م ۱۰۹۱.

سبق:۱۹کا خلاصہ

۱۔ احتیاط واجب کی بناپر، ذکر رکوع "سبحان ربی الاعلی وبحمده "ایک مرتبہیا تین "سبحان الله"تین مرتبہ سے کم نہ ہو۔

۲۔پورے ذکر رکوع کواس حالت میں پڑھنا چاہئے جب بدن سکون میں ہو۔

۳۔ سجدہ میں پیشانی، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، دونوں پائوں کے انگوٹھوں کے سرے زمین پر ہونا ضروری ہے۔

٤۔ سجدہ کی جگہ مسطح اور ہموار ہونا ضروری ہے اور ملی ہوئی چار انگلیوں سے بلندیاپست نہیں ہونی چاہئے۔

٥۔ لکڑی، مٹی،پتھر،ڈھیلے اورپختہ مٹی پر سجدہ صحیح ہے۔

٦۔ زمین سے اگنے والی ان چیزوں پر، جنھیں انسان، خوراک اورپوشاک میں استعمال کرتا ہے سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

۷۔ سجدہ کے لئے سب سے بہترچیز تربت حضرت سیدالشہداء علیہ السلام ہے۔

سوالات:

۱۔ سجدہ کی وضاحت کیجئے اور بتائیے کہ یہ کن واجبات نماز میں سے ہے؟

۲۔ذکر سجدہ کی واجب مقدار بیان کیجئے؟

۳۔ دو سجدوں کے درمیان موالات کیا ہے؟وضاحت کیجئے۔

٤۔ لکڑی، بادام کے چھلکے، سیب کے جھلکے اور سنگترے کے چھلکے پر سجدہ کا کیا حکم ہے؟

٥۔کاغذ اور ماچس کی ڈبی پر سجدہ کا کیا حکم ہے؟

٦۔جو شخص معمول کے مطابق سجدہ انجام نہ دے سکتا ہو، اس کا کیا فریضہ ہے؟

سبق نمبر۲۰

واجبات نماز کے احکام

قرآن مجید کا واجب سجدہ:

۱۔ قرآن مجید کے چار سوروں میں آیۂ سجدہ ہے۔اگر انسان اس آیت کی تلاوت کرے یا کوئی اور اس کی تلاوت کرتا ہو، اس کو سنے، تو اس آیت کے تمام ہونے کے فوراًبعد سجدہ انجام دینا چاہئے.[۱]

۲۔ وہ سورے جن میں آیۂ سجدہ ہے۔

۱۔سورہ نمبر۳۲۔ سورۂ حم سجدہ

۲۔ سورہ نمبر ۴۱۔ فصلت

۳۔ سورہ نمبر۵۳۔ نجم ۴۔ سورہ نمبر۹۶۔ علق [۲]

۳۔ اگر سجدہ کرنا بھول جائے تو جب یاد آئے سجدہ کرنا چاہئے۔[۳]

---

(۱)توضیح المسائل،م ۱۰۹۳.

(۲)توضیح المسائل،م ۱۰۹۳.

(۳)توضیح المسائل،م ۱۰۹۳

٤۔ اگر آیہ سجدہ کو ٹیپ ریکارڈ سے سنیں تو سجدہ کرنا لازم نہیں ہے۔[١]*

٥۔ اگر آیۂ سجدہ کو لائوڈ اسپیکر یا ریڈیو یا ٹیلی ویژن سے، چنانچہ خود انسان کی آواز ہو اور ٹیپ سے استفادہ نہ ہو رہا ہو، یعنی آواز نشر ہونے کے وقت کوئی شخص اس آیت کو پڑھ رہا ہو اور یہ وسیلہ صرف اس کی آواز کو پہنچاتا ہو تو سجدہ کرنا واجب ہے۔[٢]

٦۔ ان آیات کے لئے سجدہ کرتے وقت اپنی پیشانی کو ایسی چیز پر رکھنا چاہیئے جس پر سجدہ کرنا جائزہے، البتہ سجدہ کے دیگر شرائط کی رعایت کرنا ضروری نہیںہے۔[٣]**

٧۔ اس سجدہ میں ذکر پڑھنا واجب نہیں ہے، لیکن مستحب ہے۔[٤]

تشہد:

دوسری رکعت اور واجب نمازوں کی آخری رکعت میں، نماز گزار کو دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنا چاہیئے اور بدن کے سکون میں آنے کے بعد تشہد پڑھنا چاہیئے، یعنی کہے:

"أَشْهَدُ أَنْ لاٰاِلَهَ اِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاٰشَرِيْکَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ".[٥]

---

(١)توضیح المسائل،م ١٠٩٦

(٢)توضیح المسائل،م ١٠٩٦

(٣)توضیح المسائل،م ١٠٩٧

(٤)توضیح المسائل ١٠٩٩

(٥)توضیح المسائل،م ١١٠٠

*(گلپائیگانی)اگر آیہ سجدہ ریڈیو یا لاؤڈ اسپیکر سے پڑھی جائے اور اسے سنے تو سجدہ کرنا چاہیئے۔(مسئلہ ١١٠٢)

(اراکی)اگر ٹیپ رکارڈ جیسی چیز سے آیت کو سنے، تو احتیاط واجب کی بنا پر سجدہ کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر لاوڈا سپیکر جس سے انسان کی آواز پہنچائی جاتی ہے، سنے تو واجب ہے سجدہ بجالائے۔(مسئلہ١٠٨٨)

**(تمام مراجع)سجدہ کے بعض شرائط کی رعایت کرنا لازم ہے، تفصیلات کے لئے مسئلہ ١٠٨٩ ملاحظہ فرمائیں۔

سلام

۱۔ہر نماز کی آخری رکعت میں تشہد کے بعد سلام پڑھنا چاہیئے اور نماز کو تمام کرنا چاہیئے۔

۲۔سلام کی واجب مقدار ان دو میں سے ایک سلام ہے:

السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحینز

السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ[۱]

۳۔ان دو سلاموں سے پہلے یہ کہنا مستحب ہے:

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

یعنی تینوں سلاموں کو پڑھے[۲]

ترتیب:

نماز کو اس ترتیب کے ساتھ پڑھنا چاہیئے: تکبیرۃ الاحرام ، قرأت، رکوع، سجود اور دوسری رکعت میں سجدوں کے بعد، تشہد پڑھے اور آخری رکعت میںسجدوں کے بعد، تشہد پڑھے اور آخری رکعت میں ، تشہد کے بعد، سلام پھیرنا۔

موالات:

۱۔ موالات، یعنی نماز کے اجزاء کو یکے بعد دیگرے انجام دینا اور ان کے درمیان فاصلہ نہ ڈالنا۔

۲۔اگر اجزائے نماز کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ کہا جائے یہ شخص نماز نہیں پڑھتا ہے، تو اس کی نماز باطل ہے۔[۳]

---

(۱) توضیح المسائل،م ۱۱۰۵

(۲) توضیح المسائل،م ۱۱۰۵

(۳) توضیح المسائل،م ۱۱۱٤

*(گلپائیگانی) اگر اس سلام کو کہے، تو احتیاط واجب یہ ہے کہ اس سلام کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کو بھی پڑھے۔(مسئلہ ۱۱۱٤)

۳۔ رکوع و سجود میں طول دینا اور لمبے سورے پڑھنا موالات کو نہیں توڑتا۔[۱]

قنوت:

۱۔ نماز کی دوسری رکعت میں حمد و سورہ پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے، قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ یعنی ہاتھوں کو بلند کر کے اپنے چہرہ کے مقابل لائے اور کوئی دعا یا ذکر پڑھے۔[۲]

۲۔ قنوت میں کوئی بھی ذکر پڑھ سکتے ہیں، حتی ایک بار " سبحان اللہ " کہنا کافی ہے اور درج ذیل دعا بھی پڑھ سکتا ہے:

رَبَّنَا آتِنَافِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ[۳]

تعقیب نماز:

۱۔ نماز کی بحث میں تعقیب کے معنی نماز کے اختتام پر سلام پھیرنے کے بعد ذکر، دعا اور قرآن مجید پڑھنے میں مشغول ہونا ہے۔

۲۔ ضروری نہیں ہے تعقیب عربی میں ہو، لیکن بہتر ہے دعا کی کتابوں میں ذکر شدہ چیزوں کو پڑھا جائے۔

۳۔ تسبیح حضرت زہرا سلام اللہ علیہا یعنی : ٣٤ "مرتبہ اللہ اکبر"، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ" اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ" پڑھنا مستحب ہے۔[٤]

---

(۱) توضیح المسائل، م ١١١٦

(۲) توضیح المسائل، م ١١١٧

(۳) توضیح المسائل، م ١١١٨

(٤) توضیح المسائل، م ١١٢٢.

سبق: ۲۰ کا خلاصہ

۱۔ سورۂ حمٓ سجدہ، فصّلت، نجم اور علق میں سجدے کی آیات ہیں، ان آیات کو پڑھنے یا سننے پر سجدہ واجب ہوتا ہے۔

۲۔ٹیپ ریکارڈ سے سجدہ کی آیت سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا ہے۔ لیکن اگر لائوڈا سپیکر، ریڈیو یا ٹیلی ویژن سے براہ راست (ریکارڈ شدہ آواز کے بغیر) کسی انسان کی آواز نشر ہوتی ہو تو سجدہ واجب ہے۔

۳۔ دوسری رکعت اور نماز کے اختتام پر تشہد پڑھنا واجب ہے۔

٤۔ سلام، نماز کا خاتمہ ہے اور آخری رکعت میں تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے۔

۵۔ اجزائے نماز کی ترتیب کی رعایت کرنا واجب ہے۔

٦۔ نماز کے بنیادی اجزاء کی ترتیب درج ذیل ہے:

تکبیرۃ الاحرام، قرأت، رکوع، سجود اور دوسری رکعت میں دو سجدوں کے بعد تشہد پڑھنا اور نماز کی آخری رکعت میں تشہد کے بعد سلام پھیرنا۔

۷۔ اجزائے نماز کو یکے بعد دیگرے انجام دینا چاہئے اگر ان کے درمیان زیادہ فاصلہ ہوجائے تو نماز باطل ہے:

سوالات:

۱۔قرآن مجید سے واجب سجدہ والی آیات کو لکھئے؟

۲۔نماز میں تشہد کی جگہ کو بیان کیجئے؟

۳۔نماز کی واجب اور مستحب مقدار کو بیان کیجئے؟

٤۔ترتیب و موالات کے درمیان فرق کو بیان کیجئے؟

٥۔قنوت کے بارے میں سبق میں ذکر شدہ دعا کے علاوہ کسی اور دعا کو لکھئے؟

سبق نمبر۲۱

مبطلات نماز

جب نماز گزار تکبیرۃالاحرام کہتا ہے اور نماز کو شروع کرتا ہے تو اس کے خاتمہ تک بعض کام اس پر حرام ہوجاتے ہیں، چنانچہ اگر نماز میں ان میںسے کوئی کام انجام دے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی، ان میں سے اہم امور حسب ذیل ہیں:

*کھانا اور پینا۔

*بات کرنا۔

*ہنسنا۔

*رونا۔

*قبلہ کی طرف سے رخ موڑنا۔

* ارکان نماز میں کمی وبیشی کرنا۔

*نماز کی حالت کو توڑنا۔[۱]

---

(۱) توضیح المسائل،م ۱۱۲۶.

مبطلات نماز کے احکام:

بات کرنا:

۱۔اگر نماز گزار عمداً کوئی لفظ کہیز اور اس کے ذریعہ کسی معنی کو پہنچاناچاہے تو اس کی نماز باطل ہے۔[۱]

۲۔اگر نماز گزار عمداً کوئی لفظ کہے اور یہ لفظ دویا دو سے زائد حروف پر مشتمل ہو، اگرچہ اس کے ذریعہ کسی معنی کو پہنچانا مقصد نہ ہو، احتیاط واجب کی بناپر اسے نماز دوبارہ پڑھنی چاہیئے۔[۲]**

۳۔نماز میں کسی کو سلام نہیں کرنا چاہیئے لیکن اگر کسی نے نماز گزار کو سلام کیا تو واجب ہے اس کا جواب دیدے اور چاہیئے کہ سلام کو مقدم قرار دے۔مثلاً کہے:

"السلام علیک" یا" السلام علیکم""علیکم السلام"نہ کہے۔[۳]***

---

(۱)توضیح المسائل،ص ۱۵٤

(۲)توضیح المسائل،م ۱۵٤.

(۳)توضیح المسائل،م۱۱۳۷.

*(گلپائیگانی، اراکی) اگر وہ لفظ دوحرف یا اس سے زیادہ ہوتو (توضیح المسائل ص ۱۹۹)

**(خوئی) اس کی نماز باطل نہیں ہے لیکن نماز کے بعد سجدہ سہو بجالانا لازم ہے (مسئلہ ۱۱٤۱)

***(اراکی۔ گلپائیگانی) اسی صورت میں جواب دینا چاہئے جیسے اس نے سلام کیا ہو لیکن"علیکم السلام"کے جواب میں"سلام علیکم" کہنا چاہئے(مسئلہ۱۱٤٦)،(خوئی) احتیاط واجب کی بناء پر اسی صورت میں جواب دینا چاہئے کہ جیسے اس نے سلام کیا ہو لیکن" علیکم السلام"کے جواب میں جس طرح چاہے جواب دے سکتا ہے۔

ہنسنا اور رونا :

۱۔اگر نماز گزار عمداً قہقہہ لگا کر ہنسے، تو اس کی نماز باطل ہے۔

۲۔مسکرانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

۳۔اگر نماز گزار کسی دنیوی کام کے لئے عمداًآواز کے ساتھ ،روئے تو اس کی نماز باطل ہے۔

٤۔آواز کے بغیر رونے، خوف خدا یا آخرت کے لئے رونے سے، اگرچہ آواز کے ساتھ ہو، نماز باطل نہیں ہوتی*[۱]

قبلہ کی طرف سے رخ موڑنا:

۱۔اگر عمداًاس درجہ قبلہ سے رخ موڑلے کہ کہا جائے وہ قبلہ رخ نہیں ہے، تو نماز باطل ہے۔

۲۔ اگر بھولے سے پورے رخ کو قبلہ کے دائیں یا بائیں طرف موڑلے **، تو احتیاط واجب ہے کہ نماز کو دوبارہ پڑھے، لیکن اگر پوری طرح قبلہ کے دائیں یا بائیں طرف منحرف نہ ہوا ہو تو نماز صحیح ہے۔[۲]

نماز کی حالت کو توڑنا:

۱۔اگر نماز گزار نماز کے دوران کوئی ایسا کام انجام دے جس سے نماز کی اتصالی حالت (ہیئت) ٹوٹ جائے ،مثلاًمبطلات نماز کا ساتواں اور آٹھواں نمبر، تالی بجانا اور اچھل کود کرنا وغیرہ، اگرچہ سہواً بھی ایسا کام انجام دے تو نماز باطل ہے۔[۳]

۲۔اگر نماز کے دوران اس قدر خاموش ہوجائے کہ دیکھنے والے یہ کہیں کہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے تو نماز باطل ہے۔[٤]

---

(۱)توضیح المسائل،م ۱۱٥٦ مبطلات نماز کا ساتواں اور آٹھواں نمبر.

(۲)توضیح المسائل،م ۱۱۳۱ (۳)توضیح المسائل،م ۱۱٥٦.نویں مبطلات نماز

(٤)توضیح المسائل،م ۱۱٥۲.

*(تمام مراجع)احتیاط واجب ہے کہ دنیوی کام کے لئے آواز کے بغیر بھی نہ روئے، (توضیح المسائل ص ۲۰۹)

**(گلپائیگانی) اگر سر کو قبلہ کے دائیں یا بائیں طرف موڑلے اور عمداہویا سہواًنماز باطل نہیں ہوگی۔ لیکن مکروہ ہے.(م۱۱٤۰)

۳۔واجب نماز کو توڑنا حرام ہے،مگر مجبوری کے عالم میں، جیسے درج ذیل مواقع پر:

*حفظ جان۔

*حفظ مال۔

*مالی اور جانی ضرر کو روکنے کے لئے۔

٤۔قرض کو ادا کرنے کے لئے نماز کو درج ذیل شرائط میں توڑ دے تو کوئی حرج نہیں :

*قرضدار، قرض کو لینا چاہتا ہو۔

*نماز کا وقت تنگ نہ ہو،یعنی قرض ادا کرنے کے بعد نماز کو بصورت ادا پڑھ سکے۔

*نماز کی حالت میں قرض کو ادا نہ کرسکتا ہو۔[۱]

٥۔ بے اہمیت مال کے لئے نماز کو توڑنا مکروہ ہے۔[۲]

وہ چیزیں جو نماز میں مکروہ ہیں:

۱۔ آنکھیں بند کرنا۔

۲۔ انگلیوں اور ہاتھوں سے کھیلنا۔

۳۔ حمد یا سورہ یاذکر پڑھتے ہوئے، کسی کی بات سننے کے لئے خاموش رہنا.

٤۔ہروہ کام انجام دینا جو خضوع وخشوع کو توڑنے کا سبب بنے۔

٥۔رخ کو تھوڑا سا دائیں یا بائیں پھیرنا (چونکہ زیادہ پھیرنا نماز کو باطل کرتا ہے)۔[۳]

---

(۱) توضیح المسائل،م ۱۱۵۹ تا ۱۱٦۱.

(۲)توضیح المسائل،م ۱۱٦۰.

(۳) توضیح المسائل،م ۱۱۵۷

سبق ۲۱: کا خلاصہ

۱۔درج ذیل امور نماز کو باطل کردیتے ہیں:

*کھانا اور پینا.

*بات کرنا.

*ہنسنا.

*رونا.

*قبلہ سے رخ موڑنا۔

*ارکان نماز میں کمی و بیشی کرنا۔

نماز کی حالت کو توڑنا ۔

۲۔نماز میں بات کرنا، اگرچہ دوحرف والا ایک لفظ بھی ہو، نماز کو باطل کردیتا ہے.

۳۔ قہقہہ لگا کر ہنسنا نماز کو باطل کردیتا ہے۔

٤۔بلند آواز میں دنیوی امور کے لئے رونا نماز کو باطل کردیتا ہے۔

٥۔اگر نماز گزار اپنے رخ کو پوری طرح دائیں یا بائیں طرف موڑلے یا پشت بہ قبلہ کرے تو نماز باطل ہوجائے گی۔

٦۔ اگر نماز گزار ایسا کام کرے جس سے نماز کی حالت (ہیئت) ٹوٹ جائے تو، نماز باطل ہے۔

۷۔حفظ جان ومال اور قرض کو ادا کرنے کے لئے، جب قرضدار قرض کا تقاضا کرے اور وقت نماز میں وسعت ہو اور نماز کی حالت میں قرض ادانہ کرسکتا ہو، نماز کو توڑنا اشکال نہیں ہے۔

سوالات:

۱۔ کن امور سے نماز باطل ہو جاتی ہے؟

۲۔ اگر کوئی شخص نماز گزار کو نماز کی حالت میں سلام کرے تو اس کا فریضہ کیا ہے؟

۳۔ کس طرح کا ہنسنا اور رونا نماز کو باطل کردیتا ہے؟

٤۔ اگر نماز گزار متوجہ ہوجائے کہ ایک بچہ بخاری (ہیٹر سے مشابہ ایک چیز ہے) کے نزدیک جارہا ہے اور ممکن ہے اس کا بدن جل جائے، کیا نماز کو توڑ سکتا ہے؟

٥۔ ایک مسافر نماز کی حالت میں متوجہ ہوتا ہے کہ ریل گاڑی حرکت کرنے کے لئے تیار ہے کیا وہ ریل کو پکڑنے کے لئے نماز کو توڑ سکتا ہے؟

سبق نمبر۲۲

اذان، اقامت اور نماز کا ترجمہ

اذان و اقامت کا ترجمہ:

* اَللّٰهُ اَکْبَر

خدا سب سے بڑا ہے۔

*اَشْهَدُاَنْ لَاْاِلٰهَ اِلاّ الله

میں گواہی دیتا ہوں کہ پروردگار کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔

*اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ خدا کے پیغمبر ہیں

*اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرَ الْمُوْمِنِيْنَ وَلِیُّ اللّٰهِ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ علی علیہ السلام مومنوں کے امیر اور لوگوں پر خدا کے ولی ہیں۔

*حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ .

نماز کی طرف جلدی کرو

*حَيَّ عَلَى الْفَلاٰحِ.

کامیابی کی طرف جلدی کرو۔

*حَيَّ عَلیٰ خَيْرِ الْعَمَلِ

بہترین کام کی طرف جلدی کرو۔

*قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ

نماز قائم ہوگئی

*اَللّٰهُ اَکْبَر

خدا سب سے بڑا ہے۔

*لَا اِلٰهَ اِلَّا الله

پروردگار عالم کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔

نماز کا ترجمہ:

تکبیرۃ الاحرام:

*اَللّٰهُ اَکْبَرَ

خدا سب سے بڑا ہے۔

حمد:

*بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ .

خداوند رحمن و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے۔

* الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ*

وہ عظیم اور دائمی رحمتوں والا ہے۔

* مَالِکِ يَوْمِ الدِّينِ*

روز قیامت کا مالک و مختار ہے۔

* یَّاکَ نَعْبُدُ وَ یَّاکَ نَسْتَعِينُ*

پروردگارا. ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں:

*اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ*صِرَاطَ الَّذِينَ نْعَمْتَ عَلَيْهِمْ*

ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا رہ،جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے نعمتیں نازل کی ہیں.

* غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَالضَّالِّينَ ()

ان کا راستہ نہیں، جن پر غضب نازل ہوا ہے یا جو بہکے ہوئے ہیں:

سورہ:

* بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خداوند رحمن و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

* قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

اے رسول:! کہدیجئے کہ اللہ ایک ہے۔

* اَللّٰهُ الصَّمَدُ

اللہ برحق اور بے نیاز ہے۔

* لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ

اس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ والد۔

* وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً اَحَدُ.

اور نہ اس کا کوئی کفوو ہمسر ہے۔

ذکر رکوع:

* سُبْحَانَ رَبیَّ العظیم وَبِحَمْدِہ

اپنے پروردگار کی ستائس کرتاہوں اور اسے آراستہ جانتاہوں۔

ذکر سجود:

* سُبْحَانَ رَبیَّ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہ

اپنے پروردگار کی (جو سب سے بلند ہے)ستائش کرتا ہوں اور آراستہ جانتا ہوں

تسبیحات اربعہ:

* سُبْحٰانَ اللّٰہ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلاٰ اِلَہَ اِلاّٰ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرَ

خداوند عالم پاک اور منزہ ہے، تمام تعریفیں خدا سے مخصوص ہیں پروردگار عالم کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور خدا سب سے بڑا ہے۔

تشہد:

*"أَشْهَدُ أَنْ لاٰاِلٰهَ اِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاٰشَرِيْکَ لَه

میں گواہی دیتا ہوں کہ پروردگار کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

*وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهُ وَرَسُوْلُهْ.

اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ بندہ اور خدا کا بھیجا ہوا (رسول) ہے۔

* أَللَّهُمَّ صَلِّ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ".

خداوندا!: محمد ﷺ اور ان کے خاندان پر درود بھیج۔

سلام:

* اَلْسّلَاَمُ عَلَيْکَ اَيُّهَاْ اْلنَبِیُّ وَرَحْمَةُ اْاللهِ وَ بَرَکَاْتُه.

درود اور خدا کی رحمت وبرکات ہو آپ پر اے پیغمبر اکرم ﷺ !

* اَلْسّلَاَمُ عَلَيْنَاْ وَ عَلٰی عِبَاْدِ اْللهِ اْلصَّاْلِحِيْنَ .

درود و سلام ہو ہم (نماز گزاروں) پر اور خدا کے شائستہ بندوں پر۔

* اَلسّلَاَمُ عَلَيْکُمْ وَ رَحْمَةُ اْللهِ وَ بَرَکَاْتُه.

سلام اور خدا کی رحمت و برکت آپ پر ہو۔

سوالات:

۱۔اس جملہ کا ترجمہ کیجئے جو اقامت میں موجود ہے لیکن اذان میں نہیں ہے؟

۲۔تسبیحات اربعہ کا ترجمہ کیجئے؟

۳۔سبق میں مذکرہ سورہ کے علاوہ قرآن مجید سے ایک چھوٹے سورہ کو انتخاب کرکے اس کا ترجمہ کیجئے؟

٤۔نماز کے پہلے اور آخری جملہ کا ترجمہ کیا ہے؟

٥۔تکراری جملوں کو حذف کرنے کے بعد نماز کے کل جملوں کی تعداد (اذان و اقامت کے علاوہ) کتنی ہے؟

سبق نمبر۲۳، ۲٤

شکیات نماز

بعض اوقات ممکن ہے نماز گزار، نماز کے کسی حصے کو انجام دینے کے بارے میں شک کرے، مثلاً نہیں جانتا کہ اس نے تشہد پڑھا ہے یا نہیں، ایک سجدہ بجا لایا ہے یا دو سجدے، بعض اوقات نماز کی رکعتوں میں شک کرتا ہے، مثلاً نہیں جانتا اس وقت تیسری رکعت پڑھ رہا ہے یا چوتھی۔

نماز میں شک کے بارے میں کچھ خاص احکام ہیں اور ان سب کا اس مختصر کتاب میں بیان کرنا امکان سے خارج ہے، لیکن خلاصہ کے طور پر اقسام شک اور ان کے احکام بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

نماز میں شک کی قسمیں[1]:

۱۔ نماز کے اجزاء میں شک:

الف: اگر نماز کے اجزاء کو بجالانے میں شک کرے، یعنی نہیں جانتا ہو کہ اس جزء کو بجالایا ہے یا نہیں، اگر اس کے بعد والا جزء ابھی شروع نہ کیا ہو، یعنی ابھی فراموش شدہ جزء کی جگہ سے نہ گزرا ہو تو اسے بجالانا چاہیئے۔ لیکن اگر دوسرے جزء میں داخل ہونے کے بعد شک پیش آئے، یعنی محل شک جزء کی جگہ سے گزر گیا ہو، تو ایسے شک پر اعتبار کئے بغیر نماز کو جاری رکھے اور اس کی نماز صحیح ہے۔

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۱۹۸ و ۲۰۰

ب: اگر نماز کے کسی جزء کے صحیح ہونے میں شک کرے، یعنی نہ جانتا ہو کہ نماز کے جس جزء کو بجالایا ہے، صحیح بجالایا ہے، یا نہیں، اس صورت میں شک کے بارے میں اعتنا نہ کرے اور اس جزء کو صحیح مان کر نماز جاری رکھے اور اس کی نماز صحیح ہے۔

۲۔ رکعتوں میں شک

وہ شک جو نماز کو باطل کرتے ہیں(۱):

۱۔ اگر دو رکعتی یا سہ رکعتی نماز جیسے صبح کی نماز یا مغرب کی نماز میں، رکعتوں میں شک پیش آئے تو نماز باطل ہے۔

۲۔ ایک اور ایک سے زیادہ رکعتوں میں شک کرنا، یعنی اگر شک کرے ایک رکعت پڑھی ہے یا زیادہ، نماز باطل ہے۔

۳۔ اگر نماز کے دوران یہ نہ جانتا ہو کہ کتنی رکعتیں پڑھ چکا ہے تو اسکی نماز باطل ہے۔

*وہ شک جن کی پروا نہ کرنی چاہیئے:(۲)

۱۔ مستحبی نمازوں میں

۲۔ نماز جماعت میں ۔ ان دونوں کی وضاحت بعد میں کی جائے گی۔

۳۔ سلام کے بعد اگر نماز تمام کرنے کے بعد اس کی رکعتوں یا اجزاء میں شک ہوجائے تو ضروری نہیں ہے، نماز کو دوبارہ پڑھیں۔

٤۔ اگر نماز کا وقت گزرنے کے بعد شک کرے کہ نماز پڑھی یا نہیں؟ تو نماز کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

---

(۱)توضیح المسائل م۱۱٦٥.

(۲)توضیح المسائل م۱۱٦۸.

*نماز کی رکعتوں میں شک کے اور مواقع ہیں چونکہ ان کا اتفاق کم ہوتا ہے لہذا ان کے بیان سے چشم پوشی کرتے ہیں مزید وضاحت کے لئے توضیح المسائل ۱۱٦٥ تا ۱۲۰۰ ملاحظہ کیجئے.

چار رکعتی نماز میں شک [1]

شک=قیام کی حالت میں=رکوع میں =رکوع کے بعد=سجدہ میں =سجدوں کے بعد بیٹھنے کی حالت میں=نماز صحیح ہونے پر نماز گزار کا فریضہ

۲اور۳ میں شک =باطل=باطل=باطل=باطل=باطل *= صحیح =تین پر بنا رکھ کر اور ایک رکعت نماز پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت نماز احتیاط کھڑے ہوکر یا دو رکعت بیٹھ کر بجالائے۔(**)

۲اور ٤ میں شک=باطل=باطل=باطل=باطل= صحیح =چار پر بنا رکھ کر نماز تمام کرے اور اس کے بعد دو رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر پڑھے۔

۳اور ٤ میں شک = صحیح = صحیح = صحیح = صحیح = صحیح =چار پر بنا رکھ کر نماز تمام کرنے کے بعد ایک رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر یا دو رکعت بیٹھ کر بجالائے۔

٤ اور ٥ میں شک = صحیح =باطل=باطل=باطل= صحیح =اگر قیام کی حالت میں شک پیش آئے، رکوع کئے بغیر بیٹھ جائے اور نماز تمام کرکے ایک رکعت نماز احتیاط کھڑے ہوکر یا دو رکعت بیٹھ کر پڑھے۔*** اور اگر بیٹھے ہوئے شک پیش آئے تو چار پر بنا رکھ کر نماز تمام کرکے دو سجدہ سہو بجالائے۔

---

(۱) توضیح المسائل،م ۱۱۹۹، العروۃ الوثقیٰ ج۲س ۲۰ م ۳.

*حضرت آیت اللہ خوئی کے فتوی کے مطابق اگر ذکر سجدہ کے بعد شک پیش آئے اور حضرت آیت اللہ گلپائیگانی کے فتوی کے مطابق اگر شک ذکر واجب کے بعد پیش آئے تو شک کا حکم وہی ہے جو بیٹھنے کی حالت میں ہے.(مسئلہ ۱۱۹۹)

**(اراکی ۔ خوئی) احتیاط واجب کی بنابر پر کھڑے ہو کر پڑھے (م ۱۱۹۱) (گلپائیگانی) ایک رکعت کھڑے ہو کر پڑھے۔ (م۱۲۰۸)

***(گلپائیگانی)اس صورت میں احتیاط لازم ہے کہ نماز کے بعد احتیاط کے طور پر دو سجدہ سہو بجالائے۔(مسئلہ ۱۲۰۸)

یاددہانی:

۱۔ جو کچھ نماز میں پڑھا یا انجام دیا جاتاہے وہ نماز کا حصہ یا ایک جزء ہے۔

۲۔ اگر نماز گزار شک کرے کہ نماز کے کسی جزء کو پڑھا ہے یا نہیں، مثلاً شک کرے کہ دوسرا سجدہ بجالایا ہے یا نہیں، اگر دوسرے جزء میں داخل نہ ہوا ہو تو اس جزو کو بجالانا چاہیئے، لیکن اگر بعد والے جزو میں داخل ہوا ہو تو شک کی پروانہ کرے، اس لحاظ سے اگر مثلاً، بیٹھے ہوئے، تشہد کو شروع کرنے سے پہلے شک کرے کہ ایک سجدہ بجالایا ہے یا دو، تو ایک اور سجدہ کو بجالانا چاہیئے۔ لیکن اگر تشہد کے دوران یا کھڑے ہونے کے بعد شک کرے، تو ضروری نہیں ہے کہ سجدہ کو بجالائے بلکہ نماز کو جاری رکھے اور اس کی نماز صحیح ہے۔

۳۔ نماز کے اجزاء میں سے کسی جزء کو بجالانے کے بعد شک کرے، مثلاً حمد یا اس کے ایک لفظ کو پڑھنے کے بعد شک کرے کہ صحیح بجالایا ہے یا نہیں، اس شک پر توجہ نہ کرے اور ضروری نہیں اس کو دوبارہ بجالائے، بلکہ نماز کو جاری رکھے، صحیح ہے۔

٤۔ اگر مستحبی نمازوں کی رکعتوں میں شک کرے، تو دوپر بنا رکھنا چاہیئے چونکہ نماز وتر کے علاوہ تمام مستحبی نمازیں دو رکعتی ہیں، اگر ان میں ایک اور دو یا دو اور بیشتر میں شک پیش آئے تو دوپر بنا رکھے، نماز صحیح ہے۔

٥۔ نماز جماعت میں، اگر امام جماعت شک کرے لیکن ماموم کو شک نہ ہو تو مثلاً اللہ اکبر کہہ کر امام کو مطلع کرے، امام جماعت کو اپنے شک پر اعتنا نہیں کرنا چاہیئے، اور اسی طرح اگر ماموم نے شک کیا لیکن امام جماعت شک نہ کرے، تو جس طرح امام جماعت نماز کو انجام دے ماموم کو بھی اسی طرح عمل کرنا چاہیئے اور نماز صحیح ہے۔

٦۔ اگر نماز کو باطل کرنے والے شکیات میں سے کوئی شک پیش آئے، تو تھوڑی سی فکر کرنی چاہئے اور اگر کچھ یاد نہ آیا اور شک باقی رہا تو نماز کو توڑ کر دوبارہ شروع کرنا چاہیئے۔

نماز احتیاط:

۱۔ جن مواقع پر نماز احتیاط واجب ہوتی ہے، جیسے ۳ اور ٤ میں شك وغیرہ سلام پھیرنے کے بعد نماز کی حالت کو توڑے بغیر اور کسی مبطل نماز کو انجام دئے بغیر اٹھنا چاہیئے اور اذان واقامت کہے بغیر تکبیر کہہ کر نماز احتیاط پڑھے۔

نماز احتیاط اور دیگر نمازوں میں فرق:

*اس کی نیت کو زبان پر نہیں لانا چاہیئے۔

*اس میں سورہ اور قنوت نہیں ہے۔ (گرچہ دو رکعتی بھی ہو)

حمد کو آہستہ پڑھنا چاہیئے۔ (احتیاط واجب کی بنا پر)

۲۔ اگر نما* احتیاط ایک رکعت واجب ہو، تو دونوں سجدوں کے بعد، تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر دو رکعت واجب ہو تو پہلی رکعت میں تشہد اور سلام نہ پڑھے بلکہ ایک اور رکعت (تکبیرۃ الاحرام کے بغیر) پڑھے اور دوسری رکعت کے اختتام پر تشہد پڑھنے کے بعد سلام پڑھے ۔[۱]

---

(۱)توضیح المسائل م۱۲۱۵-۱۲۱٦.

*گلپائیگانی۔ خوئی)سورہ حمد کو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ (مسئلہ ۱۲۲٥)

سجدہ سہو:

۱۔ جن مواقع پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، جیسے بیٹھنے کی حالت میں ٤ اور ٥ کے درمیان شک کی صورت میں تو نماز کا سلام پھیرنے کے بعد سجدہ میں جائے اور کہے: بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ بلکہ بہتر ہے اس طرح کہے:

بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُه.*

اس کے بعد بیٹھے اور دوبارہ سجدہ میں جا کر مذکورہ ذکروں میں سے ایک کو پڑھے اس کے بعد بیٹھے اور تشہد پڑھ کے سلام پھیر دے۔[1]

۲۔ سجدۂ سہو میں تکبیرۃ الاحرام نہیں ہے۔

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۲۵۰

*(خوئی) احتیاط واجب ہے دوسرا جملہ پڑھا جائے. (مسئلہ ۱۳۵۹)

سبق ۲۳و۲٤ کا خلاصہ

۱۔ اگر نماز گزار نماز کے بعد والے جزء میں داخل ہونے سے قبل پہلے والے جزء کے بارے میں شک کرے تو اسے پہلا والاجزء بجالانا ضروری ہے۔

۲۔ اگر محل کے گزرنے کے بعد نماز کے کسی جزء کے بارے میں شک کرے تو اس کی پروانہ کرے۔

۳۔ اگر نماز کے کسی جزء کے صحیح ہونے کے بارے میں شک کرے تو اس پر اعتنا نہ کرے۔

٤۔ اگر دورکعتی یا تین رکعتی نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شک ہوجائے تو نماز باطل ہے۔

۵۔ درج ذیل مواقع میں شک پر اعتنا نہیں کیا جاسکتا :

مستحبی نمازوں میں

* نماز جماعت میں

* نماز کا سلام پھیرنے کے بعد

*نماز کا وقت گزرنے کے بعد۔

٦۔ جن مواقع پر رکعتوں میں شک کرنا نماز کو باطل نہیں کرتا، اگر شک کا بیشتر طرف چار سے زائد نہ ہوتو بیشتر پر بنا رکھا جائے۔

۷۔نماز احتیاط نماز کی احتمالی کمی کی تلافی ہے، پس ۳اور ٤ کے درمیان شک کی صورت میں ایک رکعت نماز احتیاط پڑھی جائے اور ۲اور ٤ کے درمیان شک کی صورت میں دورکعت نماز احتیاط پڑھی جائے۔

۸۔ نماز احتیاط اور دیگر نمازوں کے درمیان حسب ذیل فرق ہے:

*نیت کو زبان پر نہ لایا جائے۔

* سورہ اور قنوت نہیں ہے۔

*حمد کو آہستہ پڑھا جائے۔

۹۔ سجدہ سہو کو نماز کے فوراً بعد بجالانا چاہئے اور دو سجدے ایک ساتھ میں، اس میں تکبیرۃ الاحرام نہیں ہے۔

سوالات:

۱۔ اگر نماز گزار تسبیحات اربعہ کے پڑھتے وقت شک کرے کہ تشہد کو پڑھا ہے یا نہیں تو اس کا حکم کیا ہے؟

۲۔ اجزائے نماز میں شک کی چار مثالیں بیان کیجئے؟

۳۔ اگر صبح یا مغرب کی نماز میں رکعتوں کی تعداد کے بارے میںشک ہوجائے تو فریضہ کیا ہے؟

٤۔ اگر چار رکعتی نماز کے رکوع میں شک کرے کہ تیسری رکعت ہے یا چوتھی تو حکم کیا ہے؟

٥۔ اگر کوئی شخص ٤ بجے بعد از ظہر شک کرے کہ نماز ظہر و عصر پڑھی ہے یا نہیں تو اس کا فریضہ کیا ہے؟

٦۔ جو شخص تکبیرۃالاحرام کہنے کے بعد شک کرے کہ صحیح کہا ہے یا نہیں تو اس کا فریضہ کیا ہے؟

۷۔ اگر قیام کی حالت میں ٤ اور ٥ کے درمیان شک ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

۸۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ نماز احتیاط میں کیوں حمد کو آہستہ پڑھنا چاہیئے؟

۹۔ کیا آپ کو آج تک کبھی نماز میں کوئی شک پیش آیا ہے؟ اگر جواب مثبت ہوتو وضاحت کیجئے کہ پھر کیسے عمل کیا ہے؟

۱۰۔ سجدۂ سہو کو بجالانے کی کیفیت بیان کیجئے؟

سبق نمبر ۲۵

مسافر کی نماز

انسان کو سفر میں چار رکعتی نمازوں کو دو رکعتی (قصر) بجالانا چاہئے، بشرطیکہ اس کا سفر ۸ فرسخ یعنی تقریباً ٤٥ کیلو میٹر سے کم نہ ہو۔[۱]

چند مسائل:

۱۔ اگر مسافر ایسی جگہ سے سفر پر نکلے، جہاں پر اس کی نماز تمام ہو، *جیسے وطن اور کم از کم چار فرسخ جاکر چار فرسخ واپس آجائے تو اس سفر میں بھی اس کی نماز قصر ہے۔[۲]

۲۔ مسافرت پر جانے والے شخص کو اس وقت نماز قصر پڑھنی چاہیئے جب کم از کم وہ اتنادور پہنچے کہ اس جگہ کی دیوار کو نہ دیکھ سکے ** اور وہاں کی اذان کو بھی نہ سن سکے۔ *** اگر اتنی مقدار دور ہونے سے پہلے نماز پڑھنا چاہے تو تمام پڑھے۔[۳]

---

(۱)توضیح المسائل، ص ۱۷۳، نماز مسافر.

(۲)توضیح المسائل،م ۱۲۷۲و ۱۲۷۳.

(۳)توضیح المسائل، نماز مسافر آٹھویں شرط.

* چار رکعتی نماز کو دو رکعتی کے مقابلہ میں نماز کو تمام کہتے ہیں.

** اس فاصلہ کو "حد ترخص" کہتے ہیں

*** (خوئی ۔اراکی) اس قدر دور چلا جائے کہ وہاں کی اذان نہ سن سکے اور دہاں کے باشندے اس کو نہ دیکھ سکیں ۔ اس کی علامت یہ ہے کہ وہ وہاں کے باشندوں کو نہ دیکھ سکے۔(م۱۲۹۲)

۳۔ اگر مسافر ایک جگہ سے سفر شروع کرے، ز جہاں نہ مکان ہو اور نہ کوئی دیوار، جب وہ ایک ایسی جگہ پر پہنچے کہ اگر اس کی دیوار ہوتی تو وہاں سے نہ دیکھی جاسکتی، تو نماز کو قصر پڑھے۔[۱]

٤۔ اگر مسافر ایک ایسی جگہ جانا چاہتا ہو، جہاں تک پہنچنے کے دو راستے ہوں، ان میں سے ایک راستہ ۸ فرسخ سے کم اور دوسرا راستہ ۸ فرسخ یا اس سے زیادہ ہو، تو ۸ فرسخ یا اس سے زیادہ والے راستے سے جانے کی صورت میں نماز قصر پڑھے اور اگر اس راستے سے جائے جو ۸ فرسخ سے کم ہے، تو نماز تمام یعنی چار رکعتی پڑھے۔[۲]

سفر میں نماز پوری پڑھنے کے مواقع

درج ذیل مواقع پر سفر میں نماز پوری پڑھنی چاہیئے

۱۔ آٹھ فرسخ طے کرنے سے پہلے اپنے وطن سے گزرے یا ایک جگہ پر دس دن ٹھہرے۔

۲۔ پہلے سے قصد و ارادہ نہ کیا ہو کہ آٹھ فرسخ تک سفر کرے اور اس سفر کو قصد کے بغیر طے کیا ہو، جیسے کوئی کسی گم شدہ کو ڈھونڈنے نکلتا ہے۔

۳۔ درمیان راہ، سفر کے قصد کو توڑ دے، یعنی چار فرسخ تک پہنچنے سے پہلے آگے بڑھنے سے منصرف ہوجائے اور واپس لوٹے۔

٤۔ جس کا مشغلہ مسافرت ہو، جیسے ریل اور شہر سے باہر جانے والی گاڑیوں کے ڈرائیور، ہوائی جہاز کے پائیلٹ اور کشتی کے ناخدا (اگر سفر ان کا مشغلہ ہو)۔

۵۔ جس کا سفر حرام ہو، جیسے، وہ سفر جو ماں باپ کے لئے اذیت و آزار کا باعث بنے۔[۳]

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۳۲۱

(۲) توضیح المسائل م ۱۲۷۹

(۳) توضیح المسائل، نماز مسافر.

*(اراکی ۔ خوئی) جہاں کوئی سکونت نہیں کرتا، اگر ایسی جگہ پر پہنچے جہاں اگر سکونت کرنے والے ہوتے تو انھیں نہ دیکھ سکتے.

درج ذیل جگہوں پر نماز تمام ہے:

۱۔ وطن میں۔

۲۔ اس جگہ پر جہاں جانتا ہے یا پہلے سے طے ہے کہ دس دن وہاں پر ٹھہرے گا۔

۳۔ اس جگہ پر جہاں پرتیس دن شک وتذبذب میں گزارے ہوں، یعنی نہیں جانتا تھا کہ ٹھہرے گا یا چلا جائے گا اور اسی حالت میں وہاں پر تیس دن رہا اور کہیں گیا بھی نہیں، اس صورت میں تیس دن گزارنے کے بعد نماز کو تمام پڑھے۔[۱]

وطن کہاں پر ہے؟

۱۔ وطن، وہ جگہ ہے جسے انسان نے اپنی رہائش اور زندگی گزارنے کے لئے انتخاب کیا ہو، خواہ وہ وہاں پر پیدا ہوا ہو اور وہ اس کے ماں باپ کا وطن ہو، یا خود اس نے اس جگہ کو زندگی گزارنے کے لئے اختیار کیا ہو۔[۲]

۲۔ جب تک انسان اپنے وطن کے علاوہ کسی اور جگہ کو ہمیشہ رہنے کی غرض سے قصد نہ کرے، وہ اس کے لئے وطن شمار نہیں ہوگا۔[۳]*

۳۔ اگر کوئی شخص ایک ایسی جگہ پر کچھ مدت رہائش کا قصد کرے، جو اس کا اصل وطن نہیں ہے اور اس کے بعد کسی دوسری جگہ چلاجائے، تو وہ اس کے لئے وطن شمار نہیں ہوگا، جیسے طالب علم، جو تحصیل علم کے

---

(۱) توضیح المسائل، شرط چہارم ومسئلہ ۱۳۲۸۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۵۳

(۲) توضیح المسائل م، ۱۳۲۹.

(۳) توضیح المسائل، م ۱۳۳۱.

*(گلپائیگانی۔ خوئی) جس جگہ کو انسان اپنی رہائش قرار دے اور وہاں کے رہنے والوں کی طرح وہاں پر زندگی بسر کرے، اگر اس کے لئے کوئی مسافرت پیش آئے اور اس کے بعد اسی جگہ واپس لوٹے، اگرچہ وہاں پر ہمیشہ رہنے کا ارادہ بھی نہ رکھتا ہو، اس کے لئے وطن حساب ہوگا. (مسئلہ ۱۳۴۰)

لئے کچھ مدت تک کسی شہر میں رہتا ہے۔[۱]

٤۔ اگر کوئی شخص ہمیشہ رہائش کے قصد کے بغیر ایک جگہ پر اتنی مدت تک سکونت کرے کہ لوگ اسے وہاں کا ساکن سمجھ لیں، تو وہ جگہ اس کے لئے وطن کا حکم رکھتی ہے۔[۲]

٥۔ اگر کوئی شخص ایک ایسی جگہ پر پہنچ جائے جو پہلے اس کا وطن تھا لیکن اس وقت اسے نظر انداز کیا ہے، تو وہاں پر نماز کو تمام نہیں پڑھنا چاہیئے، اگرچہ کوئی دوسرا وطن بھی اپنے لئے اختیار نہ کیا ہو۔[۳]

٦۔ مسافر سفر سے لوٹتے وقت جب اپنے وطن کی دیوار کو دیکھ لے ز اور وہاں کی اذان سن سکے تو نماز پوری پڑھنی چاہیئے۔[٤]

دس روز کا قصد:

١۔ اگر کسی مسافر نے کہیں پر دس دن ٹھہرنے کا قصد کیا اور دس دن سے زیادہ وہاں پر ٹھہرا، تو دوبارہ سفر نہ کرنے تک نماز کو تمام پڑھے، ضروری نہیں ہے کہ دس دن ٹھہرنے کا قصد کرے۔[٥]

٢۔ اگر مسافر دس دن کے قصد سے منصرف ہو جائے:

الف: اگر چار رکعتی نماز کے پڑھنے سے پہلے منصرف ہوگیا ہو تو، اسے نماز قصر پڑھنی چاہیئے

ب: اگر ایک چار رکعتی نماز پڑھنے کے بعد اپنے قصد سے منصرف ہوجائے تو جب تک وہاں رہے نماز کو تمام پڑھے۔[٦]

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۳۳۰.

(۲) توضیح المسائل م ۱۳۳۱.

(۳) توضیح المسائل م ۱۳۳٤.

(٤) توضیح المسائل، م ۱۳۱۹.

(٥) توضیح المسائل، ۱۳٤۷.

(٦) توضیح المسائل، م ۱۳٤۲.

*(اراکی) جب اہل وطن اسے دیکھیں اور وہ وہاں سے اذان سن سکے (خوئی) جب اپنے اہل وطن کو دیکھ لے اور وہاں کی اذان سن سکے (۱، ۱۳۲۰)

جس مسافر نے نماز تمام پڑھی ہو:

الف: اگر نہ جانتا ہو کہ مسافر کو نماز قصر پڑھنی چاہیئے، تو جو نمازیں اس نے پڑھی ہیں وہ صحیح ہیں۔[۱]

ب: حکم سفر کو جانتا تھا لیکن اس کے بعض جزئیات کو نہیں جانتا تھا یا نہیں جانتا تھا کہ مسافر ہے تو اسے پڑھی ہوئی نمازوںکو پھر سے پڑھنا چاہیئے۔[۲]*

مسافر نہ ہونے کے باوجود نماز قصر پڑھی ہو تو:

جسے نماز تمام پڑھنی چاہیئے، اگر قصر پڑھے تو بہر صورت اس کی نماز باطل ہے۔[۳]**

---

(۱)توضیح المسائل، م ۱۳۵۹

(۲)توضیح المسائل، م ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔۱۳۶۲

(۳)توضیح المسائل، م ۱۳۶۳

*(گلپائیگانی۔ خوئی) اگر وقت گزرنے کے بعد جان لے تو قضا نہیں ہے۔(مسئلہ ۱۳۶۹)

**(خوئی)مگر یہ کہ مسافر نے کسی جگہ پر دس دن ٹھہرنے کا قصد کیا ہو اور حکم مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے نماز قصر پڑھی ہو۔(مسئلہ ۱۳۷۲)

سبق: ۲۵ کا خلاصہ

۱۔ انسان کو سفر میں چار رکعتی نمازوں کو دو رکعتی بجالانا چاہیئے بشرطیکہ اس کا سفر ۸ فرسخ سے کم نہ ہو۔

۲۔ سفر میں اس وقت نماز کو قصر پڑھنا چاہیئے جب مسافر اتنا دور چلائے جائے کہ وہاں سے اس جگہ کی دیوار کو نہ دیکھ سکے اور وہاں کی اذان نہ سن سکے۔

۳۔ اگر مسافر ایک ایسے محل سے اپنا سفر شروع کرے کہ اس کی کوئی دیوار نہ ہو، تو اسے فرض کرنا چاہیئے کہ اگر دیوار ہوتی تو کس مقام سے قابل دید نہ ہوتی۔

٤۔ درج ذیل مواقع پر نماز تمام ہے:

*۸ فرسخ کا سفر طے کرنے سے پہلے اپنے وطن میں پہنچ جائے۔

*جس سفر میں آٹھ فرسخ طے کرنے کا قصد نہ ہو۔

*جس کا مشغلہ مسافرت ہو، اس سفر میں جو اس کا شغل ہے۔

*جو حرام سفر انجام دے۔

٥۔ اپنے وطن اور اس جگہ پر، جہاں دس دن ٹھہرنے کا قصد کیا جائے، نماز تمام ہے۔

٦۔ وطن اس جگہ کو کہتے ہیں جسے انسان نے اپنی رہائش اور زندگی بسر کرنے کے لئے اختیار کیا ہو۔

۷۔ جب تک انسان اپنے اصلی وطن کے علاوہ کسی اور جگہ پر ہمیشہ رہنے کا قصد نہ کرے، وہ جگہ اس کا وطن شمار نہیں ہوگی۔

۸۔ مسافر اپنے وطن لوٹتے وقت جب ایسی جگہ پر پہنچ جائے کہ وہاں سے شہر کی دیوار کو دیکھ لے اور اس جگہ کی اذان کو سن سکے، تو اسے نماز تمام پڑھنی چاہیئے۔

۹۔ جو شخص نہیں جانتا کہ مسافر کی نماز قصر ہے اور نماز کو تمام بجالائے تو اس کی نماز صحیح ہے لیکن اگر اصل مسئلہ کو جانتا ہو اور بعض جزئیات کو نہ جاننے کی وجہ سے نماز کو تمام بجالایا ہو، تو نماز کو دوبارہ بجالائے۔

۱۰۔ جسے نماز تمام پڑھنی چاہیئے، اگر قصر پڑھے تو ہر حالت میں اس کی نماز باطل ہے۔

سوالات:

۱۔ سفر کے دوران یومیہ نمازوں میں کم ہونے والی رکعتوں کی کل تعداد کتنی ہے؟

۲۔ ایک شخص اپنے گاؤں کے مشرق میں ۳۲ کلو میٹر کی دوری پر واقع ایک گاؤں کے لئے سفر کرتا ہے پھر وہاں سے ۵۰ کلو میٹر کی دوری پر مغرب میں واقع ایک اور گاؤں کی طرف سفر کرتا ہے اور پھر اپنے وطن کی طرف لوٹتا ہے۔ یہ بتائیے کہ اس کی نماز ان دو گاؤں اور درمیان راہ میں تمام ہے یا قصر؟

۳۔ سرکاری ملازم اور فوجی افسر جو نوکری کی وجہ سے کئی سال ایک جگہ پر رہتے ہیں، کیا وہ جگہ ان کے لئے وطن شمار ہوتی ہے۔؟

٤۔ کسی جگہ کے وطن ہونے کا معیار کیا ہے؟

۵۔ ایک کسان جو اپنے گھر سے تین فرسخ کی دوری پر واقع کھیت پر روزانہ کھیتی باڑی کرنے جاتا ہے اور شام کو واپس گھر آتا ہے، اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

٦۔ ایک شخص کسی کام کے سبب گاؤں سے شہر آیا ہے، واپس اپنے گاؤں جاتے وقت اسے نماز تمام پڑھنی چاہئے یا قصر؟

۷۔ ایک مسافر نے بھولے سے نماز تمام پڑھی ہے، کیا اس کی نماز صحیح ہے یا نہ؟

سبق نمبر۲۶

قضا نماز

تیرھویں سبق میں بیان کیا گیا کہ قضا نماز، اس نماز کو کہتے ہیں جو وقت گزرنے کے بعد پڑھی جائے.

واجب نمازیں اپنے وقت پر پڑھنی چاہیئے، اگرکسی عذر کے بغیر اس سے کوئی نماز قضا ہوجائے تو وہ گناہگار ہے اور اسے توبہ کرنا چاہیئے اور اس کی قضا بھی بجالانا چاہیئے ۔

۱۔ دوصورتوں میں نماز کی قضا بجالانا واجب ہے:

الف: واجب نماز وقت کے اندر نہ پڑھی گئی ہو۔

ب: وقت گزرنے کے بعد پتہ چلے کہ پڑھی گئی نماز باطل تھی۔[۱]

۲۔ جس کے ذمہ قضا نماز ہو، اسے اس کے پڑھنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے، لیکن اس کو فوری بجالانا واجب نہیں ہے۔[۲]

---

(۱)توضیح المسائل، م ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱

(۲)توضیح المسائل، م ۱۳۷۲

۳۔ قضا نماز کی نسبت انسان کی مختلف حالتیں:

*انسان جانتا ہے کہ اس کی کوئی قضا نماز نہیں ہے، تو کوئی چیز اس پر واجب نہیں ہے۔

*انسان شک میں ہے کہ اس کی کوئی نماز قضا ہوئی ہے یا نہیں، تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

*احتمال ہو کہ کوئی نماز قضا ہوئی ہے، تو مستحب ہے احتیاط کے طور پر اس نماز کی قضا بجالائے۔

جانتا ہو کہ قضا نماز اس کے ذمہ ہے لیکن ان کی تعداد نہیں جانتا ہو، مثلاً نہیں جانتا ہو کہ چار نمازیں تھیں یا پانچ، اس صورت میں کم تر کو پڑھے تو کافی ہے۔

*قضا نمازوں کی تعداد کو جانتا ہے، تو ان کو بجالانا چاہیئے۔[۱]

٤۔ یومیہ نمازوں کی قضا کو ترتیب سے پڑھنا ضروری نہیں ہے* مثلاً اگر کسی نے ایک دن عصر کی نماز اور دوسرے دن ظہر کی نماز نہ پڑھی ہو تو ضروری نہیں ہے پہلے عصر کی قضا پڑھے پھر ظہر کی۔[۲]

٥۔ قضا نماز جماعت کے ساتھ بھی پڑھی جا سکتی ہے، خواہ امام جماعت کی نماز ادا ہو یا قضا اور ضروری نہیں ہے کہ امام و ماموم دونوں ایک ہی نماز پڑھتے ہوں، یعنی اگر صبح کی قضا نماز کو امام کی ظہر یا عصر کی نماز کے ساتھ پڑھیں تو کوئی مشکل نہیںہے۔[۳]

٦۔ اگر کسی مسافر کی ظہر، عصر یا عشا کی نماز (جو اسے قصر پڑھنی تھی) قضا ہوجائے تو اسے اس کی قضا دو رکعتی پڑھنی چاہے، اگرچہ اس قضا کو حضر میں بجالائے۔[٤]

۷۔ سفر میں روزہ نہیں رکھے جاسکتے، حتی قضا روزے بھی، لیکن قضا نماز سفر میںپڑھی جاسکتی ہے۔[٥]

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۳۷٤ و ۱۳۸۳۔

(۲) توضیح المسائل، م ۱۳۷٥

(۳) توضیح المسائل، م ۱۳۸۸

(٤) توضیح المسائل، م ۱۳٦۸

(٥) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۲۲٤، م ٥ والعروۃ الوثی، ج ۱، ص ۷۳۲، م ۱۰

*(اراکی) ترتیب سے پڑھی جائے (مسئلہ ۱۳٦۸)

۸۔ اگر کوئی شخص سفر میں، حضر میں قضا ہوئی نماز کو بجالانا چاہئے تو وہ ظہر، عصر اور عشا کی قضا نمازوں کو چار رکعتی بجالائے۔[۱]

۹۔ قضا نماز کسی بھی وقت پڑھی جاسکتی ہے، یعنی صبح کی قضا نماز کو ظہر یا رات میں پڑھا جاسکتا ہے۔[۲]

باپ کی قضا نماز:

۱۔ جب تک انسان زندہ ہے، اگر نماز پڑھنے سے عاجز بھی ہو، کوئی دوسرا شخص اس کی نمازیں قضا کے طور پر نہیں پڑھ سکتا۔[۳]

۲۔ باپ کے مرنے کے بعد اس کی قضا نمازیں اور روزے اس کے بڑے بیٹے پر واجب ہیں، اسے چاہئے اپنے باپ کی قضا نمازیں اور روزے بجالائے اور ماں کی قضا شدہ نمازیں اور روزے بجالانا احتیاط مستحب ہے۔*[٤]

۳۔ باپ کی قضا نمازوں کے بارے میں بڑے بیٹے کی مختلف حالتیں:

الف: جانتا ہے اسکے باپ کی قضا نمازیہیں اور:

*ان کی تعداد بھی جانتا ہے: تو ان کی قضا بجالائے۔

*ان کی تعداد کو نہیں جانتا: تو کم تر تعداد کو بجالائے تو کافی ہے۔

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۳٦۸

(۲) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۲۹۳، م ۱، العروۃ الوثقی، ج ۱، ص ۷۳٤، م ۱۰

(۳) توضیح المسائل، م ۱۳۸۷

(٤) توضیح المسائل، م ۱۳۹۰

*(اراکی) ماں کی قضا نماز اور روزے بھی بجا لانا چاہئے (مسئلہ ۱۲۸۲) (گلپائیگانی) احتیاط واجب ہے کہ ماں کی قضا نمازیں اور روزے بھی بجالائے مسئلہ ۱۳۹۹)

*شک رکھتا ہے کہ بجالایا ہے یا نہیں: تو احتیاط واجب کے طور پر قضا بجالائے۔[۱]

ب: شک رکھتا ہے کہ باپ کی کوئی نماز قضا تھی یا نہیں؟: تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔[۲]

٤۔ اگر بیٹا اپنے ماں باپ کی قضا نمازیں بجالانا چاہتا ہوتو اسے اپنی تکلیف کے مطابق عمل کرنا چاہئے، یعنی صبح، مغرب اور عشا کی نماز کو بلند آوازے سے پڑھے۔[۳]

٥۔ اگر بڑا بیٹا، اپنے باپ کی قضا نماز و روزہ بجالانے سے پہلے فوت ہوا تو دوسرے بیٹے پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔[٤]*

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۲

(۲) توضیح المسائل، م ۱۳۹۱

(۳) توضیح المسائل، م ۱۳۹۵.

(٤) توضیح المسائل، م ۱۳۹۸

*(گلپائیگانی) اگر باپ اور بیٹے کی وفات کے درمیان اتنا فاصلہ گزرا ہو کہ بیٹا باپ کی قضا نماز اور روزہ بجالاسکتا تھا، تو دوسرے بیٹے پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، البتہ اگر یہ فاصلہ زیادہ نہ تھا تو احتیاط واجب کے طور پر دوسرے بیٹے کو باپ کی قضا نماز وروزہ بجالانا چاہئے۔(مسئلہ ١٤٠٧)

سبق: ۲٦ کا خلاصہ

١۔ باطل اور قضا نمازوں کی قضا واجب ہے۔

٢۔ اگر کوئی شخص نہ جانتا ہو کہ اس کی کوئی نماز قضا ہوئی ہے یا نہیں، تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ۔

٣۔ اگر جانتا ہو کہ نماز قضا ہوئی ہے لیکن اس کی مقدار نہ جانتا ہو تو کم تر مقدار کو بجالائے، کافی ہے۔

٤۔ قضا نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے۔

٥۔ قضا نماز کو ہر وقت بجالایا جاسکتا ہے، خواہ شب ہو یا دن، سفر میں ہو یا حضر میں ۔

٦۔ باپ کے مرنے کے بعد اس کے بڑے بیٹے پر اس کی قضا نمازیں اور روزے واجب ہیں ۔

٧۔ اگر بیٹا نہ جانتا ہو کہ باپ کی کوئی نماز قضا ہوئی ہے یا نہیں، تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

٨۔ اگر کسی کا کوئی بیٹا نہ ہو یا بڑا بیٹا باپ کی قضا نمازیں اور روزے بجالانے سے پہلے مرگیا ہو تو اس کی قضا نمازیں اور روزے کسی دوسرے بیٹے پر واجب نہیں ہیں۔

سوالات:

۱۔ ادا اور قضا نماز میں کیا فرق ہے؟

۲۔ جسے یہ معلوم ہو کہ اس کی کچھ نمازیں قضا ہوئی ہیں، لیکن ان کی تعداد نہ جانتا ہو تو اس کا فرض کیا ہے؟

۳۔ اگر کوئی شخص نماز ظہر وعصر کے بعد صبح کی قضا نماز بجالانا چاہے تو کیا اسے قرأت بلند پڑھنی چاہیئے یا آہستہ؟

٤۔ ایک بیٹا یہ نہیں جانتا کہ اس کے باپ کی کوئی قضا نماز ہے کہ نہیں اور اس کے باپ نے بھی اسے کچھ نہیں کہا ہے، اس کا فرض کیا ہے؟

سبق نمبر ۲۷

نماز جماعت

ملت اسلامیہ کا اتحاد، ان مسائل میںسے ہے جن کی اسلام میں انتہائی اہمیت ہے اور اس کے تحفظ اور جاری رہنے کے لئے خاص منصوبے مرتب کئے گئے ہیں، انھیں میں سے ایک نماز جماعت ہے۔

نماز جماعت میں خاص شرائط کا حامل ایک شخص، آگے کھڑا ہوتا ہے اور باقی لوگ صفوں میں منظم ہوکر اس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیںاور اس کے ساتھ ہم آہنگ نماز بجالاتے ہیں۔

نماز جماعت کی اہمیت :

نماز جماعت کی اہمیت اور اس کے اجرو ثواب کے سلسلے میں بہت سی احادیث اور روایات موجودہیں۔یہاں پر ہم اس عبادت کی اہمیت کے پیش نظرچند ایک روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں :

۱۔ نماز جماعت میں شرکت کرنا ہر ایک کے لئے مستحب ہے، خاص کر مسجد کے ہمسایوں کے لئے۔[۱]

۲۔ مستحب ہے انسان انتظار کرے، تاکہ نماز باجماعت بجالائے۔

---

(۱)توضیح المسائل، م ۱۳۹۹

۳۔ تاخیر سے پڑھی جانے والی نماز جماعت اول وقت کی فرادیٰ نماز سے بہتر ہے۔

٤۔ طولانی فرادیٰ نماز مختصر نماز جماعت سے بہتر ہے۔[۱]

٥۔ کسی عذر کے بغیر نماز جماعت کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

٦۔لاپروائی کی وجہ سے نماز جماعت میںشریک نہ ہونا جائز نہیں ہے۔[۲]

نماز جماعت کے شرائط:

نماز جماعت کے سلسلے میںدرج ذیل شرائط کی رعایت ضروری ہے:

۱ ماموم کو امام سے آگے کھڑا نہیں ہونا چاہیئے بلکہ احتیاط واجب کی بناء پر تھوڑا ساپیچھے کھڑا ہونا چاہیئے

جماعت کے بغیر انفرادی طور پرپڑھی جانے والی نماز کو فرادیٰ کہتے ہیں ۔

۲۔ امام جماعت کی جگہ مامومین کی جگہ سے اونچی نہیں ہونی چاہیئے ۔

۳۔ امام اور مامومین کے درمیان اور خود نمازیوں کی صفوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہیئے۔

٤۔ امام ،مامومین اور نمازیوں کی صفوں کے درمیان دیوار یا پردہ جیسی چیز مانع نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن مرد اور عورتوں کے درمیان پردہ نصب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[۳]

امام جماعت کو بالغ وعادل ہونا چاہیئے اور نماز کو صحیح طور پر پڑھنا چاہیئے ۔[٤]

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱٤۰۲.

(۲)توضیح المسائل، م ۱٤۰۱.

(۳)العروۃ الوثقی، ج ۱، ص ۷۷۷.

(٤)توضیح المسائل، م ۱٤٥۳

نماز جماعت میں شرکت کرنا (اقتدا کرنا)

ہر رکعت میں قرأت زاور رکوع کے دوران امام جماعت کی اقتداء کی جا سکتی ہے، لہٰذا اگر رکوع میں امام جماعت کی اقتداء نہ کرسکے تو دوسری رکعت میں اقتداء کرنا چاہئے اور اگر صرف رکوع میں امام جماعت کی اقتداء کرسکے تو ایک رکعت شمار ہوگی۔

نماز جماعت میںشامل ہونے کی مختلف حالتیں:

پہلی رکعت:

۱۔ قرأت کے دوران۔۔۔۔ ماموم حمدو سورہ کو پڑھے بغیر باقی اعمال کو امام جماعت کے ساتھ انجام دے۔

۲۔ رکوع میں:۔۔۔۔ رکوع اور باقی اعمال کو امام جماعت کے ساتھ انجام دے [۱]

دوسری رکعت :

۱۔ قرأت کے دوران ۔۔۔۔ماموم حمداور سورہ کو پڑھے بغیر امام کے ساتھ قنوت، رکوع اور سجدہ بجالائے اور جب امام جماعت تشہد پڑھنے لگے تو ماموم احتیاط واجب کے طور پر ذرا جھک کر بیٹھے اور امام کی نمازدو رکعتی ہونے کی صورت میں ایک رکعت کو فرادیٰ انجام دے اور نماز کو مکمل کرے اور اگر امام کی نماز تین یا چار رکعتی ہو تو اس کی دوسری رکعت میں جب کہ امام جماعت کی تیسری رکعت ہے، حمد و سورہ پڑھے (اگر چہ امام جماعت تسبیحات اربعہ پڑھ رہا ہو) اور جب امام جماعت تیسری رکعت کو ختم کر کے چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو ماموم کو دو سجدوں کے بعد تشہد پڑھنا چاہئے اور اس کے بعد کھڑا ہو کر تیسری رکعت

---

(۱)توضیح المسائل م ۱٤۲۷.

*قنوت کی حالت میں بھی اقتدا کی جا سکتی ہے اور قنوت کو امام کے ساتھ پڑھے اور یہاں پر بھی قرأت کے دوران اقتدا کرنے کی صورت میں اقتدا کرے۔

کی قرأت (تسبیحات اربعہ) کو بجالائے اور نماز کی آخری رکعت میںجب امام جماعت تشہد و سلام پھیرنے کے بعد نماز کو ختم کرے تو ماموم مزید ایک رکعت پڑھے۔[1]

۲۔ رکوع میں۔۔ رکوع امام کے ساتھ بجالائے اور باقی نماز بیان شدہ صورت میں انجام دے۔

تیسری رکعت:

۱۔قرأت کے دوران ۔۔۔چنانچہ جانتا ہو کہ اقتدا کرنے کی صورت میں حمد و سورہ یا حمد پڑھنے کا وقت ہے تو اسے حمد و سورہ یا صرف حمد پڑھنا چاہیئے اور اگر یہ جانتا ہو کہ اتنی فرصت نہیں ہے کہ حمد و سورہ یا صرف حمد پڑھ سکے تو احتیاط واجب کی بنا پر انتظار کرے تاکہ امام جماعت رکوع میں جائے اور رکوع میں ہی اس کی اقتداء کرے۔

۲۔ رکوع میں ۔۔۔۔ رکوع میں امام کی اقتدا کرنے کی صورت میں رکوع کو بجالائے اور حمد و سورہ اس رکعت کے لئے معاف ہے اور باقی نماز کو بیان شدہ صورت میں انجام دے۔[2]

چوتھی رکعت:

۱۔ قرأت کے دوران

یہاں پر تیسری رکعت میں اقتدا کی صورت کا حکم ہے۔ جب امام جماعت آخری رکعت میں تشہد و سلام کے لئے بیٹھے، ماموم اٹھ کے نماز کو فرادیٰ صورت میں انجام دے سکتا ہے، اور امام جماعت کے تشہد اور سلام پھیرنے تک جھکے رہ سکتا ہے اور اس کے بعد اٹھ کر نماز کو جاری رکھ سکتا ہے۔

۲۔ رکوع ۔۔۔۔۔ رکوع میں اقتدا کرنے والا رکوع و سجدوں کو امام کے ساتھ بجالائے (یہ امام کی چوتھی اور ماموم کی پہلی رکعت ہے) باقی نماز کو بیان شدہ صورت میں انجام دے سکتا ہے۔[3]

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱٤۳۹۔۱٤٤۰۔

(۲) توضیح المسائل م ۱٤٤۳۔۱٤٤۲ و تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ م ۵، ٦۔۸۔

(۳) توضیح المسائل م ۱٤٤۳۔۱٤٤۲ و تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۲۷۱۔ م ۵، ٦۔۸۔

سبق ۲۷ کا خلاصہ

۱۔ تمام واجب نمازیں خاص کر نماز پنجگانہ کو با جماعت پڑھنا مستحب ہے۔

۲۔ اولِ وقت میں نماز فرادیٰ پڑھنے سے تاخیر سے باجماعت نماز پڑھنا افضل ہے۔

۳۔ مختصر نماز جماعت ،طولانی فرادیٰ نماز سے بہتر ہے۔

٤۔ لاپروائی کی وجہ سے نماز جماعت میں شرکت نہ کرنا جائز نہیں ہے ۔

٥۔ کسی عذر کے بغیر نماز جماعت کو ترک کرنا سزاوار نہیں ہے۔

٦۔ امام جماعت کوبالغ وعادل ہونا چاہئے اور نماز کو صحیح طور پر پڑھنا چاہئے۔

۷۔ماموم کو امام سے آگے کھڑا نہیں ہونا چاہئے اور امام کو ماموم سے بلند تر جگہ پر کھڑا نہ ہونا چاہئے ۔

۸۔ امام اور اماموم اور نمازیوں کی صفوں کا درمیانی فاصلہ زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔

۹۔ ہر رکعت میں صرف قرأت اور رکوع میں اقتدا کی جا سکتی ہے، لہٰذا اگر رکوع میں کوئی اقتداء نہ کر سکے تو اسے بعد والی رکعت میں اقتداء کرنا چاہئے۔

سوالات:

۱۔ مندرجہ ذیل جملہ کی وضاحت کیجئے:

"لاپروائی کی وجہ سے نماز جماعت میں شرکت نہ کرنا جائز نہیں ہے۔"

۲۔ کس صورت میں چار رکعتی نماز میں چار بار تشہد پڑھا جا سکتا ہے؟

۳۔ نماز جماعت میں واجبات نماز میں سے کس واجب کو ماموم نہیں پڑھتا؟

٤۔ نماز مغرب کی دوسری رکعت میں امام کا اقتدا کرنے کی صورت میں ماموم باقی نماز کو کیسے جاری رکھے گا؟

٥۔ عدالت کی وضاحت کیجئے؟

سبق نمبر۲۸

نماز جماعت کے احکام

۱۔ اگر امام جماعت نماز یومیہ میں سے کسی ایک کے پڑھنے میں مشغول ہوتو ماموم نماز یومیہ کی کسی دوسری نماز کی نیت سے اقتدا کرسکتا ہے، چنانچہ اگر امام، عصر کی نماز پڑھنے میں مشغول ہوتو ماموم ظہر کی نماز کے لئے اقتدا کرسکتا ہے، یا اگر ماموم نے ظہر کی نماز پڑھی ہو اور اس کے بعد جماعت شروع ہوجائے تو امام کی ظہر کے ساتھ ماموم نماز عصر کے لئے اقتداء کرسکتا ہے۔[۱]

۲۔ ماموم اپنی قضا نمازوں کو امام کی ادا نمازوں کے ساتھ اقتدا کرسکتا ہے، اگرچہ یہ قضا نمازیں دوسری ہوں، مثلاً امام جماعت ظہر کی نماز میں مشغول ہے تو ماموم اپنی صبح کی قضا نماز کیلئے اقتدا کرسکتا ہے۔[۲]

۳۔ نماز جمعہ اور نماز عید فطر و عید قربان کے علاوہ نماز جماعت ایک آدمی کے امام اوردوسرے کے ماموم بننے کی صورت میں کم از کم دو افراد سے قائم ہوسکتی ہے۔[۳]

---

(۱)توضیح المسائل،م۱٤۰۸

(۲)تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ٢٦٥،م ۱، العروۃ الوثقیٰ، ج ۱ ص ٧٦٥، م۳.

(۳)العروۃ الوثقیٰ، ص ٧٦٦،م۸

٤۔ نماز استسقاء کے علاوہ کوئی بھی مستحب نماز؛جماعت کے صورت میں نہیں پڑھی جاسکتی ۔[۱]

نماز جماعت میں ماموم کا فریضہ:

۱۔ ماموم کو امام سے پہلے تکبیرۃ الاحرام نہیں کہنا چاہئے، بلکہ احتیاط واجب ہے کہ جب تک امام تکبیر کو تمام نہ کرے ماموم تکبیر نہ کہے۔[۲]

۲۔ ماموم کو حمد وسورہ کے علاوہ نماز کی تمام چیزیں خود پڑھنی چاہئے لیکن اگر ماموم کی پہلی یا دوسری رکعت اور امام کی تیسری یا چوتھی رکعت ہوتو ماموم کو حمدو سورہ پڑھنا چاہئے۔[۳]

امام جماعت کی پیروی کرنے کا طریقہ:

الف: تکبیرۃ الاحرام کے علاوہ نماز میں پڑھی جانے والی چیزوں، جیسے حمد، سورہ، ذکر اور تشہد کو امام سے آگے یا پیچھے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ب: اعمال ، جیسے رکوع، رکوع اور سجدہ سے سر اٹھانے میں امام پر سبقت کرنا جائز نہیں ہے، یعنی امام سے پہلے رکوع یا سجدہ میں نہیں جانا چاہئے یا امام سے پہلے رکوع یا سجدہ سے سر نہیں اٹھانا چاہئے لیکن امام سے پیچھے رہنے میں اگر زیادہ تاخیر نہ ہوتو کوئی حرج نہیں۔[٤]

---

(۱) العرتہ الوثقیٰ، ج۱، ص٧٦٤م٢

(۲) توضیح المسائل، م ۱۳٦٧

(۳) توضیح المسائل، م ۱٤٦۱

(٤) توضیح المسائل، م ۱٤٦٧ ۔ ۱٤٦٩ ۔ ۱٤٧٠ العروۃ الوثقیٰ ج، ۱ ص ٧٨٥.

مسئلہ: امام جماعت کے رکوع میںہونے کی صورت میں ماموم کے اقتدا کرنے کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں:

*امام کے ذکر رکوع کو ختم کرنے سے پہلے ماموم رکوع میں پہنچتا ہے۔اس کی باجماعت نماز صحیح ہے۔

*امام کے ذکر رکوع کو تمام کرنے لیکن رکوع سے بلند ہونے سے پہلے ماموم رکوع میں پہنچتا ہے۔۔ اس کی باجماعت نماز صحیح ہے۔

ماموم رکوع میں جاتا ہے لیکن امام کے ساتھ رکوع نہیں بجا لاسکتا ہے۔۔ اس کی نماز فرادیٰ صحیح ہے، اسے تمام کرے۔

اگر ماموم، بھولے سے قبل از امام:

۱۔ رکوع میں جائے۔

واجب ہے پلٹ کر امام کے ساتھ دوبارہ رکوع میں جائے **

۲۔ رکوع سے اٹھے۔

دوبارہ رکوع میں جائے اور امام کے ساتھ رکوع سے سر اٹھائے۔یہاں پر رکوع کا زیادہ ہونا اگرچہ رکن ہے، لیکن نماز کو باطل نہیں کرتا۔

۳۔ سجدہ میں جائے۔

واجب ہے سجدہ سے سر اٹھا کر دوبارہ امام کے ساتھ سجدہ بجالائے ۔

٤۔ سجدہ سے سر اٹھائے ۔

دوبارہ سجدہ میں جائے۔[۱]

اگر ماموم کی جگہ امام سے بلند ہو البتہ قدیم زمانہ کی متعارف حد میں بلند ہو، مثال کے طور پر امام مسجد کے صحن میں ہو اور ماموم مسجد کی چھت پر، تو کوئی حرج نہیں ، لیکن اگر آج کل کی چند منزلہ عمارتوں کی چھت پر ہو تو اشکال ہے۔[۲]***

---

(۱) العروۃ الوثقیٰ، ج ۱، ص ۷۸٦، م ۱۲.(۲) توضیح المسائل، م ۱٤۱٦

*(خوئی اراکی) اس کی نماز باطل ہے(مسئلہ ٤۳٦) (گلپائیگانی) جماعت باطل ہے لیکن اس کی نماز صحیح ہے(مسئلہ ۱٤۳٦)

**(گلپائیگانی) احتیاط کے طور پر کھڑے ہو کر امام جماعت کے ساتھ رکوع میںجائے(العروۃ الوثقیٰ، ج ۱، ص ۷۸٦)

***(گلپائیگانی و خوئی) اگر ماموم کی جگہ امام سے بلند تر ہو تو حرج نہیں ہے لیکن اگر اس قدر بلند ہو کہ جماعت نہ کہا جائے تو جماعت صحیح نہیں ہے۔ (مسئلہ ۱٤۲٥)

نماز جماعت کے بعض مستحبات اور مکروہات:

۱۔ مستحب ہے امام جماعت صف کے سامنے وسط میں کھڑا ہو اور اہل علم، کمال وتقویٰ پہلی صف میںکھڑے ہو ں۔

۲۔ مستحب ہے نماز جماعت کی صفیں، مرتب اور منظم ہوں اور صف میں کھڑے افراد کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔

۳۔ نمازیوں کی صفوں میں جگہ ہونے کی صورت میں تنہا صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

٤۔ مکروہ ہے، ماموم نماز کے ذکر ایسے پڑھے کہ امام جماعت سن سکے ۔[۱]

---

(۱) توضیح المسائل ص ۱۹۷ ۔ ۱۹۸

سبق: ۲۸ کا خلاصہ

۱۔ نمازِ استسقاء کے علاوہ کوئی مستحب نماز باجماعت پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

۲۔یومیہ نمازوں میں سے کسی بھی نماز کی امام جماعت کی دوسری نمازوں کے ساتھ اقتدا کی جاسکتی ہے۔

۳۔ قضا نمازوں کو بھی جماعت سے پڑھا جاسکتا ہے۔

٤۔ نماز جمعہ، نماز عید فطر اور نماز عید قربان کے علاوہ دیگر نمازوں کو کم از کم دو افراد پر مشتمل جماعت تشکیل دی جاسکتی ہے۔

۵۔ امام جماعت کی پیروی کرنے کا طریقہ:

*(اقوال میں (پڑھنے کی چیزوں میں)

تکبیرۃ الاحرام: امام سے پہلے یا امام کے ساتھ نہ کہی جائے

تکبیرۃ الاحرام کے علاوہ: امام سے آگے یا پیچھے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

*افعال میں۔۔۔ سبقت کرنا۔۔ جائز نہیں ۔

پیچھے رہنا۔۔ اگر زیادہ فاصلہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

٦۔ اگر ماموم رکوع میں امام سے ملحق ہوجائے، اگرچہ امام ذکر رکوع تمام کرچکا ہو تو جماعت صحیح ہے۔

۷۔ اگر غلطی سے امام سے پہلے:

*۔ماموم رکوع میں چلاجائے ۔۔ پلٹ کر دوبارہ امام جماعت کے ساتھ رکوع میں جائے۔

*رکوع سے کھڑا ہوجائے۔۔ پھر سے رکوع میں جائے۔

*سجدہ میں جائے۔۔۔۔واجب ہے سر کو بلند کرکے دوبارہ امام کے ساتھ سجدہ میں جائے۔ اگر نہ اٹھے نماز صحیح ہے۔

*سجدہ سے سر کو اٹھائے۔۔۔ دوبارہ سجدہ میں جائے ۔

۸۔ اگر ماموم کی جگہ امام سے بلند ہو تو کوئی حرج نہیں ۔

سوالات:

۱۔ کیا مسافر، جس کی نماز قصر ہے امام جماعت کی ظہر کی نماز کی آخری دو رکعتوں میں اپنی نماز عصر کی نیت سے اقتدا کر سکتا ہے؟

۲۔ کیا ماموم امام جماعت سے پہلے رکوع اور سجدہ میں جا سکتا ہے؟

۳۔ اگر ماموم کو سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد معلوم ہو جائے کہ امام ابھی سجدہ میں ہے تو اس کا فرض کیا ہے؟

٤۔ اگر ماموم نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں غلطی سے قنوت پڑھنے سے پہلے رکوع میں جائے تو اس کا فرض کیا ہے؟

٥۔ کون سی مستحب نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے؟

سبق نمبر۲۹

نماز جمعہ و نماز عید

نماز جمعہ:[۱]

مسلمانوں کے ہفتہ وار اجتماعات میں سے ایک نماز جمعہ ہے اور نماز گزار جمعہ کے دن نماز ظہر کی جگہ پر جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں ۔[۲]*

نماز جمعہ کی اہمیت:

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ، نماز جمعہ کی اہمیت کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

"نماز جمعہ اور اس کے دو خطبے، حج اور نماز عید فطر و عید قربان کی طرح مسلمانوں کے عظیم مراسم میں سے ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان اس سیاسی عبادت کے فرائض سے غافل ہیں ،جبکہ ایک انسان اسلام کے بارے میں ملکی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی مسائل کے سلسلے میں معمولی مطالعہ سے سمجھ سکتا ہے کہ اسلام دین سیاست ہے اور جو دین کو سیاست سے جدا جانتا ہے وہ ایک ایسا نادان ہے جو نہ دین کو

---

(۱) نماز جمعہ کی بحث آیت ...گلپائیگانی کے رسالہ اور وسیلۃ النجاۃ کے حاشیہ میں نہیں آئی ہے لیکن مجمع المسائل سے مطابقت کی گئی ہے.

(۲) تحریر الوسیلہ ص ۲۳۱،م ۱

*(گلپائیگانی) بنابر احتیاط واجب نماز ظہر کو بھی پڑھے۔ (مجمع المسائل، ج ۱، ص ۲۵۱)

پہچان سکا ہے اور نہ سیاست کو"۔[۱]

نماز جمعہ کی کیفیت:

واجبات:

نماز جمعہ صبح کی نماز کی طرح دو رکعت ہے، لیکن اس میں دو خطبے ہیں، جنھیں امام جمعہ نماز سے قبل بیان کرتا ہے۔

مستحبات:

۱۔ امام جمعہ کا حمد اور سورہ کو بلند آواز سے پڑھنا*

۲۔ امام جمعہ کا پہلی رکعت میں حمد کے بعد سورہ جمعہ پڑھنا۔

۳۔ امام جمعہ کا دوسری رکعت میں حمد کے بعد سورہ منافقون پڑھنا۔

٤۔ اور دوسرا قنوت دوسری رکعت میں رکوع کے بعد۔[۲]

نماز جمعہ کے شرائط:

۱۔ نماز جماعت کے تمام شرائط نماز جمعہ میں بھی ہیں۔**

۲۔ نماز جمعہ باجماعت پڑھی جانی چاہیئے لہذا فرادیٰ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

۳۔ نماز جمعہ کو قائم کرنے کے لئے کم از کم پانچ افراد کا ہونا ضروری ہے، یعنی ایک امام اور چار ماموین۔

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ٤ ۲۳، م ۹

(۲) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۱۳۲، الثانی

*(گلپائیگانی۔ اراکی) احتیاط واجب ہے کہ نماز جمعہ میں حمد و سورہ کو بلند آواز سے پڑھے مسئلہ ۱٤۸٤

** نماز جماعت کے شرائط سبق نمبر ۲۷ میں بیان کئے گئے ہیں۔

٤۔ دونماز جمعہ کے درمیان کم از کم ایک فرسخ کا فاصلہ ہونا چاہئے۔ *[۱]

خطبے پڑھتے وقت امام جمعہ کے فرائض:

۱۔ حمدوثنائے الٰہی بجالائے۔

۲۔ پیغمبر اسلام ﷺ اور ائمہ اطہار علیہم السلام پر درود بھیجے۔

۳۔ لوگوں کو تقوائے الٰہی اور گناہوں سے دوری کی تاکید کرے۔

٤۔ قرآن مجید کے ایک چھوٹے سورہ کو پڑھے۔

۵۔ مؤمن مردو خواتین کے لئے مغفرت کی دعا کرے۔ **

اور سزاوار ہے کہ درج ذیل مطالب بھی بیان کرے۔ ***

مسلمانوں کی دنیوی واخروی ضرورتیں۔

*دنیا میں پیش آنے والے حالات جو مسلمانوں کے نفع ونقصان کے بارے میں ہوں، سے لوگوں کو آگاہ کرنا۔

*لوگوں کو سیاسی اور اقتصادی مسائل سے آگاہ کرے،جن کا ان کی آزادی میں عمل اوردخل ہو اور دیگر ملتوں اور اقوام سے برتائو کے طریقہ کار کو بیان کرے۔

* مسلمانوں کو ستمگر اور سامراجی حکومتوں کی طرف سے ان کے سیاسی واقتصادی معالات میں اپنا الوسیدھا کرنے کے لئے دخل اندازی کے بارے میں آگاہ کرے۔[۲]

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۲۳۲، الثانی.

(۲) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۲۳۳ و ۲۳٤، م ۷-۸۰۰-۹.

*ایک فرسخ۔ساڑھے پانچ کلومیٹر شرعی.

** ان میں سے بعض مسائل فتویٰ ہیں، بعض احتیاط واجب اور بعض دونوں خطبوں سے مربوط ہیں اور بعض ایک ہی خطبہ سے مربوط ہیں۔

*** یہ حصہ امام خمینی کی کتاب تحریر الوسیہ سے نقل کیا گیا ہے۔

نماز جمعہ پڑھنے والوں کا فرض:

۱۔ احتیاط واجب کے طور پر خطبے سننا۔

۲۔ احتیاط مستحب ہے کہ خطبوں کے دوران باتیں کرنے سے پرہیز کیا جائے اگر باتیںکرنا خطبوں کی افادیت ختم ہونے یا خطبے نہ سننے کا سبب بنے تو باتیں نہ کرنا واجب ہے۔

۳۔ احتیاط مستحب ہے کہ خطبہ سننے والے خطبوں کے دوران امام کی طرف رخ کرکے بیٹھیں اور خطبوںکے دوران فقط اس قدر ادھر ادھر دیکھ سکتے ہیں جتنی کہ نماز کے دوران اجازت ہے۔[۱]

نماز عید

عید فطر اور عید قربان کے دن نماز عید پڑھنا مستحب ہے۔

نماز عید کا وقت:

۱۔ سورج چڑھنے کے وقت سے ظہر تک نماز عید کا وقت ہے۔[۲]

۲۔ مستحب ہے عید قربان کی نماز سورج چڑھنے کے بعد پڑھی جائے۔

۳۔ مستحب ہے عید فطر کے دن، سورج چڑھنے کے بعد افطار کیا جائے اس کے بعد زکات فطرہ زدے ٭٭پھر نماز عید پڑھے ۔[۳]

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱ ص ۳۳۵، م ١٤

(۲)توضیح المسائل، م ۱۵۱۷.

(۳)توضیح المسائل، م ۱۵۱۸

٭کات فطرہ ایک مالی واجب ہے اور اسے عید فطر کے دن ادا کرنا چاہیئے سبق ٣٤ ملا خطہ ہو)

٭٭(گلپائیگانی) عید فطر کے دن مستحب ہے کہ سورج چڑھنے کے بعد افطار کرے نیز احتیاط لازم زکات فطرہ بھی نکالے یاجدا کرکے رکھدے اس کے بعد نماز عید فطرپڑھے.
(مسئلہ ۱۵۲۷)

نماز عید کی کیفیت:

۱۔ عید فطر اور عید قربان کی نماز دو رکعت ہے، اس میں نو قنوت ہیں اور حسب ذیل طریقہ سے پڑھی جاتی ہے:

*پہلی رکعت میں حمد و سورہ کے بعد پانچ تکبریں پڑھی جاتی ہیں اور ہر تکبیر کے بعد ایک قنوت پڑھا جاتا ہے اور پانچویں قنوت کے بعد ایک اور تکبیر پڑھ کے رکوع اور دو سجدے کئے جاتے ہیں۔

دوسری رکعت میں حمد و سورہ کے بعد چار تکبیریں کہی جاتی ہیں اور ہر تکبیر کے بعد ایک قنوت پڑھا جاتا ہے اور چوتھے قنوت کے بعد ایک اور تکبیر پڑھ کے رکوع، سجود، تشہد و سلام پڑھ کے نماز تمام کی جاتی ہے۔

* نماز عید کے قنوتوں میں کوئی بھی دعا یا ذکر پڑھا جائے، کافی ہے، لیکن بہتر ہے ثواب کی امید سے مندرجہ ذیل دعا پڑھی جائے:

"اَللّٰهُمَّ اَهْلَ الْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَةِ وَاَهْلَ الْجُوْدِوَالْجَبَرُوْتِ وَاَهْلَ الْعَفْوِ وَالرَّحْمَةِ وَ اَهْلَ التَّقْوٰى وَالْمَغْفِرَةِ، اَسْئَلُكَ بِحَقِّ هٰذَا الْيَوْمِ الَّذِىْ جَعَلْتَهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ عِيْداً، وَّلِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ ذُخْراً وَّشَرَفاً وَّ كَرَامَةً وَّمَزِيْداً، اَنْ تُصَلِّىَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ، وَاَنْ تُدْخِلَنِى فِى كُلِّ خَيْرٍ اَدْخَلْتَ فِيْهِ مُحَمَّداًوَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ، وَاَنْ تُخْرِجَنِى مِنْ كُلِّ سُوْءٍ اَخْرَجْتَ مِنْهُ مُحَمَّداً وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ، اَللّٰهُمَّ نِّى اَسْئَلُكَ خَيْرَ مَا سَئَلَكَ بِهِ عِبَادُكَ الصَّالِحُوْنَ، وَ اَعُوْذُبِكَ مِمَّا اسْتَعَاذَ مِنْهُ عِبَادُكَ المُخْلَصُوْن"

سبق ۲۹ کا خلاصہ

۱۔ نماز جمعہ، جمعہ کے دن ظہر کی نماز کے بدلے میں پڑھی جاتی ہے۔

۲۔ نماز جمعہ دو رکعت ہے اور نماز سے پہلے دو خطبے پڑھنا واجب ہیں۔

۳۔ نماز جمعہ کے شرائط حسب ذیل ہیں:

* نماز جماعت کے تمام شرائط۔

* اسے جماعت میں ہی پڑھا جاسکتا ہے۔

* نماز جمعہ قائم کرنے کیلئے کم از کم پانچ آدمی کا ہونا ضروری ہے۔

* دو نماز جمعہ کے درمیان کم از کم فاصلہ ایک فرسخ ہونا چاہیئے۔

٤۔ خطیب جمعہ کو چاہیئے خطبہ کے ضمن میں حمد و ثنائے الٰہی اور پیغمبر اسلام ﷺ اور ائمہ اطہار پر درود و سلام کے علاوہ لوگوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کی تاکید کرے، اور قرآن مجید کے ایک چھوٹے سورہ کی تلاوت کرے۔

٥۔ احتیاط واجب کی بنا پر ماموین کو خطبے سننے چاہیئے اور مستحب ہے خطبوں کے دوران باتیں کرنے سے پرہیز کرے۔

٦۔ نماز عید دو رکعت ہے اور اس میں نو قنوت ہیں۔

۷۔ نماز عید کی پہلی رکعت میں حمد کے بعد پانچ قنوت اور چھ تکبیریں اور دوسری رکعت میں چار قنوت اور پانچ تکبیریں پڑھی جاتی ہیں۔

سوالات :

۱۔ نماز ظہر اور نماز جمعہ میں کیا فرق ہے؟ ایک ایک کرکے بیان کیجئے؟

۲۔ نماز جمعہ میں کم از کم کتنے مأموین ہونے چاہئے؟

۳۔ گزشتہ درسوں کا مطالعہ کرکے امام جماعت کے شرائط جو درحقیقت امام جمعہ کے لئے بھی شرائط، میں بیان کیجئے؟

٤۔ امام خمینی کی نظر میں دین کو سیاست سے جدا جاننے والا شخص کیسا انسان ہے؟

٥۔ نماز عید میں کتنی تکبیریں اور کتنے قنوت ہیں؟

سبق نمبر۳۰

نماز آیات اور مستحب نمازیں

نماز آیات:

واجب نمازوں میں سے ایک "نماز آیات" بھی ہے جو بعض آسمانی یا زمینی حوادث رونما ہونے کے سبب واجب ہوتی ہے، جیسے:

* زلزلہ

*چاند گہن

* سورج گہن

*۔بجلی گرنے اور زرد و سرخ طوفان اور اس طرح کے دوسرے حوادث، اگر اکثر لوگو میں خوف و حشت *[۱] کا سبب بنیں۔

نماز آیات کی کیفیت

۱۔نماز آیات دو رکعت ہے اور ہر رکعت میں پانچ رکوع ہیں۔

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۴۹۱.

*(گلپائیگانی) ان پر آیت (غیر عادی) صدق آنے کی صورت میں اگر کوئی خوف و وحشت بھی نہ کرے تو بھی نماز آیات واجب ہے.(مسئلہ ۱۵۰۰)

۲۔ نماز آیات میں ، ہر رکوع سے پہلے سورہ حمد اور قرآن مجید کا کوئی دوسرا سورہ پڑھا جاتا ہے، لیکن ایک سورہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ہر رکوع سے پہلے اس کا ایک حصہ بھی پڑھا جاسکتا ہے، اس طرح دو رکعتوں میں دو حمد اور دو سورے پڑھے جاسکتے ہیں۔

ذیل میں سورہ توحید کو پانچ حصوں میں تقسیم کرکے پڑھنے کی صورت میں نماز آیات کی کیفیت بیان کرتے ہیں :

پہلی رکعت:

سورہ حمد کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کے ۔۔۔رکوع

قل هوالله احد ۔۔۔۔۔۔۔رکوع

الله الصمد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رکوع

لم يلد ولم يولد۔۔۔۔۔۔۔رکوع

ولم يكن له كفواً احد۔۔۔۔رکوع

اس کے بعد نماز گزار سجدے بجالاکر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوجاتا ہے۔

دوسری رکعت:

دوسری رکعت کو بھی پہلی رکعت کی طرح بجالاکر تشہد اور سلام پڑھنے کے بعد نماز کو تمام کیا جاتا ہے۔[۱]

نماز آیات کے احکام:

۱۔ اگر نماز آیات کے اسباب میں سے ایک سبب کسی ایک شہر میں واقع ہوجائے تو اسی شہر کے لوگوں کو نماز آیات پڑھنا چاہئے اور دوسری جگہوں کے لوگوں پر واجب نہیں ہے۔[۲]

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۵۰۸ (۲) توضیح المسائل، م ۱۴۹۴

۲۔ اگر ایک رکعت میں پانچ حمد وپانچ سورے پڑھے جائیں اور دوسری رکعت میں ایک حمد اور سورہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کرکے پڑھا جائے تو صحیح ہے۔[۱]

۳۔ مستحب ہے دوسرے، چوتھے، چھٹے، آٹھویں اور دسویں رکوع سے پہلے قنوت پڑھا جائے۔ اور اگر دسویں رکوع سے پہلے ایک ہی قنوت پڑھا جائے تو بھی کافی ہے۔[۲]

٤۔ نماز آیات کا ہر رکوع، رکن ہے اور اگر عمداًیا سہواًکم یازیادہ ہوجائے تو نماز باطل ہے۔[۳]

٥۔ نماز آیات جماعت کے ساتھ بھی پڑھی جاسکتی ہے اور اس صورت میں حمد وسورہ کو صرف امام جماعت پڑھتا ہے۔[٤]

مستحب نمازیں

۱۔ مستحب نماز کو "نافلہ" کہتے ہیں۔

۲۔ مستحب نمازیں بہت زیادہ ہیں، اس کتاب میں ان سب کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا ان میں سے بعض کو ان کی اہمیت کے پیش نظر بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:[٥]

نماز شب

نماز شب ۱۱ رکعتیں ہیں جو حسب ذیل طریقے سے پڑھی جاتی ہیں:

دو رکعتیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نافلۂ شب کی نیت سے

دو رکعتیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نافلۂ شب کی نیت سے

دو رکعتیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نافلۂ شب کی نیت سے

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۵۰۹

(۲) توضیح المسائل م ۱۵۱۲

(۳) توضیح المسائل، م۱۵۱۵

(٤) العروۃ الوثقی، ج ۱، ص ۷۳۰، م ۱۳

(٥) توضیح المسائل، م ۷٦٤

دو رکعتیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نافلۂ شب کی نیت سے

دو رکعتیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نافلۂ شفع کی نیت سے

ایک رکعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نافلۂ وتر کی نیت سے[1]

نماز شب کا وقت :

۱۔ نماز شب کا وقت نصف شب سے صبح کی اذان تک ہے، بہتر ہے صبح کے نزدیک پڑھی جائے۔[2]

۲۔ مسافر اور جس کے لئے نصف شب کے بعد نماز شب پڑھنا مشکل ہو، وہ نصف شب سے پہلے بھی پڑھ سکتا ہے۔[3]

روزمرہ نمازوں کے نوافل:

روزانہ پڑھی جانے والی ۱۷ رکعتیں واجب نمازوں کے ساتھ ۲۳ رکعتیں نافلہ ہیں جن کا پڑھنا مستحب ہے ، ان میں صبح کی دو رکعت نافلہ بھی ہے جسے نماز صبح سے پہلے پڑھا جاتا ہے، اور اس کے بہت ثواب ہیں۔ *

نماز غفیلہ:

ایک اور مستحبی نماز "غفیلہ"ہے ، اسے نماز مغرب کے بعد پڑھا جاتا ہے۔

---

(۱)توضیح المسائل، م ۷٦٥

(۲)توضیح المسائل، م ۷۷۳

(۳)توضیح المسائل، م ۷۷٤

*روزمرہ نافلہ نمازوں کی کیفیت اور ان کے وقت کے بارے میں توضیح المسائل کے مسئلہ نمبر ۷٦٤ اور ۷٦۸ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

نماز غفیلہ کی کیفیت:

نماز غفیلہ دو رکعت ہے، اس کی پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ کے بجائے درج ذیل آیت پڑھی جاتی ہے[1]:

۱۔"وَذَالنُونِ اِذْذَّهَبَ مُغٰاضِباً فَظَنَّ اَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادىٰ فِي الظُّلُمٰاتِ اَنْ لٰااِلٰهَ اِلّٰاَ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنّی کُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِينَ فَاستَجَبْنٰا لَهُ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنينَ"

۲۔ اور دوسری رکعت میں حمد کے بعد سورہ کی جگہ پر درج ذیل آیت پڑھی جاتی ہے:

"وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لاٰيَعْلَمُهٰااِلاّٰ هُوَوَيَعْلَمُ مٰا فِی الْبَرّ وَ الْبَحْرِ وَمٰا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ اِلاّ يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِی ظُلُمٰاتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يٰابِسٍ اِلّٰا فِی کِتٰابٍ مُّبِينٍ"

اور اس کے قنوت میں یہ دعا پڑھی جائے:

"اَللّٰهُمَّ اِنّی اَسأَلُکَ بِمَفَاتِيحِ الْغَيْبِ الّتِی لاٰ يَعْلَمُهَا اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُصَلّيَ عَلَى مَحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ اَنْ تَغْفِرَلی ذُنُوبی *اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَلِیُّ نِعْمَتِی وَالْقٰادِرُ عَلَى طَلِبَتِی تَعْلَمُ حاجَتِی فَأَسْأَلُکَ بِحَقّ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمُ السَّلاٰمُ لَمَّا قَضَيْتَهَا لِی".

---

(۱) توضیح المسائل، ۷۷۵.

* جملہ "ان تغفرلی ذنوبی" کی جگہ پر کوئی دوسری حاجت بھی طلب کی جا سکتی ہے۔

سبق ۳۰ کا خلاصہ

۱۔ اگر زلزلہ آئے یا چاند گہن یا سورج گہن لگ جائے، تو نماز آیات واجب ہوتی ہے۔

۲۔ اگر بجلی گرے یا زردو سرخ طوفان آئے اور اکثر لوگ خوف و وحشت کا احساس کریں، تو نماز آیات واجب ہوجاتی ہے۔

۳۔ نماز آیات دو رکعت ہے اور ہر رکعت میں پانچ رکوع ہیں۔

٤۔ نماز آیات کی ہر رکعت میں پانچ حمد اور مکمل پانچ سورے پڑھے جاسکتے ہیں یا کسی ایک سورہ کو پانچ حصوں میںتقسیم کرکے ہر رکوع سے پہلے اس کا ایک حصہ پڑھا جاسکتا ہے۔

٥۔ اگر کسی شہر میں نماز آیات کے اسباب میںسے کوئی سبب واقع ہوجائے تو اسی شہر کے لوگوں پر نماز آیات واجب ہوتی ہے۔

٦۔ نماز آیات کا ہر ایک رکوع، رکن ہے اور کم یا زیادہ ہونے سے نماز باطل ہوتی ہے۔

۷۔ نماز آیات کو باجماعت بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

۸۔ مستحبی نمازوں میںنماز شب، غفیلہ اور روزمرہ نمازوں کے نافلہ شامل ہیں۔

سوالات:

۱۔ کیا آپ اس کی وضاحت کر سکتے ہیں کہ نماز زلزلہ اور اس جیسی نماز کو کیوں نماز آیات کہتے ہیں؟

۲۔ نماز آیات میں کتنے رکوع اور کتنے قنوت ہیں؟

۳۔ شاگردوں میں سے کوئی ایک شاگرد کلاس میں ایک قرآن مجید کے سورہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے نماز آیات کو پڑھے۔

٤۔ نماز آیات میں اول سے آخر تک کل کتنے ارکان ہیں؟

٥۔ کیا کسی ایک رکعتی نماز کا نام لے سکتے ہو؟

٦۔ روزانہ نافلہ اور نماز شب کی رکعتوں کی تعداد کیا ہے؟ اور واجب نمازوں کی رکعتوں سے کیا مناسبت رکھتی ہیں۔

سبق نمبر ۳۱

روزہ

روزہ کی تعریف:

اسلام کے واجبات اور انسان کی خود سازی کے سالانہ پروگرام میں سے ایک، روزہ ہے، اذان صبح سے مغرب تک حکم خدا کو بجالانے کے لئے کچھ کام انجام دینے (جن کی وضاحت بعدمیں آئے گی) سے پرہیز کرنے کو روزہ کہتے ہیں، احکام روزہ سے آگاہ ہونے کے لئے پہلے اس کی اقسام کو جاننا ضروری ہے۔

روزہ کی قسمیں

۱۔ واجب

۲۔ حرام

۳۔ مستحب

٤۔ مکروہ

واجب روزے:

درج ذیل روزے واجب ہیں:

* ماہ مبارک رمضان کے روزے۔

*قضا روزے

کفارے کے روزے

*نذر کی بنا پر واجب ہونے والے روزے۔

* باپ کے قضا روزے جو بڑے بیٹے پر واجب ہوتے ہیں۔[1]**

بعض حرام روزے:

* عید فطر (اول شوال) کو روزہ رکھنا۔

*عید قربان (۱۰ ذی الحجہ) کو روزہ رکھنا۔

* اولاد کا مستحبی روزہ والدین کے لئے اذیت کا سبب بنے۔

* (احتیاط واجب کی بناپر)[2] اولاد کا مستحبی روزہ رکھنا جب کہ اس کے والدین نے منع کیا ہو۔

مستحب روزے:

حرام اور مکروہ روزہ کے علاوہ سال کے تمام ایام، میں روزہ رکھنا مستحب ہے، البتہ بعض مستحب روزوں کی زیادہ تاکید اور سفارش کی گئی ہے۔

جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

*ہر جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھنا۔

---

(۱)العروہ الوثقی، ج ۲، ص ۲٤۰ اور توضیح المسائل،م ۱۳۹۰

(۲)توضیح المسائل، م ۱۷٤۲تا ۱۷٤۲

*قضا اور کفارہ کے روزوں کی وضاحت آگے آئے گی۔

** (اراکی)ماں کے قضا روزے (مسئلہ ۱۳۸۲) (گلپائیگانی)احتیاط واجب کی بناپر، ماں کے قضا روزے بھی اس پر واجب ہیں(مسئلہ ۱۳۹۹)

*عید مبعث کے دن (۲۷ ماہ رجب) کو روزہ رکھنا۔

عید غدیر(۱۸ذی الحجہ) کو روزہ رکھنا۔

*عید میلاد النبی (۱۷ ربیع الاول) کو روزہ رکھنا۔

*عرفہ کے دن (۹ذی الحجہ) اس شرط پر کہ روزہ رکھنا اس دن کی دعاؤں سے محرومیت کا سبب نہ بنے۔

*پورے ماہ رجب اور ماہ شعبان میں روزہ رکھنا۔

*ہرماہ کی ۱۳، ۱٤ اور ۱٥ تاریخ کو روزہ رکھنا۔[۱]

مکروہ روزے:

*مہمان کا میزبان کی اجازت کے بغیر مستحبی روزہ رکھنا۔

*مہمان کا میزبان کے منع کرنے کے باوجود مستحبی روزہ رکھنا ۔

*فرزند کا باپ کی اجازت کے بغیر مستحبی روزہ رکھنا۔

*عاشورہ کے دن کا روزہ۔

*عرفہ کے دن کا روزہ اگر اس دن کی دعا کے لئے روزہ رکاوٹ بن جائے۔

*اس دن کا روزہ کہ نہیں جانتا ہو عرفہ ہے یا عید قربان ۔[۲]

روزہ کی نیت :

۱ ۔ روزہ ایک عبادت ہے اسے خدا کے حکم کی تعمیل کے لئے بجالانا چاہیئے۔[۳]

---

(۱)توضیح المسائل، م۱۷٤۸

(۲)توضیح المسائل، م۱۷٤۷

(۳)توضیح المسائل، م۱۵۵۰

۲۔ انسان ماہ رمضان کی ہر رات کو کل کے روزہ کے لئے نیت کرسکتا ہے۔ بہتر ہے ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کی رات کو پورے مہینے کے روزوں کیلئے ایک ساتھ نیت کرلے۔[۱]

۳۔ واجب روزوں میں روزہ کی نیت کو کسی عذر کے بغیر صبح کی اذان سے زیادہ تاخیر میں نہیںڈالنا چاہئے۔[۲]

٤۔ واجب روزوں میں اگر کسی عذر کی وجہ سے، جیسے فراموشی یا سفر، کی وجہ سے روزہ کی نیت نہ کی ہو اور ایسا کوئی کام بھی انجام نہ دیا ہوکہ جو روزہ کو باطل کرتا ہے، تو وہ ظہر تک روزہ کی نیت کرسکتا ہے۔[۳]

٥۔ ضروری نہیں ہے کہ روزہ کی نیت کو زبان پر جاری کیا جائے بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ خداوند عالم کے حکم کی تعمیل کے لئے صبح کی اذان سے مغرب تک روزہ کو باطل کرنے والا کوئی کام انجام نہ دے ۔[٤]

سبق ۳۱ کا خلاصہ

۱۔ روزہ کا وقت صبح کی اذان سے، مغرب تک ہے۔

۲۔ رمضان المبارک کے روزے، قضا روزے، کفارے اور نذر کے روزے ،واجب روزے ہیں۔

۳۔ باپ کے قضا روزے، اس کی موت کے بعد بڑے بیٹے پر واجب ہیں۔

٤۔ عید فطر اور عید قربان کے روزے اور فرزند کے ایسے مستحبی روزے جن سے اس کے ماں باپ کو تکلیف پہنچے، حرام ہیں۔

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱٥٥۰.

(۲) توضیح المسائل، م ۱٥٥٤۔ ۱٥٦۱

(۳) توضیح المسائل م،۱٥٥٤۔ ۱٥٦۱

(٤) توضیح المسائل م ۱٥٥۰

۵۔پورے سال میں حرام اور مکروہ روزوں کے علاوہ روزہ رکھنا مستحب ہے لیکن بعض دنوں کے بارے میں تاکید کی گئی ہے۔ منجملہ:

ہر جمعرات وجمعہ۔

عید میلاد النبی ﷺ اور عید مبعث۔

۹اور۱۸ ذی الحجہ(عرفہ اور عید غدیر)

باپ کی اجازت کے بغیر فرزند کا مستحبی روزہ مکروہ ہے۔

ماہ مبارک رمضان میں ہر رات کو کل کے روزہ کے لئے نیت کی جاسکتی ہے لیکن بہتر ہے ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کی پہلی رات کو پورے ایک ماہ کے روزوں کی نیت کی جائے۔

سوالات :

۱۔ مندرجہ ذیل دنوں میں روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے:دسویں محرم، دسویں ذی الحجہ، نویں ذی الحجہ، ۲۱مارچ، پہلی شوال۔

۲۔ اگر باپ بیٹے سے کہے کہ کل روزہ نہ رکھنا، تو کیا اس صورت میں بیٹا روزہ رکھ سکتا ہے؟

۳۔ اگر ایک شخص اذان صبح کے بعد نیند سے بیدا رہو تو کیا وہ روزہ رکھ سکتا ہے؟

سبق نمبر ۳۲

مبطلات روزہ

روزہ دار کا صبح کی اذان سے مغرب تک بعض کام انجام دینے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

اوراگر ان میں سے کسی ایک کو انجام دے تو اس کا روزہ باطل ہوجاتا ہے، ایسے کاموں کو" مبطلات روزہ" کہتے ہیں ۔ مبطلات روزہ حسب ذیل ہیں:

۱۔کھانا پینا۔

۲۔غلیظ غبار کو حلق تک پہنچانا۔

۳۔ قے کرنا۔

٤۔ مباشرت۔

٥۔مشت زنی (ہاتھوں کے ذریعہ منی کا باہر نکالنا)

٦۔ اذان صبح تک جنابت کی حالت میں باقی رہنا۔[۱]

---

(۱)توضیح المسائل، م ۱٥۷۲

مبطلات روزہ کے احکام

کھانا اورپینا:

۱۔ اگر روزہ دار عمداً کوئی چیز کھائے یاپیئے تو اس کا روزہ باطل ہوجاتا ہے۔[۱]

۲۔ اگر کوئی شخص اپنے دانتوں میں موجود کسی چیز کو نگل جائے، تو اس کا روزہ باطل ہوجاتا ہے۔[۲]

۳۔ تھوک کو نگل جانا روزہ کو باطل نہیں کرتا خواہ زیادہ کیوں نہ ہو۔[۳]

٤۔ اگر روزہ دار بھولے سے (نہیں جانتا ہوکہ روزے سے ہے) کوئی چیز کھائے یاپیئے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوتا ہے۔[٤]

٥۔انسان کمزوری کی وجہ سے روزہ نہیں توڑ سکتا ہاں اگر کمزوری اس قدر ہو کہ معمولاً قابل تحمل نہ ہو تو پھر روزہ نہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[٥]

انجکشن لگوانا:

انجکشن لگوانا، اگر غذا کے بدلے نہ ہو، روزہ کو باطل نہیں کرتا زاگرچہ عضو کو بے حس بھی کردے۔[٦]

غلیظ غبار کو حلق تک پہنچانا:

۱۔ اگر روزہ دار غلیظ غبار کو حلق تک پہنچائے، تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا، خواہ یہ غبار کھانے کی چیز ہو

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۵۷۳

(۲)توضیح المسائل، م ۱۵۷٤

(۳)توضیح المسائل، م ۱۵۷۹

(٤)توضیح المسائل، م ۱۵۷٥

(٥) توضیح المسائل، م ۱۵۸۳

(٦) توضیح المسائل، م ۱۵۷٦

*(گلپائیگانی) اگر ضرورت ہو اور انجکشن لگوایا روزہ باطل نہیں ہوتا نیز انجکشنوں میں کوئی فرق نہیں (مسئلہ ۱۵۸٥۔(اراکی (خوئی) انجکشن لگوانا روزہ کو باطل نہیں کرتا (استفاء مسئلہ ۱۵۷٥)

جیسے آٹا یا کھانے کی چیز نہ ہو جیسے مٹی۔

۲۔ درج ذیل موارد میں روزہ باطل نہیں ہوتا :

* غبار غلیظ نہ ہو۔

*حلق تک نہ پہنچے(صرف منہ کے اندر داخل ہوجائے)

* بے اختیار حلق تک پہنچ جائے۔

*یاد نہ ہو کہ روزہ سے ہے۔

*شک کرے کہ غلیظ غبار حلق تک پہنچایا نہیں۔[۱]

پورے سر کو پانی کے نیچے ڈبونا۔

۱۔ اگر روزہ دار عمداً اپنے پورے سر کو خالص زپانی یںڈبودے، اس کا روزہ باطل ہوجائے گا۔

۲۔ درج ذیل موارد میں روزہ باطل نہیں ہے:

* بھولے سے سر کو پانی کے نیچے ڈبوئے۔

* سر کے ایک حصہ کو پانی کے نیچے ڈبوئے۔

*نصف سر کو ایک دفعہ اور دوسرے نصف کو دوسری دفعہ پانی کے نیچے ڈبوئے۔

* اچانک پانی میں گرجائے۔

* دوسرا کوئی شخص زبردستی اس کے سر کو پانی کے نیچے ڈبوئے۔

* شک کرے کہ آیا پورا سر پانی کے نیچے گیا ہے کہ نہیں ۔[۲]

---

(۱) تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۲۸۶، الثامن۔ توضیح المسائل م ۱۶۰۸تا ۱۶۱۸

(۲) توضیح المسائل، م ۱۶۰۹۔ ۱۹۱۰۔ ۱۹۱۳۔ ۱۹۱۵۔ العروۃ الوثقی، ج ۲ ص ۱۸۷ م ۴۸

*(اراکی۔ گلپائیگانی) احتیاط واجب ہے سر کو مضاف پانی میں بھی نہ ڈبوئے (مسئلہ ۱۶۴۷)

قے کرنا:

۱۔ اگر روزہ دار عمداً قے کرے، اگرچہ بیماری کی وجہ سے ہو تو بھی اس کا روزہ باطل ہو جائے گا۔[۱]

۲۔ اگر روزہ دار کو یاد نہیں ہے کہ روزہ سے ہے یا بے اختیار قے کرے، تو اس کا روزہ باطل نہیں ہے۔[۲]

استمناء:

۱۔ اگر روزہ دار ایسا کام کرے جس سے منی نکل آئے تو اس کا روزہ باطل ہوجائے گا۔[۳]

۲۔ اگر بے اختیار منی نکل آئے مثلاً احتلام ہوجائے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا ۔[٤]

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱٦٤٦

(۲) توضیح المسائل، م ۱٦٤٦

(۳) توضیح المسائل، م ۱۵۸۸

(٤) توضیح المسائل، م ۱۵۸۹

سبق: ۳۲ کا خلاصہ

۱۔ کھانے پینے، غلیظ غبار کو حلق تک پہنچانے، پورے سر کو پانی کے نیچے ڈبونے، قے کرنے، مباشرت کرنے، استمناء کرنے اور صبح کی اذان تک جنابت پر باقی رہنے سے روزہ باطل ہوجاتا ہے۔

۲۔ لعاب دہن کو نگل لینے سے روزہ باطل نہیں ہوتا ہے۔

۳۔ اگر روزہ دار بھولے سے کوئی چیز کھالے یا پی لے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

٤۔ اگر انجکشن لگوانا، بجائے غذا نہ ہو تو روزہ باطل نہیں ہوتا۔

٥۔ اگر غبار غلیظ نہ ہو یا غلیظ غبار حلق تک نہ پہنچے یا روزہ دار شک کرے کہ حلق تک پہنچا یا نہیں اس کا روزہ باطل نہیں ہے۔

٦۔ اگر کوئی بھولے سے اپنے سر کو پانی کے نیچے ڈبوئے، یا بے اختیار پانی میں گرجائے، یا زبردستی اسے پانی میں گرادیا جائے، تو ایسی صورت میں اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

۷۔ اگر روزہ دار بے اختیار قے کرے یا نہ جانتا ہو روزہ سے ہے، تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

۸۔ اگر روزہ دار کو احتلام ہوجائے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

سوالات:

۱۔ روزہ کی حالت میں خلال کرنے اور مسواک کرنے کا کیا حکم ہے؟

۲۔ کیا روزے کی حالت چیونگم چبانے سے روزہ باطل ہوجاتا ہے؟

۳۔ کسی شخص کو پانی پیتے وقت یاد آئے کہ روزہ سے ہے، اس کی تکلیف کیا ہے اور اس کے روزہ کا کیا حکم ہے؟

٤۔ سگریٹ پینا مبطلات روزہ کی کون سی قسم ہے؟

٥۔ روزہ کی حالت میں تیرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

سبق نمبر۳۳

مبطلات روزہ

اذان صبح تک جنابت پر باقی رہنا:

اگرکوئی شخص حالت جنابت میں اذان صبح تک باقی رہے اور غسل نہ کرے یا اگر اس کا فریضہ تیمم تھا اور تیمم نہ کرے تو بعض اوقات اس کا روزہ باطل ہوگا اس سلسلہ کے بعض مسائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ اگر عمداً صبح کی اذان تک غسل نہ کرے یا اگر اس کا فریضہ تیمم تھا اور تیمم نہ کرے:

رمضان کے روزوں کے دوران اس کا روزہ باطل ہے

۔قضا روزوں کے دوران

* دیگر روزوں کے دوران ۔۔ اس کا روزہ صحیح ہے۔

۲۔ اگر غسل یا تیمم کرنا فراموش کرجائے اور ایک یا چند روز کے بعد معلوم ہو

*رمضان کے روزوں کے دوران ۔۔ وہ روزے قضا کے طور پر رکھے۔

*ماہ رمضان کے قضا روزوں کے دوران۔۔ احتیاط واجب کی بناپر وہ روزے قضا کرلے ز صحیح ہے۔

*رمضان کے علاوہ روزوں کے قضا کے دوران، جیسے نذر یا کفارہ کے روزے۔ روزہ صحیح ہے[۱]

۳۔ اگر روزہ دار کو احتلام ہوجائے، واجب نہیں ہے فوراً غسل کرے اور اس کا روزہ صحیح ہے۔[۲]

٤۔ اگر روزہ دار حالت جنابت میں ماہ رمضان کی شب کو جانتا ہو کہ نماز صبح سے پہلے بیدار نہیں ہوگا، تو اسے نہیں سونا چاہئے اور اگر سوجائے اور اذان صبح سے پہلے بیدار نہ ہوسکا تو اس کا روزہ باطل ہے۔[۳]

وہ کام جو روزہ دار پر مکروہ ہیں

۱۔ ہر وہ کام جو ضعف و سستی کا سبب بنے، جیسے خون دینا وغیرہ۔

۲۔ معطر نباتات کو سونگھنا (عطر لگانا مکروہ نہیں ہے)

۳۔ بدن کے لباس کو تر کرنا۔

٤۔ تر لکڑی سے مسواک کرنا۔[٤]

روزہ کی قضا اور اس کا کفارہ

قضا روزہ:

اگر کوئی شخص روزہ کو اس کے وقت میں نہ رکھ سکے، اسے کسی دوسرے دن وہ روزہ رکھنا چاہئے، لہٰذا جو روزہ اس کے اصل وقت کے بعد رکھا جاتا ہے "قضا روزہ" کہتے ہیں۔

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱٦۲۲۔ ۱٦۳٤۔ ۱٦۳٦

(۲) توضیح المسائل، م ۱٦۳۲

(۳) توضیح المسائل، م ۱٦۲٥

(٤) توضیح المسائل، م ۱٦٥۷

*(خوئی) اس کا روزہ باطل ہے مسئلہ ۱٦٤۳ (گلپائیگانی) اگر وقت میں وسعت ہو تو روزہ باطل ہے اور اگر وقت تنگ ہو تو اس دن کے روزہ کو مکمل کرے اور اس کے بدلے میں رمضان کے بعد روزہ رکھے۔ (۱٦٤۳)

روزہ کا کفارہ

کفارہ وہی جرمانہ ہے جو روزہ باطل کرنے کے جرم میں معین ہوا ہے جو یہ ہے:

* ایک غلام آزاد کرنا۔

*اس طرح دو مہینے روزہ رکھنا کہ ۳۱ روز مسلسل روزہ رکھے۔

*٦٠ فقیروںکو پیٹ بھر کے کھانا کھلانا یا ہر ایک کو ایک مد *طعام دینا۔

جس پر روزہ کا کفارہ واجب ہوجائے "اسے چاہیئے مندرجہ بالا تین چیزوں میں سے کسی ایک کو انجام دے۔ چونکہ آجکل "غلام" فقهی معنی میںنہیں پایا جاتا، لہٰذا دوسرے یا تیسرے امور انجام دیئے جائیں اگر ان میں سے کوئی ایک اس کے لئے ممکن نہ ہو تو جتنا ممکن ہو سکے فقیر کو کھانا کھلائے اور اگر کھانا نہیں کھلا سکتا ہو تو اس کے لئے استغفار کرنا چاہیئے۔[١]

جہاں قضا واجب ہے لیکن کفارہ نہیں

درج ذیل مواردمیں روزہ کی قضا واجب ہے لیکن کفارہ نہیں ہے:

عمداً قے کرے۔ ** ٢۔ماہ رمضان میں غسل جنابت کو بجالانا بھول جائے اور جنابت کی حالت میں ایک یا چند روز روزہ رکھے۔

٣۔ ماہ رمضان میں تحقیق کئے بغیر کہ صبح ہوئی ہے یا نہیں کوئی ایسا کام انجام دے جو روزہ باطل ہونے کا سبب ہو، مثلاً پانی پی لے اور بعد میں معلوم ہوجائے کہ صبح ہوچکی تھی۔

٤۔ کوئی یہ کہے کہ ابھی صبح نہیں ہوئی ہے اور روزہ دار اس پر یقین کرکے ایسا کوئی کام انجام دے جو روزہ باطل ہونے کا سبب ہو اور بعد میں معلوم ہوجائے کہ صبح ہوچکی تھی۔

---

(١)توضیح المسائل، م ١٦٦٠ - ١٦٦١

* یعنی ١٠ سیر (ایک سیر = ٧٥ گرام) گندم، چاول یا اس کے مانند کوئی دوسری چیز فقیر کو دیدے (توضح المسائل م ١٧٠٣)

** (اراکی) احتیاط واجب کی بناپر کفارہ بھی دیدے (مسئلہ ١٦٩١) (خوئی وگلپائیگانی) کفارہ بھی واجب ہے مسئلہ١٦٦٧.

اگر عمداً رمضان المبارک کے روزہ نہ رکھے یا عمداً روزہ کو باطل کرے، تو قضا وکفار دونوں واجب ہیں*

* قے کرنا اور مجنب کا غسل کے لئے بیدار نہ ہونا دوسرا حکم رکھتا ہے(توضیح المسائل مسئلہ ١٦٥٨) رجوع کریں)

سبق:٣٣ کا خلاصہ

١۔ اگر روزہ دار ماہ رمضان یا رمضان کے روزوں کی قضا کے دوران صبح کی اذان تک غسل کئے بغیر جنابت کی حالت میں باقی رہے یا اس کا فریضہ تیمم ہونے کی صورت میں تیمم نہ کرے تو اس کا روزہ باطل ہے۔

٢۔ اگر ماہ رمضان کے روزوں کے دوران غسل یا تیمم کو فراموش کرے اور ایک یا چند روز کے بعد یاد آئے، تو ان دنوں کے روزے قضا کرے۔

٣۔اگر روزہ دار کو دن کے دوران احتلام ہوجائے، تو فوراً غسل کرنا واجب نہیں ہے، نیز اس کا روزہ بھی صحیح ہے۔

٤۔اگر ماہ رمضان کی رات میںمجنب یا محتلم کو معلوم ہو کہ اگر سو گیا تو غسل کرنے کیلئے اذان سے پہلے بیدار نہیں ہوسکتا تو اسے نہیں سونا چاہئے اور اگر سوگیا اور بیدار نہ ہوا تو اس کا روزہ باطل ہے۔

٥۔ معطر نباتات کو سونگھنا اور ترلباس زیب تن کرنا مکروہ ہے۔

٦۔ وقت گزرنے کے بعد رکھے جانے والے روزہ کو "روزہ قضا" اور عمداً روزہ نہ رکھنے کے تاوان (ہرجانہ) کو"کفارہ" کہتے ہیں۔

٧۔ جس پر کفارہ واجب ہو، اسے ایک غلام آزاد کرنا چاہئے، یا دو مہینے روزہ رکھے یا ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلائے۔

٨۔اگر روزہ دار عمداً قے کرے یا ماہ رمضان میں غسل جنابت کرنا بھول جائے اور ایک دودن روزہ رکھنے کے بعد یاد آئے تو ان دنوں کی قضا بجالائے لیکن کفارہ نہیں ہے۔

٩۔اگر تحقیق کے بغیر کھانا کھائے اس کے بعد معلوم ہوجائے کہ اذان صبح کے بعد کھایا ہے، تو اس کا روزہ باطل ہے اس کی قضا واجب ہے لیکن کفارہ نہیں ہے۔

١٠۔ اگر عمداً رمضان کا روزہ نہ رکھے، تو قضا کے علاوہ کفارہ بھی واجب ہے۔

سوالات:

۱۔ روزہ کی قضا اور اس کے کفارہ میں کیا فرق ہے۔؟

۲۔ اگر مستحبی روزہ میں صبح کی اذان تک غسل نہ کرے، تو روزہ کا کیا حکم ہے؟

۳۔ اگر ایسے وقت میں بیدار ہوجائے کہ غسل جنابت کے لئے وقت نہ ہو تو اسکی تکلیف کیا ہے۔؟

٤۔ روزہ کی حالت میں عطر لگانے کا کیا حکم ہے؟

٥۔ ایک آدمی کی گھڑی پیچھے تھی، اس کے مطابق سحری کھانے کے بعد متوجہ ہوا کہ اذان صبح کے بعد کھانا کھایا ہے، تو قضا وکفارہ کے بارے میں اس کا فرض کیا ہے؟

سبق نمبر ٣٤

روزہ کی قضا اور کفارہ کے احکام

١۔ روزہ کی قضا کو فورا انجام دینا ضروری نہیں ہے، لیکن احتیاط واجب *کی بناپر اگلے سال کے ماہ رمضان تک بجالائے۔(١)

٢۔ اگر کئی ماہ رمضان کے روزے قضا ہوں تو انسان کسی بھی ماہ رمضان کے قضا روزے پہلے رکھ سکتا ہے ۔

البتہ اگر آخری ماہ رمضان کے قضا روزوں کا وقت تنگ ہو مثلا آخری ماہ رمضان کے ١٠ روزے قضا ہوں اور اگلے ماہ رمضان تک دس ہی دن باقی رہ چکے ہوں** تو پہلے اسی آخری رمضان کے قضا روزے رکھے۔(٢)

٣۔ انسان کو کفارہ بجالانے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے، لیکن یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اسے فوراً

---

(١) العروۃ الوثقی، ج ٢، ص ٢٣٣ ، م١٨، تحریر الوسیلہ، ج ١، ص ٢٩٨، م ٤.

(٢)توضیح المسائل، م١٦٩٨.

* (خوئی ۔گلپایگانی)احتیاط کے طورپر مستحب ہے العروۃ الوثقیٰ،ج ٢، ص ٢٣٣ م ١٨

** (خوئی ۔گلپائیگانی)بہتر ہے۔ احتیاط مستحب ہے (م ١٧٠٧) (اراکی) احتیاط واجب ہے (م ١٧٣١)

انجام دے۔[1]

٤۔ اگر کسی پر کفارہ واجب ہوا ہو، اسے چند برسوں تک بجانہ لائے تو اس پر کوئی چیز اضافہ نہیں ہوتی۔[2]

٥۔ اگر کسی عذر کے سبب جیسے سفر میں روزہ نہ رکھے ہوں۔ اور رمضان المبارک کے بعد عذر برطرف ہوا ہو نیز اگلے رمضان تک عمداً قضا نہ کرے، تو قضا کے علاوہ، ہر دن کے عوض، فقیر کو ایک مد طعام بھی دے۔[3]

٦۔ اگر کوئی شخص اپنے روزہ کو کسی حرام کام کے ذریعہ، جیسے استمنائسے باطل کرے، تو احتیاط واجب کی بنا پر اسے مجموعی طور پر کفارہ دینا ہے، یعنی اسے ایک بندہ آزاد کرنا، دو مہینے روزہ رکھنا اور ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلانا ہے۔ اگر تینوں چیزیں اس کے لئے ممکن نہ ہو تو ان تینوں میں سے جس کسی کو بھی بجالاسکے کافی ہے۔[4]

درج ذیل موارد میں نہ قضا واجب ہے اور نہ کفارہ:

١۔ بالغ ہونے سے پہلے نہ رکھے ہوئے روزے۔[5]

---

(١)توضیح المسائل، م ١٦٨٤

(٢)توضیح المسائل، م١٦٨٥

(٣)توضیح المسائل، م١٧٠٥.

(٤)توضیح المسائل، م ١٦٦٥

(٥)توضیح المسائل، م ١٦٩٤

*(اراکی۔ گلپائیگانی) کفارۂ جمع واجب ہے، (مسئلہ ١٦٩٨۔ ١٦٧٤)

۲۔ ایک نومسلمان کے ایام کفر کے روزے، یعنی اگر ایک کافر مسلمان ہوجائے، تو اس کے گزشتہ روزوں کی قضا واجب نہیں ہے۔[(۱)]

۳۔ اگر کوئی شخص بوڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا ہو اور ماہ رمضان کے بعد بھی اس کی قضا نہ بجالاسکتا ہو* لیکن اگر روزہ رکھنا اس کے لئے مشکل ہو تو ہر دن کے لئے ایک مد طعام فقیر کو دیدے۔[(۲)]

ماں باپ کے قضا روزے:

باپ کے مرنے کے بعد اس کے بڑے بیٹے پر واجب ہے کہ اس کے روزے اور نماز کی قضا کرے اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ ماں کے قضا روزے اور نماز بھی بجالائے۔ ** [(۳)]

مسافر کے روزے:

جو مسافر سفر میں چار رکعتی نماز کو دو رکعتی پڑھتا ہے، اسے اس سفر میں روزے نہیں رکھنے چاہئے، لیکن ان روزوں کی قضا بجالانا چاہئے جو مسافر، سفر میں نماز پوری پڑھتا ہے، جیسے وہ مسافر جس کا شغل(کام) سفر ہو، اسے سفر میں روزہ رکھنا چاہئے۔[(٤)]

---

(۱) توضیح المسائل م ۱٦۹۵

(۲) توضیح المسائل ۱۷۲٦، ۱۷۲۵.

(۳) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۲۲۷ م ۱٦۔ توضیح المسائل، م ۱۷۱۲ و ۱۳۹۰

(٤) توضیح المسائل، م ۱۷۱٤۔

*(گلپائیگانی) اس صورت میں بھی احتیاط لازم کے طور پر ایک مد طعام فقیر کو دیدے (م۱۷۳٤)

**(اراکی) ماں کے قضا روزے اور نمازیں بھی اس پر واجب ہیں. (مسئلہ ۱۷٤٦) (گلپائیگانی) بنا بر احتیاط واجب، ماں کے قضا روزے اور نماز بھی بجالائے (م ۱۷۲۱)

مسافر کے روزہ کا حکم

سفر پر گیا ہے:

۱۔ ظہر سے پہلے مسافرت پر نکلا ہے۔ جیسے حد ترخص زپر پہنچ جائے اس کا روزہ باطل ہوجاتا ہے اگر اس سے پہلے روزہ کو باطل کرے احتیاط واجب کے طور پر کفارہ دینا چاہئے۔ **

۲۔ ظہر کے بعد مسافرت پر نکلا ہے، اس کا روزہ صحیح ہے اور اسے باطل نہیں کرنا چاہئے۔

سفر سے واپس آیا ہے:

۱۔ قبل از ظہر اپنے وطن یا اس جگہ پہنچے جہاں دس دن رہنا چاہتا ہے:

۱۔ روزہ کو باطل کرنے والا کوئی کام انجام نہیں دیا ہے اس دن کے روزہ کو آخر تک پہونچائے اور صحیح ہے۔

۲۔ روزہ کو توڑ دیا ہے۔ اس دن کا روزہ اس پر واجب نہیں ہے لیکن اس کی قضا کرے۔

۲۔ بعد از ظہر پہنچے۔

اس کا روزہ باطل ہے اور اس دن کی قضا بجالائے۔[۱]

نوٹ: ماہ رمضان میں سفر کرنا جائز ہے لیکن اگر روزہ سے فرار کے لئے ہو تو مکروہ ہے۔[۲]

زکات فطرہ

رمضان المبارک کے اختتام پر، یعنی عید فطر کے دن، اپنے مال کا ایک حصہ زکات فطرہ کے عنوان سے فقیر کو دیدے۔

زکات فطرہ کی مقدار:

اپنے اور ان افراد کے لئے جو اس کی کفالت میں ہیں، جیسے بیوی اور بچے، ہر فرد کے لئے ایک صاع زکات فطرہ ہے، ایک صاع: تقریباً تین کلو کے برابر ہوتا ہے۔[۳]

---

(۱) توضیح المسائل م ۱۷۱۵۔ ۱۷۲۱۔ ۱۷۲۲۔ ۱۷۲۳۔ (۲) توضیح المسائل، م ۱۷۱۵۔ (۳) توضیح المسائل م ۱۹۹۱۔ *وضاحت: حد ترحض کی بحث سبق ۲۵ میں بیان ہوئی ہے

**(خوئی: کفارہ واجب ہے) (م، ۱۷۳۰)

زکات فطرہ کی جنس:

زکات فطرہ کی جنس، گندم، جو، خرما، کشمش، چاول، مکئی اور اس کے مانند ہے اور اگر ان میں سے کسی ایک کی قیمت ادا کی جائے تو بھی کافی ہے۔[1]

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۹۹۱

سبق ۳٤ کا خلاصہ

۱۔ رمضان المبارک کے قضا روزے احتیاط واجب کی بناپر اگلے سال کے ماہ رمضان تک بجالانے چاہئے۔

۲۔ اگر کئی ماہ رمضان کے روزے قضاہوئے ہوں تو جسے چاہئے اول بجالاسکتا ہے لیکن اگر آخری رمضان کے روزوں کا وقت تنگ ہوچکا ہوتو پہلے انہیںکو بجالائے۔

۳۔ اگر کفارہ ادا کرنے میں چندسال تاخیر ہوجائے تو اس میں کوئی چیز اضافہ نہیں ہوتی۔

٤۔ اگر ماہ رمضان کے قضا روزوںکو اگلے رمضان تک عمداً نہ بجا لائے توقضا کے علاوہ، ہر دن کے لئے ایک مد طعام بھی فقیر کو دیدے۔

۵۔اگر کوئی اپنے روزہ کو فعل حرام سے باطل کرے تو اس پر ایک ساتھ سارے کفارے واجب ہوجاتے ہیں۔

٦۔ بالغ ہونے سے پہلے کے روزوںاور ایام کفر (تازہ مسلمان) کے روزوں کی قضا نہیں ہے۔

۷۔ بڑے بیٹے کو اپنے باپ کے قضا روزے اس کی وفات کے بعد بجالانے چاہئے ۔

۸۔ جس سفر میں نماز قصر ہے، روزہ بھی باطل ہے۔

۹۔ اگر روزہ دار ظہر کے بعد سفر پر جائے تو اس کا روزہ صحیح ہے۔

۱۰۔ اگر مسافر ظہر سے پہلے وطن یا ایسی جگہ پرپہنچے جہاں دس دن ٹھہرنا ہو تو اگر اس وقت تک کوئی ایسا کام انجام نہ دیا ہوجس سے روزہ باطل ہوتا ہے تو اس دن کے روزہ کو آخر تک پہنچائے اور وہ صحیح ہے۔

سوالات:

۱۔ رمضان المبارک کے قضا روزوں کا وقت بیان کیجئے۔

۲۔ روزہ کے کفارہ کا وقت بیان کیجئے۔

۳۔ اگر کوئی اگلے سال کے رمضان تک قضا روزے نہ بجالا سکے تو اس کا فرض کیا ہے؟

٤۔ جو بوڑھا، روزہ نہیں رکھ سکتا ہو، اس کا فرض کیا ہے؟

٥۔ اگر بڑا بیٹا مرچکا ہوتو باپ کے قضا روزے کس کے ذمہ ہیں؟

٦۔ سفر میں کون روزہ رکھ سکتا ہے؟

سبق نمبر ۳۵

خمس

مسلمانوں کے اقتصادی فرائض میں سے ایک فریضہ "خمس" کا ادا کرنا ہے، اس طرح کہ بعض مقاماتمیں اپنے مال کا ایک پنجم حصہ ایک خاص صورت میں خرچ کرنے کے لئے اسلامی حاکم کو دینا چاہیئے۔

خمس واجب ہونے کے مواقع

خمس سات چیزوں پر واجب ہے:

*جو کچھ سال بھر کے اخراجات سے زیادہ بچ جائے (کسب کار کا نفع)

* معدن

*خزانہ

*جنگی غنائم

* وہ جواہرات جو سمندر کی تہہ سے نکالے جاتے ہیں۔

*حلال مال حرام کے ساتھ مخلوط ہوچکا ہو۔

*وہ زمین جسے کافر ذمی زایک مسلمان سے خریدے۔[۱]

خمس ادا کرنا بھی نمازو روزہ کی طرح واجبات میں سے ہے اورتمام بالغ اورعاقل اگر مذکورہ سات موارد میں سے ایک کے، مالک ہوں تو اس پر عمل کرنا چاہیئے

جس طرح شرعی فریضہ کے آغاز پرہرکوئی نمازو روزہ کی فکر میں ہوتا ہے اسے خمس وزکات ادا کرنے اور دیگرواجبات کی فکر میں بھی ہونا چاہیئے لہٰذا ضرورت کی حدتک ان کے مسائل سے آشنائی ضروری ہے، چنانچہ ہم یہاں پر خمس کے سات موارد میں سے صرف ایک کے بارے میں وضاحت کریں گے جس سے معاشرے کے لوگ زیادہ دوچار ہیں ، اور وہ سال بھر کے خرچ سے بچے ہوئے مال پر خمس ہے:

اس مسئلہ کو واضح کرنے کے لئے ہمیں درج ذیل دوسوالوں کے جواب پر غور کرنا چاہیئے:

۱۔ سال کے خرچ سے کیا مراد ہے؟

۲۔ کیا خمس کا سال قمری، یا شمسی مہینوںسے حساب ہوتا ہے اور اس کا آغاز کس وقت ہے؟

سال کا خرچہ:

اسلام لوگوں کے کسب وکار کے بارے میں احترام کا قائل ہے اور اپنی ضروریات کوپورے کرنے کو خمس پر مقدم قراردیاہے۔ لہٰذا ہر کوئی اپنی آمدنی سے سال بھر کا اپنا خرچہ پورا کرسکتا ہے۔

اور سال کے آخر پر کوئی چیزباقی نہ بچی ، تو خمس کی ادائیگی اس پر واجب نہیں ہے ۔ لیکن اگر متعارف اور ضرورت کے مطابق افراط وتفریط سے اجتناب کرتے ہوئے زندگی گزارنے کے بعد سال کے

---

(۱)توضیح المسائل، م۱۷۵۱

*ذمہ= عہد وپیمان، وہ غیر مسلمان جو اسلامی ممالک میں زندگی کرتے ہیں اوران کے ساتھ عہدوپیمان باندھتے ہیں کہ مسلمانوں کے سماجی قوانین کی رعایت کریں اورایک معین ٹیکس بھی ادا کریں گے جس کے عوض میں ان کی جان ومال امان میں رہے، انہیں کافر ذمی کہا جاتا ہے۔

آخر میں کوئی چیز باقی بچ جائے تو اس کے ایک پنجم حصہ خمس کے عنوان سے ادا کردے اور باقی ٤٥ حصہ اپنے لئے بچت کرے۔

لہٰذا، مخارج کا مقصد وہ تمام چیزیں ہیجو اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ مخارج کے چند نمونوں کی طرف ذیل میں اشارہ کرتے ہیں:

* خوارک وپوشاک
*گھر کا سامان، جیسے برتن، فرش وغیرہ۔
* گاڑی جو صرف کسب وکار کے لئے نہ ہو۔
* مہانوں کا خرچہ۔
*شادی بیاہ کا خرچ۔
*ضروری اور لازم کتابیں۔
*زیارت کا خرچ
* انعامات وتحفے جو کسی کو دئیے جاتے ہیں۔
*ادا کیا جانے والا صدقہ، نذر یا کفارہ ۔[1]

---

(١) العروۃ الوثقیٰ، ج ٢، ص ٣٩٤

خمس کا سال:

انسان کو بالغ ہونے کے پہلے دن سے نماز پڑھنی چاہیئے، پہلے ماہ رمضان سے روزے رکھنے چاہیئے اور پہلی آمدنی اس کے ہاتھ میں آنے کے ایک سال گزرنے کے بعد گزشتہ مال کے خرچہ کے علاوہ باقی بچے مال کا خمس دیدے۔ اس طرح خمس کا حساب کرنے میں، سال کا آغاز، پہلی آمدنی اور اس کا اختتام اس تاریخ سے ایک سال گزرنے کے بعد ہے۔

اس طرح سال کی ابتدائ:

* کسان کے لئے ۔۔۔۔پہلی فصل کاٹنے کا دن ہے۔

* ملازم کے لئے ۔۔۔۔پہلی تنخواہ حاصل کرنے کی تاریخ ہے۔

* مزدور کے لئے ۔۔۔۔پہلی مزدوری حاصل کرنے کی تاریخ ہے۔

* دوکاندار کے لئے ۔۔۔۔۔پہلا معاملہ انجام دینے کی تاریخ ہے۔[۱]

وہ مال جس پر خمس نہیں ہے

* جو مال مندرجہ ذیل طریقوں سے حاصل ہو جائے، اس پر خمس نہیں ہے:

۱۔ وراثت میں ملا ہوا مال۔

۲۔ بخشی گئی چی*(ہبہ)۔

۳۔ حاصل کئے گئے انعامات۔

٤۔ جو کچھ انسان کو عیدی کے طور پر ملتا ہے*

٥۔ وہ مال جو کسی کو خمس، زکات یا صدقہ کے طور پر دیا جاتا ہے۔[۲]

خمس نہ دینے کے نتائج:

۱۔جب تک مال کا خمس ادا نہ کیا جائے، اس میں ہاتھ نہیں لگا سکتے ہیں، یعنی اس کے کھانے کو نہیں کھایا جاسکتا، جس کا خمس ادا نہ کیا گیا ہو اور اس پیسے سے کوئی چیز نہیں خریدی جاسکتی ہے جس کا خمس ادا نہ کیا گیا ہو۔[۳]

---

(۱)العروۃ الوثقیٰ، ج ۲، ص ٤ ۳۹،م٦(۲) العروۃ الوثقیٰ، ج ۲،ص ۳۸۹۔ السابع ص ۹۰، م ۵۱(۳)توضیح المسائل ص، م ۱۷۹۰

*(تمام مراجع) نمر ۲ اور ٤ اگر مال کے خرچہ سے بچ جائے تو اس کا خمس دینا چاہیئے (م ۱۷٦۲)

۲۔ اگر خمس نہ نکالے گئے پیسوں سے (حاکم شرع کی اجازت کے بغیر) کاروبار کیا جائے تو اس کاروبار کا ۱۵ معاملہ باطل ہے۔[۱]*

۳۔ اگر خمس نہ نکالے گئے پیسے حمام کے مالک کو دے کر غسل کرے تو وہ غسل باطل ہے۔[۲]**

٤۔ اگر خمس نہ نکالے گئے پیسوں سے مکان خریدا جائے، تو اس مکان میں نماز پڑھنا باطل ہے۔[۳]

خمس کے احکام:

۱۔ اگر قناعت کرکے کوئی چیز سالانہ خرچہ سے بچ جائے اس کا خمس دینا چاہیئے۔ ا[٤]

۲۔ اگر گھر کے لئے سامان خریدا ہو اور اس کی ضرورت نہ رہے تو احتیاط واجب ***کی بناپر اس کا خمس دینا چاہیئے، مثال کے طور پر ایک بڑا فرج خریدے اور پہلے فرج کی ضرورت باقی نہ رہے۔[٥]

۳۔اشیائے خوردو نوش جیسے چاول، تیل، چائے وغیرہ جو سال کی آمدنی سے اس سال کے خرچہ

---

(۱)توضیح المسائل، م ۱۷٦۰

(۲)توضیح المسائل، م ۳۹۳

(۳)توضیح المسائل، ۸۷۳

(٤)توضیح المسائل، م ۱۷٥٦

(٥)توضیح المسائل، م ۱۷۸۱

*(اراکی۔خوئی) معاملہ صحیح ہے لیکن اس کا خمس ادا کرنا چاہیئے (م۱۷۹٤، ۱۷۹٥

**(خوئی) اگرچہ اس نے حرام کام انجام دیا ہے لیکن اس کا غسل باطل نہیں ہے (گلپائیگانی) اگر جانتا ہو کہ ان اوصاف کے ساتھ حمام کا مالک اس کے غسل پر رضامند ہے یا حمام کے مالک کی رضا پر توجہ نہ دیتے ہوئے غسل کرے تو غسل صحیح ہے (م، ۳۸۹)

***(خوئی) احتیاط مستحب ہے.

کے لئے خریدی جاتی ہے، اگر سال کے آخر میں بچ جائے تو اس کا خمس دینا چاہیئے۔[1]

٤۔ اگر ایک نابالغ بچے کا کوئی سرمایہ ہو اور اس سے کچھ نفع کمائے تو احتیاط واجب *کے طور پر اس بچے کو بالغ ہونے کے بعد اس کا خمس دینا چاہیئے۔[2] **

مصرف خمس:

خمس کے مال کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہیئے، اس کا نصف سہم امام زمان علیہ السلام ہے اور اسے مجتہد جامع الشرائط جس کی انسان تقلید کرتا ہے یا اس کے وکیل کو دیا جاتا ہے دوسرے نصف کو بھی مجتہد جامع الشرائط یا اس کی اجازت سے ضروری شرائط کے حامل سادات کو دیا جائے۔[3] ***

خمس کے محتاج سید کے شرائط:

* غریب ہو یا ابن السبیل ہو، اگرچہ اپنے شہر میں غریب و محتاج نہ ہو۔

*شیعہ اثنا عشری ہو۔

*کھلم کھلا گناہ کا مرتکب نہ ہو (احتیاط واجب کی بناپر) اور اسے خمس دینا گناہ انجام دینے میں مدد کا سبب نہ ہو۔

*احتیاط واجب کی بناء پر ان افراد میں سے نہ ہو جن کے اخراجات اس (خمس لینے والے) کے ذمہ ہوں، جیسے بیوی بچے۔[4]

---

(١) توضیح المسائل، م ١٧٨٠ (٢) توضیح المسائل، م ١٧٩٤. (٣) توضیح المسائل، م ١٨٣٤. (٤) توضیح المسائل، م ١٨٣٥ تا ١٨٤١

*(گلپائیگانی) بالغ ہونے کے بعد اس کا خمس دینا چاہیئے (م ١٨٠٣)

**(خوئی) واجب نہیں ہے اس کا خمس دے (م ١٨٠٢)

***(گلپائیگانی، اراکی) صاحب مال خود بھی شرائط کے حامل سادات کو دے سکتا ہے (مسئلہ ١٨٤٣)

سبق ۳۵ کا خلاصہ

۱۔ خمس ادا کرنا ایک اقتصادی فریضہ ہے۔

۲۔ درج ذیل موارد میں خمس ادا کرنا واجب ہے:

*کسب و کار کی منفعت

*معدن (کان)

*خزانہ

*جنگی غنائم

*سمندری جواہرات

*حلال مال کا حرام مال سے مخلوط ہونا۔

*وہ زمین جسے کافر ذمی مسلمان سے خریدے۔

۳۔ خوراک، پوشاک، مسکن، گھر کا سامان، سواری، دعوت کے اخراجات، شادی بیاہ، زیارت، مسافرت، جواہرات، تحفے، صدقات اور کفارات سال کے اخراجات میں شمار ہوتے ہیں۔

٤۔ جس دن پہلی آمدنی انسان کے ہاتھ میں آئے، اسی دن سے خمس کا سال شروع ہوتا ہے اور ایک سال گزرنے کے بعد جو کچھ اس آمدنی سے بچا ہو اس پر خمس دینا چاہیئے۔

٥۔ وراثت میں ملے مال، بخشش میں ملی چیزوں اور حاصل کئے گئے انعامات پر خمس نہیں ہے۔

٦۔ جب تک مال کا خمس ادا نہ کیا جائے اس میں مداخلت نہیں کی جا سکتی ہے اور اگر اس مال سے تجارت کا ۵ ۱ حصہ باطل ہے۔

۷۔ خمس کا نصف مال امام (عج) ہے، اسے اپنے مرجع تقلید کو دینا چاہیئے، اور دوسرے نصف یعنی سادات کا حصہ مرجع تقلید کی اجازت سے درج ذیل شرائط کے حامل سید کو دیا جا سکتا ہے:

۱۔۔ غریب ہو۔

۲۔۔ شیعہ اثنا عشری ہو۔

۳۔۔ کھلم کھلا معصیت و گناہ نہ کرتا ہو۔

٤۔۔ ان افراد میں سے نہ ہو جن کے اخراجات وہ (لینے والا سید) ادا کرتا ہو، جیسے بیوی بچے۔

سوالات:

۱۔ کس قسم کے جواہرات پر خمس نہیں ہے ؟
۲۔ کسب وکار کے منافع کی وضاحت کیجئے؟
۳۔ سالِ خمس کا آغاز کس وقت ہوتا ہے؟
شادی وخوشی کے موقع پر دیئے جانے والے تحفہ پر خمس ہے یا نہیں ؟
۵۔ نابالغ بچے اگر کام کر کے کچھ پیسے بچت کریں، کیا اس پر خمس ہے؟
٦۔ مصرف خمس کی وضاحت کیجئے؟

سبق نمبر۳٦

زکات

مسلمانوں کا ایک اور اہم اقتصادی فریضہ زکات کی ادائیگی ہے۔

زکات کی اہمیت کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر نماز کے بعد آیا ہے اور اسے ایمان کی علامت اور کامیابی کا سبب شمار کیا گیا ہے۔

معصومین علیہم السلام سے نقل کی گئی متعدد روایات میں آیا ہے:

"جو زکات ادا کرنے میں مانع بن جائے،(کوتاہی کرے) دین سے خارج ہے"

زکات کے بھی خمس کی طرح خاص مواردہیں، اس کی ایک قسم بدن اور زندگی کی زکات ہے جو ہر سال عید فطر کے دن ادا کی جاتی ہے اور یہ صرف ان لوگوں پر واجب ہے جو استطاعت رکھتے ہوں۔ اس قسم کی زکات کے مسائل روزہ کی بحث کے آخر پر بیان ہوئے ہیں*.

زکات کی دوسری قسم، مال کی زکات ہے، لیکن لوگوں کے تمام اموال پر زکات نہیں ہے، بلکہ صرف ۹ چیزوں پر زکات ہے اور انہیں تین حصومیں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

---

* دیکھئے سبق نمبر۳٤.

وجوب زکات کے مواقع[1]

۱۔ اناج:

گندم

جو

خرما

کشمش

۲۔ مویشی:

اونٹ

گائے

بھیڑ بکری

۳۔ سکے:

سونا

چاندی

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۸۵۳.

حد نصاب:

ان چیزوں کی زکات اس صورت میں واجب ہوتی ہے کہ ایک خاص مقدار تک پہنچ جائے اور اس مقدار کو "حد نصاب" کہتے ہیں۔ یعنی اگر حاصل شدہ پیداوار یا مویشیوں کی تعداد حد نصاب سے کمتر ہو تو، ان پر زکات نہیں ہے۔

اناج کا نصاب:

مذکورہ چار قسم کے اناج ایک نصاب رکھتے ہیں اور یہ نصاب تقریباً ۸۵۰ کلو گرام ہے۔ اس لحاظ سے اگر حاصل شدہ پیداوار اس مقدار سے کم ہو تو، اس پر زکات نہیں ہے۔*[۱]

اناج کی زکات کی مقدار:

جب اناج کی حاصل شدہ پیداوار حد نصاب کو پہنچے، تو اس میں سے ایک حصہ زکات کے عنوان سے ادا کیا جانا چاہئے۔ لیکن اناج کی زکات کی مقدار اسکی آبیاری پر منحصر ہے۔اس لحاظ سے اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ جو پیداوار بارش کے پانی یا دریا کے پانی سے آبیاری کر کے یا خشک کاشت کے نتیجہ میں حاصل ہو جائے، اس کی زکات کی مقدار ۱۰ ۱ حصہ ہے۔

۲۔ جو پیداوار ڈول، بالٹی، رہٹ یا موٹر پمپ کے پانی سے آبیاری کر کے حاصل ہو جائے، اس کی زکات کی مقدار ۱۲۰ حصہ ہے۔

۳۔ جو پیداوار دونوں طریقوں، یعنی بارش کے پانی یا دریا کے پانی کے علاوہ دستی صورت میں آبیاری کے نتیجہ میں حاصل ہو جائے تو اس کے نصف پر ۱۱۰ اور دوسرے نصف پر ۱۲۰ حصہ زکات ہے۔[۲]

مویشیوکا نصاب:

بھیڑ بکری: بھیڑ بکریوں کا پہلا نصاب چالیس عدد ہے اور ان کی زکات ایک بھیڑ ہے، بھیڑ بکریوں کی تعداد جب تک چالیس تک نہ پہنچے ان پر زکات نہیں ہے۔[۳]

---

(۱)توضیح المسائل،م۱۸٦٤. (۲)توضیح المسائل، م۱۸۷۵تا ۱۸۷۹ (۳)توضیح المسائل،م ۱۹۱۳

زاناج کا صحیح نصاب ۸٤۷۲۰۷ کیلو گرام ہے۔

گائے:

گائے کا پہلا نصاب تیس عدد ہے اور ان کی زکات ایک گوسالہ ہے جو ایک سال تمام ہونے کے بعد دوسرے سال میں داخل ہوچکا ہو۔[1]

اونٹ

اونٹ کا پہلا نصاب پانچ عدد ہے اور ان کی زکات ایک بھیڑ ہے۔ اونٹوں کی تعداد جب تک ۲٦ عدد تک نہ پہنچے، ہر پانچ اونٹ کے لئے ایک بھیڑ زکات ہے لیکن جب ان کی تعداد ۲٦ تک پہنچ جائے تو ان کی زکات ایک اونٹ ہے۔[2]

سونا اور چاندی کا نصاب:

سونے کا نصاب ۱۵ مثقال اور چاندی کا نصاب ۱۰۵ مثقال ہے اور دونوں کی زکات ۱۴۰ ہے۔[3]

زکات کے احکام:

۱۔ گندم، جو، خرما، اور انگور پر، بیج کی قیمت، مزدوری، ٹریکٹر وغیرہ کے کرایہ کی صورت میں جو خرچہ آتا ہے، اس کو پیداوار سے کم کیا جاسکتا ہے، لیکن نصاب کی مقدار اس خرچہ کے کم کرنے سے پہلے حساب کی جاتی ہے*

---

(۱) توضیح المسائل م ۱۹۱۲۔

(۲) توضیح المسائل م ۱۹۱۰۔

(۳) توضیح المسائل م ۱۸۹٦ و ۱۸۹۷

*(گلپائیگانی)۔ اراکی) خرچہ کم کرنے کے بعد حساب ہوتا ہے (م، ۱۹۰۹)۔ (خوئی) اس خرچہ کو کم نہیں کرسکتے (م، ۱۸۸۹)

اس طرح اگر ان چیزوں کی مقدار اس خرچہ کے کم کرنے سے پہلے نصاب کی حدتک پہنچ جائے تو زکات کا ادا کرنا واجب ہے لیکن زکات، مذکورہ خرچ کو کم کرنے کے بعد باقی بچے اجناس سے ہی نکالی جائے گی۔(۱)

۲۔ مویشیوں پر زکات درج ذیل صورت میں واجب ہوتی ہے:

*ایک سال تک ان کا مالک رہا ہو*اس لحاظ سے مثلاً اگر کوئی ۱۰۰ عدد گائیں خریدے اور ۹ مہینے کے بعد انھیں بیچ دے،تو زکات واجب نہیں ہے۔(۲)

*مویشی سال بھر بیکار اور آزاد ہوں، اس لحاظ سے اس گائے اور اونٹ پر زکات نہیں ہے جن سے کھیتی باڑی یا بارکشی میں کام لیا جاتا ہے۔(۳)

*مویشی سال بھر جنگل اور بیابان کے گھاس پر پلے، لہٰذا اگر تمام سال یا کچھ مدت تک بوئی ہوئی یا کاٹی ہوئی گھاس پر پلے تو زکات نہیں ہے۔(٤)

۳۔سونا اور چاندی پر اس وقت زکات واجب ہے جب کہ سکہ کی صورت میں ہوں اور ان کا معاملہ رائج ہو، اس لحاظ سے جو سونے کے زیورات آج کل خواتین استعمال کرتی ہیں، ان پر زکات نہیں ہے۔(٥)

٤۔ زکات ادا کرنا، ایک عبادت ہے اس لئے جو کچھ زکات کے طور پر ادا کیا جائے بقصد قربت ہونا چاہئے۔(٦)

---

(۱)توضیح المسائل ۱۸۸۰

(۲) توضیح المسائل،م ۱۸٥٦

(۳)توضیح المسائل،م ۱۹۰۸.

(٤)توضیح المسائل،م۱۹۰۸

(٥)توضیح،م ۱۸۹۹.

(٦)توضیح المسائل م۱۹٥۷.

*(تمام مراجع) اگر گیارہ ماہ تک گائے بھیڑ اور اونٹ،سونا،چاندی کا مالک رہے تو بارہویںمہینے کی ابتداء میں زکات دینا چاہئے لیکن پہلے سال گزرنے کے بعدپورے ۱۲ مہینے تمام ہونے پر حساب کرے(م، ۱۸۸٦)

مصارف زکات:

آٹھ مواقع پر زکات کا کیا جاسکتا ہے یعنی ان تمام مواردیا ان میں سے چند ایک پر خرچ کیا جاسکتا ہے:

١۔ فقیر، وہ ہے جس کی آمدنی وبچت اپنے اور اپنے اہل وعیال کے سالانہ خرچہ سے کم ترہو۔

٢۔ مسکین، وہ ہے جو بالکل نادار اور مفلس ہو۔

٣۔ جو امام یا نائب امام کی طرف سے زکات جمع کرنے، اسکی حفاظت اور تقسیم کرنے پر مقررہو۔

٤۔ اسلام ومسلمین کے تئیں دلوں میں الفت پیدا کرنے کے لئے، جیسے اگر غیر مسلمانوں کی مدد کی جائے تو وہ دین اسلام کی طرف مائل ہوجائیں یا جنگ میں مسلمانوں کی مدد کریں *

٥۔ غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے۔

٦۔ قرضدار، جو اپنا قرض ادا نہ کرسکتا ہو۔

٧۔ راہ خدا میں خرچ کرنا، یعنی ایسے کام انجام دینا جن سے عام لوگوں کو فائدہ ہو اور اس میں خدا کی خوشنودی ہو، جیسے سڑکیں اور پل بنانا۔

٨۔ وہ مسافر جو سفر میں نادار ہوچکا ہو اور اپنے وطن لوٹنے کے لئے خرچ نہ رکھتا ہو، اگرچہ اپنے وطن میں فقیر نہ ہو۔[١]

---

(١) توضیح المسائل، م ١٩٢٥

*(گلپائیگانی) بعید نہیں ہے کہ یہ امام معصوم علیہ السلام سے مخصوص ہو (م ١٩٣٣)

سبق: ۳٦کا خلاصہ

۱۔جن چیزوں پر زکات واجب ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

گندم، جو، خرما، کشمش، اونٹ، گائے، بھیڑ، سونا اورچاندی۔

۲*کات اس صورت میںواجب ہوتی ہے کہ جب موردزکات چیزحدنصاب تک پہنچ جائے۔ مختلف چیزوں کاحدنصاب حسب ذیل ہے:

(نمبر)--مال کی قسم--نصاب)--مقدار زکات

۱۔-گندم----------۲۰۷ ۸٤۷ کیلو گرام

*۱۱۰(دسواں حصہ)، اگر بارش اور دریا کے پانی سے آبیاری ہوئی ہو۔

*۱۲۰ (بیسواں حصہ)، اگر دستی بالٹی، رہٹ اور موٹرپمپ سے آبیاری ہوئی ہو۔

*۳٤۰، اگر دونوں چیزوں سے آبیاری ہوئی ہے۔

۲----جو

۳۔----خرما

٤۔----کشمش

۵۔-----(اونٹ)--پہلانصاب ۵ اونٹ پر---- ایک بھیڑ

-------------------۲۵ اونٹ پر۔---ہر ۵ اونٹ پرایک بھیڑ

-------------------۲٦ اونٹ پر----ایک اونٹ

٦۔---گائے-------۳۰ گائے پر۔-----ایک سال عمر کا ایک گوسالہ

۷۔-----بھیڑ۔------٤۰بھیڑ پر۔-----ایک بھیڑ

۸۔-----سونا۔-----۱۵ مثقال پر----۱/٤۰

۹۔-----چاندی ۔ -----۱۰۵ مثقال پر-----۱/٤۰

۳۔ زکات کو ۸ معین مقامات پر صرف کرنا چاہئے (جو بھی مورد ہو) ان موارد میں ہروہ کام بھی شامل ہے جسے خداپسند فرماتا ہے، جیسے، تعمیر مسجد، پل و....

سوالات:

۱۔ درخت کی پیداوار میں سے کس پیداوار پر زکات واجب ہے؟

۲۔ باب زکات میں، نصاب سے کیا مقصد ہے؟

۳۔ کیا نصاب کا، خرچہ کم کرنے سے پہلے حساب ہوتا ہے یا اس کے بعد؟

٤۔ گائے اور بھیڑ کا پہلا نصاب کیا ہے اور ہر ایک کی زکات کی مقدار کتنی ہے؟

٥۔ حساب کرکے تبائیے کہ ۱۸ سکہ طلا کی زکات کتنی ہوگی جب کہ ہر سکہ کا وزن ۱۰ مثقال ہو۔؟

٦۔ موٹرپمپ کے ذریعہ دریا سے آبیاری ہونے والے گندم کی پیداوار کی زکات ۱۱۰ ہے یا ۱۲۰۔؟

۷۔ ایک شخص نے مارچ کی پہلی تاریخ کو ۲۵ بھیڑ خریدے اور اسی سال اول ستمبر کو مزید ۲۰ بھیڑ خریدے، ان بھیڑوں کی زکات ادا کرنے کا وقت کب ہے؟

سبق نمبر۳۷

امر بالمعروف ونہی عن المنکر*

ہر انسان معاشرے میں انجام پانے والے برے اور ترک کئے جانے والے نیک کاموں کے بارے میں ذمہ دار ہے ، اس لئے اگر کوئی واجب کام ترک ہوجائے یا کوئی حرام کام انجام پائے تو اس کے مقابلے میں خاموشی اور لاتعلقی جائز نہیں ہے، اور معاشرے کے تمام لوگوں کو "واجب"کام کی انجام دہی اور "حرام"کام کوروکنے کے لئے قدم اٹھانا چاہئے اس عمل کو " امر بالمعروف اور" نہی عن المنکر" کہتے ہیں ۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت :

*ائمہ معصومین علیہم السلام کے بعض بیانات میں آیا ہے:

* "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" اہم ترین واجبات میں سے ہے۔

*دینی واجبات " امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کے سبب مستحکم وپائیدار ہوتے ہیں ۔

*"امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" ضروریات دین میں سے ہے،جو اس سے انکار کرے، وہ کافر ہے۔

*اگر لوگ" امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کو ترک کریں، تو برکت ان سے اٹھا لی جاتی ہے اور دعا قبول نہیں ہوتی۔

---

*مسائل امر بالمعروف ونہی عن المنکر"آیت اللہ اراکی وآیت اللہ خوئی کے رسالوں میں ذکر نہیں ہوئے ہیں۔

معروف و منکر کی تعریف:

احکامِ دین میں تمام واجبات و مستحبات کو " معروف" اور تمام محرمات و مکروہات کو" منکر" کہا جاتا ہے، لہٰذا سماج کے لوگوں کو واجب و مستحب کام انجام دینے کی ترغیب دلانا امر "بالمعروف" اور انھیں حرام و مکروہ کام کی انجام دہی سے روکنا " نہی عن المنکر" ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب کفائی ہے، یعنی کفایت کی حد تک انجام پانے کی صورت میں دوسروں پر واجب نہیں ہے ، اگر شرائط میسر ہونے کی صورت میں سب لوگوں نے اسے ترک کیا ہو تو سب کے سب ترک واجب کے مرتکب ہوئے ہیں ۔[1]

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے شرائط:

"امر بالمعروف و نہی عن المنکر"چند شرائط کی بناء پر واجب ہے اور ان شرائط کے نہ ہونے کی صورت میں ساقط ہے یعنی واجب نہیںہے اور یہ شرائط حسب ذیل ہیں :

۱ ۔امر ونہی کرنے والے کو جاننا چاہیئے کہ جو کام کوئی فرد انجام دیتا ہے وہ حرام ہے اور جسے ترک کرتا ہے ،وہ واجب ہے، لہٰذا جو شخص حرام کام کی تشخیص نہ دے سکتا ہو کہ حرام ہے یا نہیں اس پر نہی کرنا واجب نہیں ہے۔

۲۔امر ونہی کرنے والے کو احتمال دینا چاہیئے کہ اس کا امر ونہی مؤثر ہوگا، لہٰذا اگر جانتا ہو کہ مؤثر نہیں ہے یا اس میں شک کرتا ہو، تو اس پر امر ونہی کرنا واجب نہیں ہے۔

۳۔ گناہگار اپنے کام کو جاری رکھنے پر اصرار کرتا ہو، لہٰذا اگر معلوم ہو جائے کہ گناہگار کام کو ترک

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ٤٦٣،م ۲

کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور پھر سے اس کام کو انجام نہیں دے گا یا اس کام کو پھر سے انجام دینے میں کامیاب نہیں ہوگا، تو امرونہی واجب نہیں ہے ۔

٤۔ امرونہی کرنے والے کے لئے ، امرونہی کرنا اپنے رشتہ داروں اور دوست یا ہمراہوں، دیگر مومنین کی جان ومال اور آبرو کے لئے قابل توجہ ضررونقصان کا سبب نہ بنے۔[1]

امربالمعروف ونہی عن المنکر کے مراحل:

امربالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے چند مراحل ہیں اور اگر سب سے نچلے مرحلے پر عمل کرنے سے نتیجہ نکلے تو بعد والے مرحلہ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اور یہ مراحل حسب ذیل ہیں:

پہلا مرحلہ :

گناہگار کے ساتھ ایسا برتاؤکیا جائے کہ وہ سمجھ لے کہ اس کا سبب اس کا گناہ میں مرتکب ہوناہے مثلا اس سے منہ موڑلے یا ترش روئی سے پیش آئے یا آنا جانا بند کردے۔

دوسرا مرحلہ :

زبان سے امرونہی کرنا:*یعنی واجب ترک کرنے والے کو حکم دیدے کہ واجب بجالائے اور گناہگار کو حکم دیدے کہ گناہ کو ترک کرے۔

تیسرا مرحلہ :

طاقت کا استعمال: منکر کو روکنے اور واجب انجام دینے کے لئے طاقت کا استعمال کرنا، یعنی گناہگار کی پٹائی کرنا۔[2]

امربالمعروف ونہی عن المنکر کے احکام :

١۔ امربالمعروف اورنہی عن المنکر کے شرائط اور موارد کو سیکھنا واجب ہے تاکہ امرونہی کرنے میں خطا سرزد نہ ہوجائے۔[3]

---

(١) تحریر الوسیلہ، ج ١، ص ٤٦٥، ص ٤٧٢، م ١.

(٢) تحریر الوسیلہ، ج ١ ص ٤٧٦.(٣) تحریرالوسیلہ، ج ١، ص ٤٧٦.

*آیت اللہ گلپائیگانی کے رسالہ میں آیا ہے: دوسرے مرحلہ میں حسن خلق اچھی زبان میں امرونہی کرے اور اس کی مصلحتیں بیان کرے اور اس کتاب کامرحلہ ٢ اور ٣، مرحلہ ٣ و ٤ ہے۔

۲۔ اگر امر ونہی کرنے والا جان لے کہ درخواست نصیحت اور موعظہ کے بغیر امر ونہی میں اثر نہیں ہے تو واجب ہے امر ونہی کو نصیحت، موعظہ اور درخواست کے ساتھ انجام دے اور اگر جانتا ہو کہ صرف درخواست اور موعظہ (امر ونہی کے بغیر) مؤثر ہے، تو واجب ہے یہی کام انجام دے۔[1]

۳۔ امر ونہی کرنے والا اگر جانتا ہو یا احتمال دے کہ اس کا امر ونہی تکرار کی صورت میں مؤثر ہے، تو تکرار کرنا واجب ہے۔[2]

٤۔ گناہ پر اصرار کا مقصد انجام کار کو جاری رکھنا ہی نہیں ہے بلکہ اس عمل کا مرتکب ہونا ہے اگرچہ پھر سے ایک بار ہی انجام دے۔ اس طرح اگر کسی نے ایک بار نماز کو ترک کیا اور دوسری بار ترک کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو امر بالمعروف واجب ہے۔[3]

٥۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں گناہگار کو حاکم شرع کی اجازت کے بغیر زخمی کرنا یا قتل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر منکر ایسے امور میں سے ہو جس کی اسلام میں بہت اہمیت ہو مثال کے طور پر ایک شخص ایک بے گناہ انسان کو قتل کرنا چاہتا ہے اور اسے اس کام سے روکنا زخمی کئے بغیر ممکن نہ ہو۔[4]*

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے آداب:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے کے لئے سزاوار ہے:

* ایک رحم دل طبیب اور مہربان باپ کی طرح ہو۔

*اس کی نیت خالص ہو اور صرف خدا کی خوشنودی کے لئے قدم اٹھائے اور اپنے عمل کو ہر قسم کی بالادستی سے پاک کرے۔

* خود کو پاک ومنزہ نہ جانے، ممکن ہے جو شخص اس خطا کا مرتکب ہوا ہے، کچھ پسندیدہ صفات کا

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ٤٧٦، م ۳.

(۲) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ٤٦٨ م ٥.

(۳) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ٤٧٠، م ٤.

(٤) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ٤٨١ م ۱۱ و ۱۲.

*یہ مسئلہ آیت اللہ گلپائیگانی کے توضیح المسائل میں نہیں آیا ہے.

بھی مالک ہو اور محبت الٰہی کا حقدار قرار پائے اور خود امر بالمعروف کرنے والے کا عمل غضب الٰہی کا سبب بنے۔[1]

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱،ص ۴۸۱،م۱۴.

سبق: ۳۷ کا خلاصہ

۱۔" معروف" وہی واجبات و مستحبات ہیںاور" منکر" وہی محرمات ومکروہات ہیں۔

۲۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب کفائی ہے۔

۳۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے شرائط حسب ذیل ہیں:

* امر ونہی کرنے والاخود معروف و منکر کو جانتا ہو۔

*تاثیر کا احتمال دے۔

* گناہگار گناہ کی تکرار کا ارادہ رکھتا ہو۔

* امر ونہی فساد کا سبب نہ ہو۔

٤۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مراحل حسب ذیل ہیں:

* گناہگار کے ساتھ دوستی اور رفت وآمد نہ کی جائے۔

* زبانی امر ونہی

*گناہگار کی پٹائی کرنا۔

۵۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے شرائط ،مراحل اور مواقع کو یاد کرنا اور سیکھنا واجب ہے۔

٦۔ اگر گناہ کو روکنے کے لئے امر ونہی کی تکرار ضروری ہوتو، تکرار واجب ہے۔

۷۔ حاکم شرع کی اجازت کے بغیر گناہگار کوزخمی کرنا یا اسے قتل کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ منکر ایسے امور میں سے ہو کہ اسلام میں اس کی بہت زیادہ اہمیت ہو۔

سوالات:

۱۔ معروف ومنکر میں سے ہر ایک کی پانچ مثالیں بیان کیجئے؟

۲۔ کس صورت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے؟

۳۔ اگر کوئی کسی گانے کو سن رہا ہو اور ہم نہیں جانتے وہ غنا ہے یا نہیں ؟تو کیا اس کو منع کرنا واجب ہے یا نہیں ؟ اور کیوں ؟

٤۔ اگر کسی کو نجس لباس کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا جائے تو کیا واجب ہے کہ اسے کہا جائے؟ کیوں؟

٥۔ کیا ایک ایسی دوکان سے چیزیں خرید نا جائز ہے جس کا مالک نماز نہ پڑھتا ہو؟

٦۔ گناہ گار کو کس صورت میں زخمی کرنا جائز ہے، دو مثال سے واضح کیجئے؟

سبق نمبر۳۸

جہاداور دفاع *

چونکہ خورشید اسلام کے طلوع ہونے کے بعد تمام مکاتب ومذاہب ؛باطل، منسوخ اور ناقابل قبول قرار پائے ہیں لہٰذا تمام انسانوں کو دین اسلام کے پروگرام کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہونا چاہیئے، اگر چہ وہ اسے تحقیق اور آگاہی کے ساتھ قبول کرنے میں آزاد ہیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ اور آپ کے جانشینوں نے ابتداء ہی اسلام کے نجات بخش پروگراموں کی لوگوں کے لئے وضاحت فرمائی اور انھیں اس دین کو قبول کرنے کی دعوت دی اور جو اسلام کے پروگراموں اور احکام سے روگردانی کریں، وہ غضب الٰہی اور مسلمانوں کی شمشیر قہر سے دوچار ہوں گے۔ اسلام کی ترقی کے لئے کوشش اور اس کو قبول کرنے سے انکار کرنے والوں سے مقابلہ کو "جہاد" کہتے ہیں۔ اسلام کی ترقی کے لئے اس قسم کا اقدام ایک خاص ٹیکنیک اور طریقہ کار کا حامل ہے اور یہ صرف پیغمبر اکرم ﷺ اور آپ کے جانشینوں۔ (جو ہر قسم کی لغزش اور خطاء سے مبرّا ہیں) کے ذریعہ ہی ممکن ہے اور معصومین علیہم السلام کے زمانہ سے مخصوص ہے اور ہمارے زمانہ میں کہ امام معصوم کی غیبت کا دور ہے، واجب نہیں ہے لیکن دشمنوں سے مقابلہ کی دوسری قسم کا نام دفاع" ہے۔ یہ تمام مسلمانوں کا مسلم حق ہے کہ ہر زمان ومکان میں دنیا کی کسی بھی جگہ میں اگر دشمنوں کے حملہ کا نشانہ بنیں یا ان کا مذہب خطرہ میں پڑے تو اپنی جان اور دین کے تحفظ کے لئے دشمنوں سے لڑیں اور انہیں نابود کردیں۔ ہم اس سبق میں اس واجب الٰہی یعنی "دفاع" کے احکام واقسام سے آشنا ہوںگے۔

---

* یہ سبق امام خمینی کے فتاویٰ سے مرتب کیا گیا ہے۔

دفاع کی قسمیں:

۱۔ اسلام اور اسلامی ممالک کا دفاع

۲۔ جان اور ذاتی حقوق کا دفاع [۱]

اسلام اور اسلامی ممالک کا دفاع:

* اگر دشمن اسلامی ممالک پر حملہ کرے۔

* یا مسلمانوں کے اقتصادی یا عسکری ذرائع پر تسلط جمانے کی منصوبہ بندی کرے۔

*یا اسلامی ممالک پر سیاسی تسلط جمانے کی منصوبہ بندی کرے۔

* تو تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ ہر ممکن صورت میں، دشمنوں کے حملہ کے مقابلے میں کھڑے ہوجائیںاور ان کے منصوبوں کی مخالفت کریں۔

جان اور ذاتی حقوق کا دفاع:

۱۔ مسلمانوں کی جان اور ان کا مال محترم ہے، اگر کسی نے ایک مسلمان، یا اس سے وابستہ افراد، جیسے، بیٹے، بیٹی، باپ، ماں اور بھائی پر حملہ کیا تو دفاع کرنا اور اس حملہ کو روکنا واجب ہے، اگرچہ یہ عمل حملہ آور کو قتل کرنے پر تمام ہوجائے۔ [۲]

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ٤٨٥

(۲) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ٤٨٧۔ ٤٨٨

۲۔ اگر چور کسی کے مال کو چرانے کے لئے حملہ کردے، دفاع کرنا اور اس حملہ کو روکنا واجب ہے۔(۱)

۳۔ اگر کوئی نامحرموں پر نگاہ کرنے کے لئے دوسروں کے گھروں میں جھانکے تو اسے اس کام سے روکنا واجب ہے، اگرچہ اس کی پٹائی بھی کرنا پڑے۔(۲)

عسکری تربیت:

عصر حاضر میں دنیا نے عسکری میدان میں کافی ترقی کی ہے اور اسلام کے دشمن جدید ترین اسلحہ سے لیس ہو چکے ہیں، اسلام اور اسلامی ممالک کا دفاع، جدید عسکری طریقوں کی تربیت حاصل کئے بغیر ممکن نہیں ہے، چونکہ فوجی تربیت حاصل کرنا واجب ہے، جو اس ٹرینگ کی قدرت وصلاحیت رکھتے ہوں اور اسلام اور اسلامی ممالک کے دفاع کے لئے محاذ جنگ پر ان کے حضور کا احتمال ہو تو فوجی ٹرینگ ان کے لئے واجب ہے۔(۳)

اسلامی ممالک کا دفاع اور دشمنوکے حملوں کے مقابلے میں ان کا تحفظ صرف جنگ کے ایام سے ہی مخصوص نہیں ہے، بلکہ ہر حالت میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد دشمن کے احتمالی حملے کو روکنے کے لئے پوری فوجی تیاری کے ساتھ ملک کی سرحدوں پر چوکس رہے اور کچھ لوگ اندرونی دشمنوں اور بدکاروں سے مقابلہ کرنے کے لئے بھی آمادہ ہوں۔ اس لئے ان تمام توانا افراد پر لازم ہے کہ اپنی زندگی کے ایک حصہ کو اس مقدس فوجی خدمات انجام دینے کیلئے وقف کریں۔

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۴۸۷۔ ۴۸۸

(۲) تحریر الوسیلہ، ج ص ۴۹۲، م ۳۰

(۳) استفتائ.

سبق ۳۸ : کا خلاصہ

۱۔ اسلام کی ترقی اور اسلامی ممالک کو وسعت بخشنے کے لئے جہاد معصوم علیہ السلام کے دور سے مخصوص ہے۔

۲۔ ہر زمانے میں دفاع واجب ہے اور یہ عصرِ معصوم سے مخصوص نہیں ہے۔

۳۔ دفاع کی دو قسمیں ہیں:

*اسلام اور اسلامی ممالک کا دفاع۔

*جان اورذاتی حقوق کا دفاع۔

٤۔ اگر دشمن اسلامی ملک پر حملہ کرے یا اس پر حملہ کرنے کا منصوبہ رکھتا ہو، تو تمام مسلمانوں پر دفاع کرنا واجب ہے۔

٥۔ اگر کوئی کسی انسان یا اس کے اعزہ پر حملہ آور ہوجائے تو، دفاع کرنا واجب ہے۔

٦۔ مال کا دفاع بھی واجب ہے۔

۷۔ اگر کوئی شخص نامحرم کو دیکھنے کے لئے کسی کے گھر میں جھانکے تو اسے اس کام سے روکنا واجب ہے۔

۸۔ جو افراد فوجی ٹریننگ کی توانائی رکھتے ہوں اور محاذ جنگ پر ان کے وجود کا احتمال بھی ہو تو ایسے افراد کے لئے اسلامی ممالک کے دفاع کیلئے فوجی ٹریننگ لازم ہے۔

سوالات:

۱ ـ "جہاد" اور" دفاع" میں کیا فرق ہے۔؟

۲ـ دفاع کی قسمیں بیان کیجئے اور ہر ایک کے لئے ایک مثال بیان کیجئے؟

۳ـ کس صورت میں چور کے ساتھ مقابلہ واجب ہے؟

٤ـ فوجی ٹریننگ کن لوگوں پر واجب ہے؟

سبق نمبر ۳۹

خرید و فروخت

خرید وفروخت کی قسمیں:

۱۔ واجب

۲۔حرام

۳۔ مستحب

٤۔مکروہ

۵۔مباح

واجب خرید وفروخت:

چونکہ اسلام میں بے کاری اور کاہلی کی مذمت ہوئی ہے، لہٰذا زندگی کے اخراجات کو حاصل کرنے کے لئے تلاش وکوشش کرنا واجب ہے۔جو لوگ خرید وفروخت کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے اپنے اخراجات پورے نہ کرسکیں، یعنی ان کی آمدنی اسی ایک طریقہ پر منحصر ہو اور کوئی دوسرا طریقہ ان کے لئے ممکن نہ ہو، تو ان پر واجب ہے خریدوفروخت سے ہی اپنی زندگی کے اخراجات پورا کریں تاکہ کسی کے محتاج نہ رہیں۔[۱]

---

(۱) توضیح المسائل، مسئلہ ۲۰۵۳

مستحب خریدوفروخت:

اپنے اہل وعیال کے اخراجات کو وسعت بخشنے اور دیگر مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے خرید وفروخت کرنا مستحب ہے۔ مثلاً جو کسان کھیتی باڑی کرکے اپنا خرچہ پورا کرتا ہے، اگر فراغت اور فرصت کے وقت خریدوفروخت کا کام بھی انجام دے تاکہ اس طریقے سے محتاجوں کی مدد کرسکے،تو ثواب ہے۔[۱]

حرام خرید و فروخت:

۱۔ نجاسات کی خریدوفروخت، جیسے مردار۔

۲۔ ایسی چیزوں کی خرید وفروخت، جن کے معمولی منافع حرام ہیں، جیسے قمار بازی کے آلات ۔

۳۔ قماربازی یا چوری سے حاصل شدہ چیزوں کی خریدوفروخت۔

٤۔ گمراہ کنندہ کتابوں کی خریدو فروخت

٥۔کھوٹے سکوں کی خریدوفروخت۔

٦۔ اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ ایسی چیزیں فروخت کرنا جو مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کی تقویت کا سبب بنیں۔

۷۔ اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ اسلحہ بیچناجو دشمنوں کے لئے مسلمانوں کے خلاف تقویت کا سبب بنیں*۔[۲]

حرام ۔خریدوفروخت کے اور بھی مواردہیں لیکن مبتلا بہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے بیان سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

---

(۱) توضیح المسائل، مسئلہ ۲۰۵۳

(۲) تحریر الوسیلہ، ج ۱ ص ٤۹۲ تا٤۹۸ توضیح المسائل، م۲۰۵۵

*نمبر٤ سے ۷ تک تمام مراجع کے رسالوں میں موجودنہیں ہے۔

مکروہ خرید وفروخت:

۱۔ذلیل لوگوں سے لین دین کرنا ۔

۲۔ صبح کی اذان اور سورج چڑھنے کے درمیان لین دین کرنا۔

۳۔ ایک ایسی چیز خریدنے کے لئے اقدام کرنا جسے کوئی دوسرا شخص خریدنا چاہتا تھا۔[۱]

خرید و فروختکے آداب

مستحبات : *خریداروں کے درمیان قیمت میں فرق نہ کیا جائے۔

*اجناس کی قیمت میں سختی نہ کی جائے۔

*جب لین دین کرنے والوں میں سے ایک طرف پشیمان ہوکر معاملہ کو توڑنا چاہئے تو اس کی درخواست منظور کی جائے۔[۲]

مکروہات:

*مال کی تعریف کرنا۔

*خریدار کو برا بھلا کہنا۔

*لین دین میں سچی قسم کھانا (جھوٹی قسم کھانا حرام ہے)

*لین دین کے لئے سب سے پہلے بازار میں داخل ہونا اور سب سے آخر میں بازار سے باہر نکلنا۔

*تولنے اورناپنے سے بخوبی آگاہ نہ ہونے کے باوجود مال کو تولنا یاناپنا۔

---

(۱) توضیح المسائل، مسئلہ ۲۰۵٤

(۲) توضیح المسائل، مسئلہ ۲۰۵۱

*معاملہ طے پانے کے بعد قیمت میں کمی کی درخواست کرنا۔[1]

خریدوفروخت کے احکام:

۱۔ گھریا کسی اور چیز کو حرام کاموں کے استعمال کے لئے بیچنا یا کرایہ پر دینا حرام ہے۔[2]

۲۔ گمراہ کرنے والی کتابوں کالین دین، تحفظ، لکھنا، اورپڑھانا حرام ہے۔ زلیکن اگریہ کام ایک صحیح مقصد کے پیش نظر، جیسے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے انجام پائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔[3]

۳۔بیچنے والی چیز کو کسی گھٹیایا کم قیمت والی چیزکے ساتھ ملانا، حرام ہے۔ جیسے عمدہ میوے ڈبہ کی اوپروالی تہہ میں رکھنا اوراس کی نچلی تہہ میں گھٹیا میوے رکھنا اسے اچھے میووں کے عنوان سے بیچنایا دودھ میں پانی ملاکر بیچنا۔[4]

٤۔ وقف کیا گیا مال نہیں بیچا جاسکتاہے، مگریہ کہ یہ مال خراب ہو رہا ہو اور استعمال کے قابل نہ رہا ہو، جیسے مسجد کا فرش مسجد میں استعمال کے قابل نہ رہا ہو۔[5] **

٥۔کرایہ پر دئے گئے مکان یا کسی اور چیز کو بیچنے میں کوئی مشکل نہیں ہے لیکن کرایہ پر دی گئی مدت

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۵۰۱

(۲) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ٤٩٦،م ۱۰۔ توضیح المسائل ۲۰٦٩.

(۳) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۳۹۸م ۱۵

(٤) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ٤٩٩، توضیح المسائل، ۲۰۵۵.

(٥) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۵۱٦، الرابع، توضیح المسائل، م ۲۰۹٤

*(گلپائیگانی) اگرگمراہ کرنے کا سبب بنے تو حرام ہے (حاشیہ وسیلہ نجات) تمام مراجع کے رسالوں میںیہ مسئلہ موجود نہیں ہے.

** (اراکی) متولی اور حاکم کی اجازت سے اسے بیچنے میںکوئی حرج نہیںہے۔ (مسئلہ ۲۱۲۰)

کے دوران اس سے استفادہ کرنا اسی کا حق ہے جس نے اسے کرایہ پر لیا ہے۔[1]

٦۔ لین دین میں خریدوفروخت ہونے والے مال کی خصوصیات معلوم ہونی چاہئے، لیکن ان خصوصیات کا جاننا ضروری نہیں ہے جن کے کہنے یا نہ کہنے سے اس مال کے بارے میں لوگوں کی رغبت پر کوئی اثر نہ پڑے۔[2]

٧۔ دو ہم جنس چیزوں کی خریدوفروخت جو وزن کرکے یا پیمانے سے بیچی جاتی ہوں، اس سے زیادہ لینا "سود" اور حرام ہے۔ مثلاً ایک ٹن گندم دیکر ایک ٹن اور ٢٠٠ کیلو گرام واپس لے لیا جائے۔ اسی طرح کوئی چیزیا پیسے کسی کو قرض دیئے جائیں اور ایک مدت کے بعد اس سے زیادہ لے لیں، مثلاً دس ہزار روپیہ بعنوان قرض دیدیں اور ایک سال کے بعد اس سے بارہ ہزار روپیہ لے لیں۔[3]

معاملہ کو توڑنا:

بعض مواقع پر بیچنے والایاخریدار معاملہ کو ختم کرسکتا ہے، ان میں سے بعض موارد حسب ذیل ہیں:

*خریداریابیچنے والے میں سے کسی ایک نے دھوکہ کھایا ہو۔

*معاملہ طے کرتے وقت آپس میں توافق کیا ہوکہ طرفین میں سے ہر کسی کو حق ہوگا کہ ایک خاص مدت تک معاملہ کو توڑ دیں، مثلا یہ طے کیا ہو کہ طرفین میں سے جو بھی اس معاملہ پر پشیمان ہوجائے تین دن تک معاملہ کو توڑسکتا ہے ۔

*خریدا ہوا مال عیب دار ہو اور معاملہ کے بعد عیب کے بارے میں پتہ چلے۔

*بیچنے والے نے مال بیچتے وقت اس کی کچھ خصوصیات بیان کی ہوں لیکن بعدمیںاس کے

---

(١)توضیح المسائل، م ٢٠٩٦.

(٢)توضیح المسائل، م ٢٠٩٠

(٣)توضیح المسائل، م ٢٠٧٢ و٢٢٨٣ وتحریر الوسیلہ، ج ١، ص ٥٣٦

برعکس ثابت ہوجائے، مثلا کہے کہ یہ کاپی ۲۰۰ صفحات کی ہے بعد میں معلوم ہو جائے کہ اس سے کم تھی [1]

اگر معاملہ طے ہونے کے بعد مال کا عیب معلوم ہوجائے تو فوراً معاملہ توڑنا چاہئے اگر ایسا نہ کرے تو بعد میں معاملہ کو توڑنے کا حق نہیں رکھتا[2]*

---

(۱)توضیح المسائل م ۲۱۲٤

(۲)توضیح المسائل م ۲۱۳۲

سبق ۳۹ کا خلاصہ

۱۔اگر زندگی کے اخراجات حاصل کرنے کے لئے خرید وفرخت کے علاوہ کوئی اور امکان نہ ہو تو خرید فروخت واجب ہے۔

۲۔بعض مواقع پر خرید و فروخت حرام ہے، ایسے چند مواقع حسب ذیل ہیں:

نجاسات کا لین دین، جیسے مردار۔

گمراہ کنندہ کتابوں کا لین دین۔

دشمنان اسلام کو ایسی چیز بیچنا جو ان کی تقویت کا سبب بنے۔

دشمنان اسلام کے ہاتھ اسلحہ بیچنا۔

۳۔ بعض مواقع پر خرید وفروخت مستحب ہے اور بعض مواقع پر مکروہ ہے۔

٤۔ مستحب ہے کہ بیچنے والا قیمت کے بارے میں گاہکوں کے درمیان فرق نہ کرے، مال کی قیمت پر سختی نہ کرے اور معاملہ توڑنے کی درخواست کو قبول کرے۔

٥۔مال کی تعریفیں کرنا، معاملہ میں سچی قسم کھانا اور اسی طرح معاملہ کے بعد قیمت کم کرنے کی درخواست کرنا مکروہ ہے۔

*(گلپائیگانی) اگر مسئلہ کو نہیں جانتا، تو جب بھی آگاہ ہوجائے معاملہ کو توڑ سکتا ہے۔(خوئی) ضروری نہیں ہے کہ معاملہ کو فورا توڑدے بلکہ بعد میں بھی معاملہ کو توڑنے کا حق رکھتا ہے۔

٦۔حرام کام کے استفادہ کے لئے گھر کو بیچنا یا کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔

۷۔گمراہ کن کتابوں کی خرید وفروخت، تالیف، تحفظ، تدریس اور مطالعہ حرام ہے، مگریہ کہ مقصد صحیح ہو۔

۸۔موقوفہ مال کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

۹۔بیچنے والی چیز کو کم قیمت یا گھٹیا چیز سے ملانا جائز نہیں ہے۔

۱۰۔معاملہ میں مال کی خصوصیات معلوم ہونی چاہیئے۔

۱۱۔معاملہ اور قرض کے لین دین میں سود حرام ہے۔

۱۲۔اگر بیچنے والے یا خریدار نے معاملہ میں دھوکہ کھایا ہو تو وہ معاملہ کو توڑ سکتے ہیں۔

۱۳۔اگر بیچا ہوا مال عیب دار ہو اور خریدار معاملہ انجام پانے کے بعد متوجہ ہوجائے تو معاملہ کو توڑ سکتا ہے۔

سوالات:

۱۔ خرید و خروخت کس حالت میں مستحب ہے۔؟

۲۔ شطرنج،تاش اور سنتور کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

۳۔ حرام خریدوفروخت کے پانچ موارد.بیان کیجئے.

٤۔ معاملہ میں قسم کھانے کا کیا حکم ہے؟

٥۔ مکان کو ایسے انقلاب مخالفین کے ہاتھ کرایہ پر دینے کا کیا حکم ہے جو اسلامی جمہوری کے خلاف سرگرم عمل رہتے ہیں ؟

٦۔ سود کی وضاحت کرکے اس کی تین مثالیں.بیان کیجئے؟

سبق نمبر ۴۰

کرایہ، قرض اور امانتداری

کرایہ:

اگر اجارہ پر دینے والا، مستاجر سے کہے : "میں نے اپنی ملکیت تجھے کرایہ پر دیدی" اور وہ جواب میں کہے:"میں نے قبول کیا"تو اجارہ صحیح ہے، حتی اگر کچھ نہ کہے اور صاحب مال اجارہ پر دینے کی نیت سے مال کومستاجر کے حوالے کردے اور وہ بھی اجارہ کے قصد سے اسے لے لے، تو اجارہ صحیح ہے، مثلاً گھر کی چابی اسے دیدے اور وہ اسے لے لے ۔[۱]

اجارہ پر دیئے جانے والے مال کے شرائط:

اجارہ پر دی جانیوالی چیز کے کچھ شرائط ہونے چاہیئے، ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

*وہ مال معین اور مشخص ہو، لہٰذا اگر کوئی شخص (مشخص کرنے کے بغیر) کہے :" اس گھر کے کمروں میں سے ایک کمرہ کو تجھے اجارہ پر دیتا ہوں"تو اجارہ صحیح نہیں ہے۔

*مستاجر کو مال دیکھنا چاہیئے یا اس مال کی خصوصیات کو اس کے لئے ایسے بیان کیا جائے کہ پوری طرح معلوم ہوجائے۔

---

(۱)توضیح المسائل، م ۲۱۷۷

*مال ان چیزوں میں سے نہ ہوکہ استعمال کرنے سے اصل مال نابود ہوجائے، لہٰذا روٹی، میوہ اور دیگر کھانے پینے کی چیزوں کو اجارہ پر دینا صحیح نہیں ہے۔[۱]

کرایہ کے احکام:

۱۔ اجارہ میں مال کے استفادہ کی مدت معین ہونی چاہیئے، مثلاً کہا جائے: "ایک سال" یا " ایک ماہ"[۲]

۲۔ اگر مال کا مالک، اجارہ پر دی جانیوالی چیز کو مستاجر کے حوالے کرے، اگرچہ مستاجر اسے اپنے قبضے میں نہ لے یا قبضے میں لے لے مگر اجارہ کی مدت تمام ہونے تک اس سے استفادہ نہ کرے تو بھی اسے اجارہ کی رقم ادا کرنی ہوگی۔[۳]

۳۔ اگر کوئی شخص کسی مزدور کو ایک خاص دن کے لئے کام پر معین کرے، مثال کے طور پر اس مزدور کی ذمہ داری یہ ہوکہ اینٹوں یا چونے وغیرہ کو باہر سے اٹھا کر بلڈنگ کے اندر لے جائے، اور یہ مزدور کام پر حاضر ہوجائے، اگر اس کے بعد اس کو کوئی کام نہ دیا جائے، مثلاً بلڈنگ کے اندر لے جانے کیلئے اینٹیں نہ ہوں، تو بھی اس کی مزدوری اسے دینی چاہیئے۔[٤]

٤۔ اگر کوئی صنعت گر کسی چیز کو لینے کے بعد اسے ضائع کردے، تو اسے اس نقصان کی تلافی کرنی چاہیئے، مثال کے طور پر ایک مکینک گاڑی کو کوئی نقصان پہنچائے۔[٥]*

٥۔ اگر کوئی شخص کسی گھر، دکان یا کمرہ کو اجارہ پر لے اور اس کا مالک یہ شرط لگائے کہ صرف وہ

---

(۱) توضیح المسائل، م ۲۱۸٤

(۲) توضیح المسائل، م ۲۱۸۷

(۳) توضیح المسائل، م ۲۱۹٦

(٤) توضیح المسائل، م ۲۱۹۷

(٥) توضیح المسائل، م ۲۲۰۰

*یہ مسئلہ حضرت آیت اللہ اراکی کے رسالہ میں نہیں ہے۔

خود اس سے استفادہ کرسکتا ہے تو مستاجر کو حق نہیں ہے کسی اور کو اسے اجارہ پر دیدے۔(۱)

قرض

قرض دینا مستحب ہے جس کے بارے میں قرآن واحادیث میں بہت تاکید کی گئی ہے اور قرض دینے والے کو قیامت کے دن اس کا بہت زیادہ صلہ ملے گا۔

قرض کی قسمیں:

۱۔ مدت دار: یعنی قرض دیتے وقت معین ہو کہ قرض لینے والا کس وقت قرض کو ادا کرے گا۔

۲۔ بغیر مدت: وہ ہے جس میں قرض ادا کرنے کی تاریخ معین نہ ہو۔

قرض کے احکام:

۱۔ اگر قرض معین مدت والا ہو تو قرض خواہ مدت تمام ہونے سے پہلے طلب نہیں کرسکتا ہے *(۲)

۲۔ اگر قرض معین مدت والا نہ ہو تو قرض خواہ کسی بھی وقت طلب کرسکتا ہے۔(۳)

۳۔ قرض خواہ کے طلب کرنے پر اگر قرض دار اسے ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو۔ فوراً ادا کرنا چاہئے، تاخیر کی صورت میں گناہ گار ہے۔(٤)

٤۔ اگر کوئی شخص کسی کو کچھ پیسے دے اور شرط کرے کہ ایک مدت کے بعد، مثلاً ایک سال کے بعد اس سے بیشتر پیسے وصول کرے گا تو وہ سود اور حرام ہے، مثلاً ایک لاکھ روپیہ دے کر یہ شرط کرے کہ ایک سال کے بعد اس سے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ وصول کرے گا۔(۵)

---

(۱) توضیح المسائل، م۲۱۸۰ (۲) توضیح المسائل، م۲۲۷۵ (۳) توضیح المسائل، م۲۲۷۵ (٤) توضیح المسائل م۲۲۷٦ (۵) توضیح المسائل م۲۲۸۸

* (تمام مراجع) احتیاط واجب کے طور پر مسئلہ ۲۲۸۹)

امانت داری

اگر انسان اپنا مال کسی کو دیدے اور کہے: یہ تمہارے پاس امانت رہے، اور وہ بھی قبول کرلے تو اسے امانت داری کے احکام پر عمل کرنا چاہیئے۔[۱]

امانت داری کے احکام:

۱۔جو شخص امانت کا تحفظ نہ کرسکے، اسے احتیاط واجب *کی بنا پر امانت کو قبول نہیں کرنا چاہیئے۔[۲]

۲۔ جو شخص کسی چیز کو امانت کے طور پر رکھتا ہے جب بھی چاہے اسے واپس لے سکتا ہے، اور جو امانت قبول کرتا ہے، وہ جب بھی چاہے اسے صاحب امانت کو واپس کرسکتا ہے۔[۳]

۳۔ جو شخص امانت قبول کرتا ہے، اگر اسے رکھنے کے لئے اس کے پاس کوئی مناسب جگہ نہ ہو، تو اسے اس امانت کے لئے مناسب جگہ مہیا کرنا چاہیئے، مثلاً اگر پیسے ہیں اور گھر میں ان کی حفاظت نہیں کرسکتا تو انھیں بینک میں رکھے۔[٤]

٤۔ امانتدار کو امانت کا ایسا تحفظ کرنا چاہیئے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اس نے امانت میں خیانت اور اس کے تحفظ میں کوتاہی کی ہے۔[٥]

٥۔ اگر لوگوں کی امانت ضائع ہوجائے:

الف: اگر امین نے اس کی رکھوالی اور حفاظت میں کوتاہی کی ہو تو اسکی تلافی کرنا ضروری ہے۔

ب۔ اگر اس کے تحفظ میں کوتاہی نہ کی ہو اور اتفاقاً وہ مال ضائع ہوجائے، مثلاً سیلاب آجائے تو امانت دار ضامن نہیں ہے، اور اسکی تلافی بھی ضروری نہیںہے۔[٦]

---

(۱)توضیح المسائل م۲۳۲۷ (۲)توضیح المسائل م۲۲۳۰ (۳)توضیح المسائل م۲۳۳۲ (٤)توضیح المسائل، م ۲۳۳٤ (٥) توضیح المسائل،م ۲۳۳٥

(٦) توضیح المسائل،م ۲۳۳٥

*(اراکی) قبول کرنا جائز نہیں ہے(گلپائیگانی) جائز نہیں ہے قبول کرے مگر یہ کہ صاحب مال سے کہہ دے کہ امانت کا تحفظ نہیں کرسکتا ہے۔(م ۲۳۳۹)

سبق:٤٠کا خلاصہ

۱۔ اجارہ پر دیا جانے والا مال مشخص و معین ہو اور مستاجر اسے دیکھے یا اس کی خصوصیات کو جان لے۔

۲۔ کسی ایسی چیز کو اجارہ پر دینا صحیح نہیں ہے جس کو استعمال کرنے سے اصل مال نابود ہوجائے، جیسے کھانے پینے کی چیزیں۔

۳۔ اجارہ میں مال کے استفادہ کی مدت معین ہونی چاہیئے۔

٤۔ جب صاحب مال اجارہ پر دینے والی چیز کو مستاجر کے حوالے کرے، تو مستاجر کو اس کی اجرت ادا کرنی چاہیئے، اگرچہ اس مال سے استفادہ بھی نہ کرے۔

٥۔ اگر اجارہ میں شرط ہو کہ اس مال سے صرف خود مستاجر استفادہ کرسکتا ہے تو وہ کسی دوسرے کو وہ مال اجارہ پر نہیں دے سکتا ہے۔

٦۔ مدت دار قرض میں قرض خواہ مدت تمام ہونے سے پہلے قرض دار سے طلب نہیں کرسکتا ہے۔

۷۔ اگر قرض مدت دار نہ ہو تو قرض خواہ کسی بھی وقت قرض دار سے طلب کرسکتا ہے۔

۸۔ اگر قرض خواہ، اپنا قرض واپس لینا چاہے اور قرض دار اسے ادا کرسکتا ہو تو اس میں تاخیر جائز نہیں ہے۔

۹۔ قرض پر سود لینا حرام ہے۔

۱۰۔ جو شخص امانت داری نہ کرسکتا ہو، احتیاط واجب کی بنا پر اسے امانت کو قبول نہیں کرنا چاہیئے۔

۱۱۔ صاحب مال جب بھی چاہے، امانت دار سے اپنا مال لے سکتا ہے۔

۱۲۔ اگر امانت دار، لوگوں کے مال کے تحفظ میں کوتاہی کرے اور مال ضائع ہوجائے یا اسے نقصان پہنچے، تو وہ ضامن ہے۔

سوالات:

۱۔ قابل اجارہ اورنا قابل اجارہ مال کی پانچ پانچ مثالیں بیان کیجئے۔

۲۔ ایک معمار ایک مزدور کو ۲۵ روپیہ روزانہ مزدوری پر لے گیا، اگر بلڈنگ پر پہنچنے کے بعد معلوم ہو جائے کہ وہاں پر پانی نہیں ہے ، کیا مزدور کو کسی اجرت کے بغیر جواب دے سکتا ہے؟

۳۔ قرض کی مختلف قسموں کی وضاحت کر کے ہر ایک کی مثال بیان کیجئے.

٤۔ قرض میں سود کی صورت کی وضاحت کرتے ہوئے مثال دیجئے۔

٥۔ اگر کسی کی امانت چوری ہوجائے تو امانت دار کی ذمہ داری کیا ہے؟

٦۔ قرض اور امانت میں کیا فرق ہے؟

سبق نمبر ٤١

عاریت، صدقہ، پیدا شدہ اشیائ

عاریت:

عاریت: یعنی انسان اپنا مال کسی کو دیدے تاکہ وہ اس سے استفادہ کرے اور اس کے مقابلہ میں کوئی چیز اس سے نہ لے، مثلاً کوئی شخص اپنی سائیکل کسی کو دیدے تاکہ وہ گھر تک چلا جائے۔[1]

٢۔ جو شخص کسی چیز کو عاریت کے طور پر لے تو اسے اس کی رکھوالی کرنی چاہیئے۔

٣۔ عاریت پر لیا گیا مال اگر ضائع ہوجائے یا عیب دار ہوجائے تو:

الف: اگر اس کے تحفظ میں کوتاہی اور استفادہ کرنے میں زیادہ روی نہ کی ہو تو ضامن نہیں ہے۔

ب۔ اگر اس کے تحفظ میں کوتاہی اور استفادہ کرنے میں زیادہ روی کی ہو تو اس کی تلافی کرنی چاہیئے۔[2]

٤۔ اگر پہلے سے شرط لگائی گئی ہو کہ مال پر ہر قسم کے نقصان کی صورت میں عاریت پر لینے والا

---

(١) توضیح المسائل، م ٢٣٤٤

(٢) توضیح المسائل، م ٢٣٤٤

ضامن ہوگا، تو اس کے نقصان کی تلافی کرنی چاہئیے۔[۱]

صدقہ:*

صدقہ ایک مستحب کام ہے، اس کے بارے میں قرآن مجید کی آیات اور معصومین علیہم السلام کی روایات میں بہت تاکید ہوئی ہے اور اس کے لئے بے شمار ثواب ہے، یہاں تک کہا گیا ہے:

"صدقہ دنیا میں رونما ہونے والے حوادث اور اچانک موت کے لئے رکاوٹ ہے اور آخرت میں گناہان کبیرہ سے پاک کرتا ہے اور قیامت کے حساب وکتاب کو آسان بناتاہے"۔

اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ذیل میں اس سے متعلق چند احکام کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

صدقہ کے احکام:

۱۔ صدقہ دیتے وقت انسان کو قصد قربت کرنا چاہئے، یعنی صرف خدا کے لئے ادا کرے اور اس میں کسی قسم کی ریا اور خودنمائی نہیں ہونی چاہئے.[۲]

۲۔صدقہ کو واپس لینا جائز نہیں ہے۔[۳]

۳۔ صدقہ سیدپر بھی حلال ہے، اگرچہ غیر سید کی زکات سیدپر حرام ہے۔[٤]

٤۔ اس کافر کو صدقہ دینا جائز ہے جو مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں نہ ہو اور پیغمبر یا ائمہ علیہم السلام کو برا بھلا نہ کہتا ہو۔[٥]

٥۔بہتر ہے صدقہ پوشیدہ صورت میں دیا جائے، مگر یہ کہ اعلانیہ طریقہ سے دوسروں کی حوصلہ

---

(۱)توضیح المسائل، م ۲۳٤٤

(۲) تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۹۰، م ۱

(۳) تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۹۰، م ۲

(٤) تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۹۱ م ۳

(٥) تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۹۱، م ٥

*صدقہ کے احکام تحریر الوسیلہ سے نقل کئے گئے ہیں۔

افزائی ہو جائے، لیکن زکات اعلانیہ طور پر دینی چاہیئے۔[۱]

۶۔ بھیک مانگنا اور بھکاری کو واپس کر دینا (اسے کچھ نہ دینا) مکروہ ہے۔[۲]

گم شدہ چیزوں کا اٹھانا

۱۔ پڑی ہوئی کسی چیز کو اٹھانا مکروہ ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو پائے لیکن اسے نہ اٹھائے تو اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

۳۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو پائے اور اسے اٹھالے تو اس کے حسب ذیل خاص احکام ہیں:

الف: اگر صاحب مال کا کوئی پتہ معلوم نہ ہو تو احتیاط واجب ہے اسے صاحب مال کی طرف سے صدقہ دیدے۔

ب: اگر پتہ معلوم ہو تو:

۱۔ اس کی قیمت چاندی کے سکوں کے ۱۲۶ عدد چنوں کے دانوں سے کم تر ہو:[۳]

اگر مالک مشخص و معلوم ہو تو اسے پہنچانا چاہیئے۔

اگر مالک معلوم نہ ہو تو اسے اپنے لئے اٹھا سکتا ہے۔

۲۔ اگر اس کی قیمت چاندی کے سکوں کے ۱۲۶ عدد چنوں کے دانوں کے برابر ہو، تو ایک سال تک اس کے بارے میں اعلان کردے، اگر مالک مل جائے تو اسے دیدے اور اگر نہ مل سکے تو اسے:

* اپنے لئے رکھ سکتا ہے۔

* مالک کے ملنے تک اپنے پاس محفوظ رکھ سکتا ہے۔

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۹۱، م ۶

(۲) تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۹۲، م ۹۔۱۰

(۳) ۱۲۶ عدد چنے کے دانوں کے برابر چاندی کے سکے کی قیمت آجکل تقریباً ساڑھے سات روپئے ہے۔ (۱۹۹۳ئ)

* احتیاط مستحب ہے کہ اسے مالک کی طرف سے صدقہ دیدے۔[۱]

٤۔ مال کے مالک کا پتہ کرنے کے لئے، ایک ہفتہ تک روزانہ ایک بار اس کے بعد ایک سال تک ہفتہ میں ایک بار نماز جماعت یا بازار میںجہاں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اعلان کرے۔[۲]*

٥۔ احتیاط واجب کی بناء پر فوراً اعلان کرے اور اس میں تاخیر نہ کرے۔[۳]

٦۔ اگر جانتا ہو کہ اعلان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے نیز اس کی تلاش کرنے سے نا امید ہو تو اعلان کرنا ضروری نہیں ہے۔[٤]

٧۔ اگر کوئی بچہ کسی مال کو پائے تو اس کے سرپرست (باپ یا دادا) کو اس کا اعلان کرنا چاہیئے۔[٥]**

جوتے کا گم ہونا

اگر کسی شخص کا جوتے گم ہوجائیں لیکن اس کی جگہ پر کوئی دوسرے جوتے رہ گئے ہوں تو مسئلہ کی چند صورتیں ہیں:

١۔ جانتا ہو کہ کھوئے ہوئے جوتے کی جگہ پر رکھے گئے جوتے اسی کے ہیں جس نے اس کے

---

(١)توضیح المسائل،م٢٥٦٤ تا ٢٥٦٨.

(٢)تحریر الوسیلہ، ج ٢،ص٢٢٨،م١٩ و ٣١

(٣)تحریر الوسیلہ،ج ٢،ص ٢٢٦،م٩

(٤)تحریر الوسیلہ،ج ٢،ص ٢٢٦،م١٣

(٥)توضیح المسائل، م ٢٥٧١۔

*(گلپا یگانی) ضروری نہیں ہے ہر روز اعلان کرے بلکہ اگر ایک سال تک ایسے کہے کہ لوگ کہیں اعلان کیا گیا ہے تو کافی ہے.

**(خوئی) اس کا ولی اعلان کرسکتا اس کے بعد اسے اٹھالے اور مالک کی طرف سے صدقہ دیدے (اراکی)احتیاط واجب کی بنا پر اس کا سرپرست اعلان کرے مسئلہ ٢٥٨٥

جوتے لئے ہیں،تو اس صورت میں مالک کی تلاش سے نا امید ہویا اس کی تلاش مشکل ہو تو اسے اپنے جوتے کے بدلے میں اٹھا سکتا ہے البتہ اگر اس جوتے کی قیمت اپنے جوتے سے زیادہ ہو اور مالک کوتلاش کرنے سے نا امید ہوجائے تو حاکم شرع کی اجازت سے اسے صدقہ دیدے۔

۲۔ احتمال دے کہ رکھا ہوا جوتا اس شخص کا نہیں ہے جس نے اس کا جوتا لیا ہے، اگر اس جوتے کو اٹھالے تو جوتے کے مالک کو تلاش کرنا ضروری ہے *اور اگر اس کو تلاش کرنے میں نا امید ہوجائے تو اس کی طرف سے کسی فقیر کو صدقہ دیدے(لیکن بہتر ہے اسے نہ اٹھائے)[1]

---

(۱)توضیح المسائل، م ۲۵۸۱

*مل جانے والے مال کا حکم رکھتا ہے۔

درس: ٤١ کا خلاصہ

۱۔عاریت پر لینے والی چیز کا تحفظ کرنا چاہیئے

۲۔ اگر عاریت پر لئے گئے مال کی رکھوالی میں لینے والا کوتاہی کرے اور مال کو نقصان پہنچے یا ضائع ہوجائے تو وہ ضامن ہے۔

۳۔ مستحب صدقہ سید پر بھی حلال ہے، اگرچہ غیر سید کی زکات سید پر حرام ہے۔

٤۔ صدقہ کو پوشیدہ دینا بہتر ہے، مگر یہ کہ دوسروں کی حوصلہ افزائی کرنا مقصود ہو۔

٥۔ بھیک مانگنا اور بھکاری کو جواب دینا، دونوں چیزیں مکروہ ہیں

٦۔کسی پائی گئی چیز کو اٹھانا مکروہ ہے۔

۷۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو پانے کے بعد اٹھالے تو اسے مالک تک پہنچانا چاہیئے۔

۸۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو پانے کے بعد اٹھالے اور اس کی قیمت ایک درہم سے کم ہو تو اسے اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔

۹۔ اگر پائی گئی چیز کی قیمت ایک درہم سے زیادہ ہو اور کوئی ایسی علامت موجود ہو کہ اس کے مطابق مالک مل سکتا ہے تو ایک سال تک اس کا اعلان کرے۔

۱۰۔ اگر جانتا ہو کہ اعلان کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے یا مالک کو تلاش کرنے سے ناامید ہو، تو اس صورت میں اعلان کرنا لازم نہیں ہے۔

۱۱۔ اگر نابالغ بچہ کسی چیز کو پائے تو اس کے سرپرست کو اس کا اعلان کرنا چاہیئے۔

۱۲۔ اگر کسی کا جوتا کسی نے لے لیا ہو اور وہ جان لے کہ اس کی جگہ پر چھوڑا گیا جوتا اُسی کا ہے جس نے اس کا جوتا لے لیا ہے، تو اس جوتے کو اپنے جوتے کی جگہ پر استعمال کر سکتا ہے۔

سوالات:

۱۔عاریہ کی وضاحت کریں اور بتائیں کے امانت اور عاریہ میں کیا فرق ہے؟

۲۔ اگر عاریہ پر لی ہوئی چیز میں نقصان ہو جائے چاہے عاریہ لینے والے نے اس کی حفاظت میں کوتاہی بھی نہ کی ہو تو کس صورت میں عاریہ لینے والا ضامن ہے؟

۳۔ صدقہ واپس لینے کا کیا حکم ہے؟

٤۔ زلزلہ سے متاثر غیر مسلم کو صدقہ دینے کا کیا حکم ہے؟

٥۔ اگر مدرسہ میںکوئی کتاب پڑی مل جائے تو وظیفہ کیا ہے؟

سبق نمبر ۴۲

کھانا اور پینا

خداوندکریم نے انسان کے اختیار میں حسین فطرت، تمام حیوانات، میوے اور مختلف سبزیاں وغیرہ قرار دی ہیں تاکہ وہ ان سے کھانے، پینے، پوشاک، رہائش اور اپنی دیگر تمام ضروریات میں استفادہ کرے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی خداوند متعال نے انسان کے جان کے تحفظ، جسم وروح کی سلامتی، نسل کی بقا اور دیگر لوگوں کے حقوق کے احترام کے لئے قوانین وضوابط مقرر فرمائے ہیں کہ اس سبق میں کھانے پینے سے متعلق حسب ذیل چند کی وضاحت کرتے ہیں:

کھانے کی چیزوں کی اقسام:

۱۔ نباتات:

میوے

سبزیاں

۲۔ حیوانات

چوپائے

پرندے

سمندری

پالتو

جنگلی

خوراک کے احکام[۱]

نباتاتی غذائیں:

تمام میوے اور سبزیاں حلال ہیں، مگر یہ کہ ان میں سے کوئی چیز بدن کے لئے مضر ہو۔

حیوانی غذائیں:

چوپائے:

پالتو:

۱۔ حلال گوشت:

بھیڑ کی تمام قسمیں

گائے **

اونٹ

۲۔ مکروہ:

گھوڑا

خچر

گدھا

۳۔ حرام گوشت :

کُتّا

بلّی

باقی حیوانات

جنگلی:

ا۔ حلال گوشت:

ہرن

گائے

جنگلی بکری

جنگلی گدھا

۲۔ حرام گوشت:

تمام درندے حیوانات جیسے: بھیڑیئے اور شیر حرام ہیں۔[۱]

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص، ۱۵٦، م ۵

*بکری بھی ایک قسم کی بھیڑ شمار ہوتی ہے.

** بھینس بھی ایک قسم کی گائے ہے اور حلال گوشت ہے.

چند مسائل:

۱۔ تمام درندے حیوانات، حرام گوشت ہیں، اگرچہ قدرت و درندگی کے لحاظ سے لومڑی کی طرح کمزور ہوں۔

۲۔ خرگوش کا گوشت کھانا حرام ہے۔

۳۔ تمام قسم کے کیڑے حرام ہیں۔[۱]

پرندے:

* درج ذیل پرندے حلال گوشت ہیں:

* کبوتروں کی تمام قسمیں (فاختہ بھی کبوتر کی ایک قسم ہے)

* چڑیوں کی تمام قسمیں (بلبل بھی ایک قسم کی چڑیا ہے)

* مرغی اور مرغا

* درج ذیل پرندے حرام گوشت ہیں:

* چمگادڑ

* مور

* کوا (زاغ بھی ایک قسم کا کوا ہے)

* عقاب جیسے چنگل رکھنے والے تمام پرندے۔[۲]

چند مسائل:

۱۔ ہدہد* اور ابابیل کا گوشت کھانا مکروہ ہے[۳]

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۱۵۷، م ٦

(۲) تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص ۱٥٦، م ٦

(۳) توضیح المسائل، م ۲٦۲٤

*(گلپائیگانی) احتیاط واجب ہے کہ ہدہد کا گوشت کھانے سے اجتناب کیا جائے (مسئلہ ۲٦۳۳)

۲۔ حلال گوشت پرندوں کے انڈے حلال اور حرام گوشت پرندوں کے انڈے حرام ہیں۔[۱]

۳۔ ٹڈی حلال گوشتپرندوں میں سے ہے۔[۲]

سمندری جانور

۱۔ سمندری جانوروں میں صرف فلسدار(چھلکے والی) مچھلی اور بعض پرندے حلال گوشت ہیں۔

۲۔ جھینگا، جو در اصل ایک سمندری ٹڈی ہے اور پرندوں میں شمار ہوتا ہے، حلال گوشت ہے.[۳]

چند مسائل:

۱۔ مٹی کھانا حرام ہے[٤]

۲۔ بیماری سے شفاپانے کے لئے تھوڑی سی خاک شفاکھانا مشکل نہیں ہے۔[٥]

۳۔ نجس چیز کا کھانا اور پینا حرام۔[٦]

٤۔ جو چیز انسان کے لئے مضر ہو اس کا کھانا حرام ہے،*مثلاً ایک بیمار کے لئے اگر چربی دار غذا کھانا مضر ہو تو اس کے لئے اس کا کھانا حرام ہے۔[۷]

٥۔ چوپائے حیوانات کے خصیے کھانا حرام ہے۔[۸]

٦۔ شراب اور ہر مست کرنے والی سیّال چیز کا پینا حرام ہے۔[۹]

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج ۲، ص ۱۵۸، م ۱۲ (۲) توضیح المسائل، م ۲٦۲۲ (۳) تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۱۵۵، م ۱

(٤) تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۱٦٤، م۷ (٥) توضیح المسائل، م۲۱۲۸ (٦)توضیح المسائل، م ۱٤۱

(۷)توضیح المسائل، م ۲٦۳۰ (۸)توضیح المسائل، م۲٦۲٦ (۹)توضیح المسائل، م ۱۱۱ و ۲٦۳۲

* (خوئی) ایک ایسی چیز کا کھانا جو موت کا سبب ہو یا کلی طور پر انسان کے لئے مضر ہو حرام ہے.(مسئلہ ۲٦۳۹)

بھوک یا پیاس سے جان بہ لب مسلمان کو کھانا اور پانی دے کر موت سے نجات دلانا ہر مسلمان پر واجب ہے [1]

کھانا کھانے کے آداب

مستحبات :

١۔کھانا کھانے سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھ دھونا ۔

٢۔کھانا کھانے کی ابتداء میں "بسم اللہ "اور آخر پر "الحمد للہ "کہنا ۔

٣۔دائیں ہاتھ سے کھانا ۔

٤۔چھوٹے چھوٹے لقمے اٹھانا۔

٥۔ کھانے کو اچھی طرح چبانا ۔

٦۔پھلوں کو کھانے سے پہلے دھونا۔

٧۔ اگر چند لوگ دستر خوان پر بیٹھے ہوں تو ہر ایک اپنے سامنے سے غذا اٹھا کے کھائے۔

٨۔ میزبان سب سے پہلے کھانا کھانا شروع کرے اور سب سے آخر میں کھانے سے ہاتھ کھینچے۔[2]

مکروہات:

١۔ سیر ہونے کے باوجود کھانا کھانا۔

٢۔ پیٹ بھر کے کھانا (زیادہ کھانا)

٣۔ کھانا کھاتے وقت دوسروں کے چہرے پر نگاہ ڈالنا۔

---

(١)توضیح المسائل،م ٢٦٣٥

(٢)توضیح المسائل،م ٢٦٣٦

٤۔ گرم کھانا کھانا۔

٥۔ کھانا کھاتے وقت اس پر پھونک مارنا۔

٦۔ روٹی کو چاقو سے ٹکڑے کرنا۔

٧۔کھانا کھانے کے برتن کے نیچے روٹی رکھنا۔

٨۔پھل کو پوری طرح کھانے سے پہلے پھینک دینا۔[١]

پانی پینے کے آداب

مستحبات:

١۔ دن کو کھڑے ہو کر پانی پینا۔

٢۔پانی پینے کی ابتداء میں" بسم اللہ"اور آخر پر" الحمد اللہ "کہنا۔

٣۔پانی کو تین بار رک رک کے پینا۔

٤۔ پانی پینے کے بعد امام حسین علیہ السلام اور آپ کے خاندان و اصحاب پر درود بھیجنا اور آپ کے قاتلو پر لعنت کرنا۔[٢]

مکروہات:

١۔ زیادہ پینا۔

٢۔ چربی دار غذا کے بعد پانی پینا۔

٣۔ بائیں ہاتھ سے پانی پینا۔

٤۔ رات کو کھڑے ہو کر پانی پینا۔

---

(١)توضیح المسائل،م ٢٦٣٧

(٢)توضیح المسائل،م٢٦٣٨

(٢)توضیح المسائل،م٢٦٣٩

درس: ٤٢ کا خلاصہ

١۔ پالتوں حیوانوں میں بھیڑ، گائے اور اونٹ کا گوشت حلال ہے اور گھوڑے، خچر اور گدھے کا گوشت مکروہ ہے اور کتے، بلی اور دیگر تمام حرام گوشت حیوانوں کا گوشت حرام ہے۔

٢۔ جنگلی حیوانوں میں ہرن، گائے، کوہستانی بکری اور جنگلی گدھے کا گوشت حلال ہے۔

٣۔ بھیڑیئے اور شیر جیسے تمام درندے حرام گوشت ہیں۔

٤۔ خرگوش کا گوشت کھانا حرام ہے۔

٥۔ ہر قسم کے کیڑے حرام ہیں۔

٦۔ پرندوں میں کبوتر، چڑیوں کی تمام قسمیں اور مرغی و مرغ حلال گوشت ہیں۔

٧۔ چمگادڑ، مور، کوے اور چنگل دار پرندے حرام گوشت ہیں۔

٨۔ سمندری جانوروں میں صرف فلس دار مچھلی اور چند آبی پرندے حلال گوشت ہیں۔

٩۔ جھینگا حلال گوشت ہے۔

١٠۔ مٹی کھانا حرام ہے۔

١١۔ نجس غذا کھانا حرام ہے۔

١٢۔ جو چیز انسان کے لئے مضر ہو اس کا کھانا حرام ہے۔

١٣۔ بھوک یا پیاس کی وجہ سے جاں بلب مسلمان کو کھانا اور پانی دے کر موت سے نجات دلانا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

١٤۔ کھانے اور پینے کے کچھ آداب ہیں ان کی رعایت کرنا بدن کی تندرستی اور اُخروی ثواب کا سبب بنتا ہے۔

سوالات :

۱۔ پالتوچار پائو میں کون سے حیوانات حرام گوشت ہیں؟

۲۔ خرگوش کا گوشت کھانا کیسا ہے؟

۳۔ درج ذیل حیوانات حلال گوشت ہیں یا حرام گوشت؟

کوا، گدھا، سانپ، چیونٹی، گائے، بلی، چوہا، بھینس۔

٤۔ کبوتر، کوے اور چڑیا کے انڈے اور بھیڑ کے خصیوں کا کیا حکم ہے؟

٥۔ سیگریٹ پینے کا کیا حکم ہے؟

٦۔ کھانا کھانے کے مستحبات اور مکروہات کے پانچ مورد بیان کیجئے؟

سبق نمبر٤٣

نظر اور ازدواج کرن

نظر:

خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت بینائی ہے، انسان کو چاہیئے کہ اس عظیم نعمت سے اپنے اور اپنے ہم جنسوں کی ترقی وکمال کی راہ میں استفادہ کرے اور نامحرموں پر نظر ڈالنے سے پرہیز کرے۔ نظام قدرت اور اس کی خوبصورتی کو دیکھنے میں اگر دوسروں کی حق تلفی نہ ہوتو کوئی حرج نہیں ہے ۔ لیکن دوسروں پر نظر ڈالنے اور اپنے آپ کو نامحرموں کی نگاہ سے بچانے کے سلسلے میں کچھ خاص احکام ہیں کہ ان میں بعض کے بارے میں ہم اس سبق میں ذکر کریں گے۔

محرم ونامحرم:

محرم وہ ہے جس کے ساتھ ازدواج کرنا حرام ہے اور دوسروں پر نظر ڈالنے میں جوپابندیا ہیں وہ محرم کے بارے میں نہیں ہیں:

وہ افراد جو لڑکوں اور مردوں کے لئے محرم ہیں:

١ ۔ ماں، دادی اورنانی۔

٢۔بیٹی اور اولادکی بیٹی۔

٣۔ بہن ۔

٤۔ بہن کی بیٹی۔

٥۔بھائی کی بیٹی۔

٦۔ پھوپھی(اپنی پھوپھی اورماں اورباپ کی پھوپھیاں)

۷۔ خالہ (اپنی خالہ اور ماں اور باپ کی خالہ)۔[۱]

مذکورہ افراد نسبی قرابت کی وجہ سے آپس میںمحرم ہیں اور ایک اور گروہ ازدواج کی وجہ سے لڑکوں اور مردوںپر محرم ہوتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ ساس اور اس کی ماں۔

۲۔بیوی کی بیٹی، اگرچہ دوسرے شوہر سے ہو۔

۳۔ باپ کی بیوی (سوتیلی ماں)

٤۔ بہو(بیٹے کی بیوی)[۲]

مذکورہ عورتوں کے علاوہ تمام عورتیں نامحرم ہیں، حتی بھائی کی بیوی اور بیوی کی بہن بھی نامحرم ہیں، اگرچہ بیوی کی بہن کے ساتھ اس وقت تک ازدواج کرنا حرام ہے جب تک اس کی بہن عقد میں ہو، یعنی دو بہنوں کے ساتھ دونوں کی زندگی میں ازدواج کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر پہلی بہن مرجائے یا اسے طلاق دیدی جائے تو دوسری بہن کے ساتھ ازدواج کرسکتا ہے۔[۳]

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج۲، ص ۲٦۳۔ ۲٦٤

(۲) تحریر الوسیلہ، ج۲، ص ۲۷۷، م۱

(۳) تحریر الوسیلہ، ج۲، ص ۲۸۰، م۱۵

دوسروں پر نظر ڈالنا:

۱۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے بدن کے تمام اعضاء کو دیکھ سکتے ہیں اگرچہ لذت کے لئے بھی ہو۔[۱]

۲۔ میاں بیوی کے علاوہ ہر انسان کا دوسرے انسان پر لذت کی غرض سے نگاہ کرنا حرام ہے، خواہ یہ ہم جنس ہوں مرد کا مرد پر نگاہ یا غیر ہم جنس، جیسے مرد کا عورت پر نگاہ کرنا، اور خواہ محرم ہوں یا نامحرم۔ بدن کے ہر عضو پر اس طرح کی نگاہ کرنا حرام ہے۔[۲]

۳۔ عورت کے بدن پر مرد کی نظر *اگر لذت کی غرض سے نہ ہو تو اس کے حسب ذیل کچھ خاص احکام ہیں:

مرد کا عورت پر نگاہ کرنا

۱۔ محرم

۱۔ شرم گاہ ۔۔۔ حرام

۲۔ شرم گاہ کے علاوہ ۔۔۔ جائز

۲۔ نامحرم:

۱۔ چہرہ اور ہاتھوں کو کلائی تک ۔۔ جائز**

۲۔ بدن کے دیگر اعضائ ۔۔ حرام۔[۳]

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج۲، ص ۲۴۳، م ۱۵۔۱۹

(۲) تحریر الوسیلہ، ج۲، ص ۲۴۳، م۱۵۔۱۹

(۳) تحریر الوسیلہ ج۲، ص ۲۴۳ م ۱۵ ۔ ۱۹ ۔۔ استفتائ۔ توضیح المسائل، م ۲۴۳۳

* جو احکام مردوں کے لئے بیان کئے جاتے ہیں ان میں لڑکے شامل ہیں اور جو احکام عورتوں کے لئے بیان کئے جاتے ہیں ان میں لڑکیاں بھی شامل ہیں۔

** (گلپائیگانی) چہرہ اور ہاتھو پر نگاہ کرنا حرام ہے، (خوئی) احتیاط واجب ہے کہ چہرہ اور ہاتھوں پر بھی نگاہ نہ کی جائے۔(م ۲۴۴۲)

ازدواج

جو بیوی کے نہ ہونے کی وجہ سے حرام کا مرتکب ہوجائے، مثلاً نامحرم پر نگاہ کرے،تو اس پر ازدواج کرنا واجب ہے۔[۱]

شائستہ شریک حیات :

انسان کے لئے سزاوار ہے کہ شریک حیات کے انتخاب میں اس کی صفات کا خیال رکھے اور صرف خوبصورتی اور مال پر اکتفانہ کرے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی نظر مبارک کے مطابق ایک شائستہ شریک حیات کی بعض خصوصیات حسب ذیل ہیں:

* محبت والی ہو۔

* پاک دامن اور پارسا ہو۔

* اپنے خاندان میں عزیز ہو۔

* اپنے شوہر کے تئیں متواضع ہو۔

* صرف اپنے شوہر کے لئے زینت اور سجاوٹ کرے۔

* اپنے شوہر کی اطاعت کرے۔[۲]

ناشائستہ شریک حیات:

پیغمبر اکرم ﷺ کی روایات میں ناشائستہ شریک حیات کی بعض صفات حسب ذیل بیان ہوئی ہیں:

* اپنے خاندان میں ذلیل ہو۔

---

(۱) توضیح المسائل،م ۲٤٤۳

(۲) تحریر الوسیلہ،ج ۲، ص ۲۳۷

* حاسد اور کینہ ور ہو۔

* بے تقویٰ ہو۔

* دوسروں کے لئے سجاوٹ کرے۔

*اپنے شوہر کی فرماں بردار نہ ہو۔[۱]

عقدازدواج:

۱۔ ازدواج میں ایک خاص صیغہ پڑھنا ضروری ہے اور صرف لڑکی اور لڑکے کی رضا مندی کافی نہیں ہے. اس لحاظ سے صیغۂ ازدواج پڑھے جانے تک صرف منگنی محرم ہونے کا سبب نہیں بن سکتا اور صیغۂ ازدواج پڑھنے تک نامحرم ہونے میں تمام عورتوں کے ساتھ کوئی فرق نہیں ہے۔[۲]

۲۔ اگر عقدازدواج میں ایک حرف اس طرح غلط پڑھا جائے کہ اس کا معنی بدل جائے تو عقد باطل ہے۔[۳]

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج۲، ص ۲۳۷.

(۲)توضیح المسائل،م ۲۶٦۳

(۳)توضیح المسائل، م ۲۳۷۱

سبق ٤٣ کا خلاصہ

۱۔ مندرجہ ذیل افراد رشتے کی وجہ سے مرد کے لئے محرم ہیں:

ماں، بیٹی، بہن، بہن کی بیٹی ، بھائی کی بیٹی، پھوپھی اور خالہ۔

۲۔ مندرجہ ذیل افراد ازدواج کی وجہ سے مرد پر محرم ہوتے ہیں:

بیوی، ساس، بیوی کی بیٹی، باپ کی بیوی، بہو۔

۳۔ بیوی کی بہن نامحرم ہے، اگرچہ جب تک اس کی بہن عقد میں ہے اس وقت تک اس کے ساتھ ازدواج کرنا جائز نہیں ہے ۔

٤۔ میاں بیوی کے علاوہ ہر انسان کا ایک دوسرے انسان کے بدن کے کسی بھی عضوپر لذت کی غرض سے نگاہ کرنا حرام ہے۔

٥۔ مرد، محرم عورتوں کی شرم گاہ کے علاوہ ان کے بدن کے کسی بھی عضوپر بدون قصد لذت نگاہ کر سکتا ہے۔

٦۔ مرد، نامحرم عورتوں کے چہرہ اور ہاتھوں پر بدون لذت نگاہ کر سکتا ہے۔

۷۔ نامحرم عورت کے تمام اعضاء پر نگاہ کرنا حرام ہے۔

۸۔ اگر انسان ازدواج نہ کرنے کے سبب گناہ کا مرتکب ہورہا ہو تو اس پر ازدواج کرنا واجب ہے۔

۹۔ ازدواج میں ایک خاص صیغہ پڑھنا ضروری ہے صرف دوطرفہ رضا مندی کافی نہیںہے۔

سوالات:

۱۔ ازدواج کے ذریعہ کون سے لوگ ایک دوسرے کے محرم ہوجاتے ہیں؟

۲۔ کون کون سی عورتیں مردوں کے لئے محرم ہیں؟

۳۔ پھوپھی اور خالہ کے بال دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

٤۔ چچی، ممانی کے بدن پر نگاہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

٥۔ کیا ازدواج کرنا واجب؟

سبق نمبر٤٤

مسجد، قرآن مجید اور سلام کرنے کے احکام

مسجد کے احکام:

مسجد کے سلسلے میں،درج ذیل امور حرام ہیں:

* مسجد کو سونے سے سجانا۔*

* مسجد کو بیچنا، اگرچہ خراب ہی کیوں نہ ہو۔

* مسجد کو نجس کرنا اور اگر مسجد نجس ہوجائے اسے فوراً پاک کرنا چاہیئے۔

* مسجد سے مٹی اور ریت اٹھالے جانا، مگر یہ کہ اضافی ہو۔

*مسجد کے سلسلے میں درج ذیل امور مستحب ہیں:

*سب سے پہلے مسجد جانا اور آخر میں مسجد سے باہر آنا۔

*مسجد کے چراغ روشن کرنا۔

*مسجد کی صفائی کرنا۔

---

*۔(گلپائیگانی) احتیاط واجب ہے کہ سجاوٹ نہ کرے (خوئی) احتیاط مستحب ہے(حاشیہ عروۃ الوثقی)

* مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دائیں پائوں کو مسجد میں رکھنا۔

* مسجد سے باہر آتے وقت پہلے، بائیں پائوں کو مسجد سے باہر رکھنا۔

* تحیت مسجد کی دو رکعت مستحبی نماز پڑھنا۔

* خوشبو لگانا اور مسجد میں جاتے وقت بہترین لباس پہننا۔

(*) مسجد کے سلسلے میں درج ذیل امور مکروہ ہیں:

* مینار کو چھت سے بلند تر بنانا۔

* نماز پڑھے بغیر مسجد کو محل عبور قرار دینا۔

* لعاب دہن اور ناک چھڑکنا۔

* اضطرار کے بغیر مسجد میں سونا.

* اذان کے علاوہ کسی اور وجہ سے مسجد میں آواز یا فریاد بلند کرنا۔

* مسجد میں خرید وفروخت کرنا۔

* دنیوی امور پر باتیں کرنا۔

* لہسن یا پیاز کھاکر مسجد میں جانا کہ اس کی دہن کی بد بو لوگوں کی اذیت کا باعث ہو۔[۱]

قرآن مجید کے احکام

۱۔ قرآن مجید ہمیشہ پاک وصاف ہونا چاہئے۔ قرآن مجید کے اوراق اور اسکی تحریر کو نجس کرنا حرام ہے اور اگر نجس ہوجائے تو اسے فوراً پانی سے دھولینا چاہئے۔[۲]

---

(۱) العروۃ الوثقیٰ، ج ۱، ص ٤٥٥ و٤٥٦

(۲) توضیح المسائل، م ۱۳۵

۲۔ اگر قرآن مجید کی جلد کا نجس ہونا قرآن کی بے احترامی کا سبب بنے تو اسے پانی سے دھونا چاہئے۔[۱]

قرآن مجید کی تحریر کو چھونا:

۱۔ بے وضو انسان کے بدن کے کسی حصے کو قرآن مجید کی تحریر سے مس کرنا حرام ہے۔[۲]

۲۔ درج ذیل موارد میں وضو کے بغیر قرآن مجید کی تحریر کو مس کرنا حرام ہے:

* قرآن مجید کی تحریر میں آیات وکلمات بلکہ حروف حتیٰ ان کی حرکات میں کوئی فرق نہیں ہے، یعنی یہ سب تحریر میں شمار ہوتے ہیں.

* جس چیز پر قرآن مجید لکھا گیا ہو، جیسے کاغذ، زمین، دیوار، کپڑا وغیرہ، میں کوئی فرق نہیں ہے۔

* قرآن مجید کی تحریر میں فرق نہیں ہے کہ یہ قلم سے یا چھپائی، چاك یا کسی اور چیز سے لکھی گئی ہو۔[۳]

* قرآن مجید کی تحریر اگر قرآن مجید کے علاوہ کسی اور جگہ پر بھی لکھی گئی ہو، اس کو وضو کے بغیر چھونا حرام ہے، بلکہ اس کا ایک کلمہ کسی کاغذ پر ہو یا نصف کلمہ قرآن مجید کے ورق یا کسی کتاب سے جدا ہوا ہو، پھر بھی وضو کے بغیر اسے چھونا حرام ہے.

۳۔ درج ذیل صورت میں چھونا، قرآن مجید کو چھونے میں شمار نہیں ہوتا ہے:

* شیشہ یا پلاسٹك کے اوپر سے چھونا۔

*قرآن مجید کے اوراق، جلد اور تحریر کے اطراف کو چھونا۔(اگرچہ مکروہ ہے)

* قرآن مجید کے ترجمہ کو چھونا جس زبان میں بھی ہو، لیکن خدا کے نام کو جس زبان میں بھی

---

(۱) توضیح المسائل، م ۱۳۶

(۲) توضیح المسائل، م ۳۱۷

(۳) العروۃ الوثقی ج ۱، ص ۱۹۰۔ ۱۹۱

ہو، حرام ہے، جیسے "خدا" ۔[۱]

٤۔ وہ کلمات جو قرآن اور غیر قرآن میں مشترک ہیں، جیسے "مؤمن""الذین"کو اگر لکھنے والے نے قرآن کے قصد سے لکھا ہو تو بغیر وضو چھونا حرام ہے۔[۲]

٥۔ جنابت کی حالت میں قرآن کی تحریر کو چھونا حرام ہے۔

٦۔ جنابت کی حالت میںقرآن مجید کے اُن سوروں کو نہیں پڑھنا چاہیئے جن میں سجدے کی آیات ہیں(اس مسئلہ کی تفصیل سبق ۱۰ میں بیان ہوئی ہے)[۳]

٧۔ انسان مجنب کے لئے قرآن مجید کے سلسلے میں درج ذیل کام مکروہ ہیں:

*ان سوروں میں سے سات آیات سے زیادہ تلاوت کرنا جن میں آیہ سجدہ نہ ہو۔

*اپنے بدن کے کسی حصہ سے قرآن مجید کے جلد، حاشیہ اور خطوط کے درمیانی جگہوں کو چھونا۔

قرآن مجید کو اپنے ساتھ رکھنا۔

٨۔ قرآن مجید کو اپنے ساتھ رکھنے، پڑھنے، لکھنے اور اس کے حاشیہ کو لمس کرنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔[٤]

سلام کرنے کے احکام

۱۔ دوسروں کو سلام کرنا مستحب ہے، لیکن اس کا جواب دینا واجب ہے۔[٥]

۲۔ حالت نماز میں کسی کو سلام کرنا مکروہ ہے۔[٦]

---

(۱) العروۃ الوثقی ج ۱، ص ۱۸۹۔ ۱۹۰

(۲) العروۃ الوثقی ج ۱، ص ۱۹۰

(۳)توضیح المسائل،م ۳۵۵.

(٤)توضیح المسائل،م ۳۲۲.

(٥)العروۃ الوثقی، ج۱، ص۷۱۵،م۳۰

(٦) العروۃ الوثقی،ج۱، ص۷۱۵،م۲۹

۳۔ اگر کوئی نماز گزار کو سلام کرے، تو اسے جواب دینا چاہئے، لیکن جواب میں "سلام" کو مقدم قرار دینا چاہئے، مثلا کہے: سلام علیک یا سلام علیکم۔[۱]*

٤۔ نماز کی حالت میں کسی کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔[۲]

٥۔ سلام کا جواب فوراً دینا چاہئے، اگر اس میں تأخیر کرے تو گناہ کا مرتکب ہوجائے گا۔[۳]

٦۔ اگر دو آدمی ایک ساتھ ایک دوسرے کو سلام کریںتو ہر ایک پر واجب ہے جواب سلام دیدے۔ [٤]

۷۔ کافر کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ اگر اس نے مسلمان کو سلام کیا تو احتیاط واجب ہے کہ اس کے جواب میں کہے "علیک" یا صرف کہے:" سلام "7[٥]

سلام کے آداب:

١۔ مستحب ہے:

*سوار پیادہ کو سلام کرے۔

*کھڑا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔

*چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے۔

---

(۱) العروۃ الوثقی، ج ۱، ص ۷۱۱، م ۱۷

(۲) العروۃ الوثقی، ج ۱، ص ۷۱۵، م ۱۵

(۳) العروۃ الوثقی، ج ۱، ص ۵۵۷، م ۲۵

(٤) العروۃ الوثقی، ج ۱، ص ۷۱٦، م ۳٦.

(٥) العروۃ الوثقی، ج ۱، ص ۵۱٦، م ۳۳

*(تمام مراجع) جس طرح سلام کرے اسی طرح جواب دیا جائے یعنی اگر کہے:" سلام علیک" تو وہ بھی جواب میں کہے "سلام علیک" (حاشیہ عروۃ الوثقی)

* چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔[1]

۲۔ مستحب ہے نماز کی حالت کے علاوہ سلام کا بہتر جواب دیا جائے لہٰذا اگر کوئی کہے: "سلام علیکم" مستحب ہے جواب میں کہا جائے: "سلام علیکم ورحمۃ اللہ"[2]

۳۔ مرد کا عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے خاص کر جوان عورت کو۔[3]

---

(۱) العروۃ الوثقی، ج ۱، ص ۷۱۶، م ۳۳

(۲) العروۃ الوثقی، ج ۲، ص ۸۰۴، م ۴۱

(۳) العروۃ الوثقی، ج ۱، ص ۷۱۷، م ۳۸

درس: ٤٤ کا خلاصہ

۱۔ مسجد کو بیچنا اور سونے سے اس کی سجاوٹ کرنا حرام ہے۔

۲۔ مسجد کو نجس کرنا حرام ہے اوراس کی تطہیر کرنا واجب ہے۔

۳۔ مسجد سے مٹی اور ریت لے جانا جائزنہیں ہے مگریہ کہ اضافی ہوں۔

٤۔ قرآن مجید کی لکھائی اوراوراق کو نجس کرناحرام ہے اور اسے پانی سے دھونا واجب ہے۔

٥۔بے وضوانسان کے لئے اپنے بدن کے کسی حصے کو قرآن مجید کی لکھائی سے مس کرناحرام ہے۔

٦۔ قرآن مجید کی لکھائی کے درج ذیل موارد میں کوئی فرق نہیں ہے:

* قرآن میں ہو یا غیر قرآن میں ۔

*پوری آیت ہویا ایک کلمہ حتی ایک حرف۔

* قلم سے لکھا گیا ہو یا کسی اور چیز سے۔

۷۔ شیشہ یالاستیک کے اوپر سے قرآن کو لمس کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۸۔ قرآن مجید کے ترجمہ کو بجز ترجمہ اللہ لمس کرنا حرج نہیں ہے۔

۹۔ دوسروں کو سلام کرنا مستحب ہے لیکن جواب دینا واجب ہے۔

۱۰۔ نماز گزار اور سلام: * نماز کی حالت میں کسی کو سلام نہیں کرنا چاہیئے۔

* اگر نماز گزار کو کوئی سلام کرے تو اس کا جواب واجب ہے لیکن جواب میں لفظ" سلام"کو مقدم قرار دینا چاہیئے۔

* نماز گزار کو نماز کی حالت میں سلام کرنا مکروہ ہے۔

۱۱۔اگر کسی نے سلام کیا تو فوراً اس کا جواب دینا چاہیئے۔

۱۲۔کافر کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

سوالات:

۱۔ گھر میں نماز پڑھنے کے لئے مسجد سے سجدہ گاہ اٹھالے جانے کا کیا حکم ہے؟

۲۔ مسجد کی صفائی کے سلسلے میں کون سے امور واجب، مستحب اور مکروہ ہیں؟

۳۔ مسجد میں سونا اور مسجد سے عبور کرنے کا کیا حکم ہے؟

٤۔قرآن مجید کی آیات کو بدن پر لکھنے(گودنے)کا کیا حکم ہے؟

٥۔قبر کے پتھر پر لکھی ہوئی قرآنی آیات وضو کے بغیر مس کرنے کا کیا حکم ہے؟

٦۔قرآن مجید کے سلسلے میں کون سے امور حرام ہیں؟

۷۔نماز کی حالت میں سلام کے جواب کا کیا حکم ہے؟

۸۔کیا آپ جانتے ہیکہ نماز کی حالت میںدوسروں کو کیوں سلام نہیں کرنا چاہئے لیکن دوسروں کے سلام کا جواب دینا چاہئے؟

سبق نمبر٤٥

غصب، قسم، جھوٹ، غیبت

غصب کی تعریف:*

غصب سے مراد یہ ہے کہ انسان، ناحق اور ظلم و ستم کے ذریعہ دوسروں کے اموال یا حقوق پر قابض ہو جائے.
غصب گناہان کبیرہ میں سے ہے اور اس کا مرتکب شخص قیامت کے دن سخت عذاب میں بتلا ہوگا۔

غصب کی قسمیں:

اموال:

شخصی:

جیسے دوسروں کا قلم یا کاپی اٹھالینا یا کسی کے گھر کے شیشے توڑنا۔

عمومی:

جیسے کسی مدرسہ کے اشیاء کو نابود کرنا، گلیوں کے بلب توڑنا یا خمس وزکات ادانہ کرنا۔

حقوق:

شخصی:

جیسے، مدرسہ میں دوسروں کی کرسی پر بیٹھنا یا مسجد میں ایسی جگہ پر نماز پڑھنا جسے کسی اور نے اپنے لئے معین کی ہو۔

عمومی:

مسجد، یا پل ، سڑک یا پگڈنڈی کے استعمال میں رکاوٹ پیدا کرنا۔[1]

---

(۱) تحریر الوسیلہ، ج۲، ص۱۷۳، م

* جو مسائل تحریر الوسیلہ اور استفتاآت سے لئے گئے ہیں حضرت امام خمینیکے فتوی کے مطابق ہیں۔

غصب کے احکام:

۱۔ غصب کی تمام قسمیں حرام ہیں اور گناہان کبیرہ میں شمار ہوتی ہیں۔[۱]

۲۔ اگر انسان نے کوئی چیز غصب کی ہو، تو علاوہ اس کے کہ اس نے فعل حرام انجام دیا ہے اسے وہ چیز مالک کو واپس کرنی چاہئے اور اگر وہ چیز نابود ہوگئی ہو تو اس کا بدلہ مالک کو دینا چاہئے۔[۲]

۳۔ اگر غصب کی گئی چیز کو خراب کردے تو اس کی مرمت کی قیمت کے ساتھ، اصل چیزمالک کو واپس کرنا چاہئے اور اگر مرمت کے بعد اس چیز کی قیمت گھٹ جائے تو قیمت کا تفاوت بھی ادا کرنا چاہئے۔[۳]

٤۔ اگر غصبی چیز میں ایسی تبدیلی کردی جائے کہ اس کی قیمت پہلے سے بڑھ جائے جیسے سائیکل کی تعمیر کی گئی ہو اگر مال کا مالک اسی صورت میں اسے واپس کرنے کو کہے تو اسے اسی صورت میں واپس کرنا چاہئے، اور وہ اس کی تعمیر کی اجرت کا تقاضا نہیں کرسکتا ہے اور یہ بھی حق نہیں رکھتا کہ اسے بدل کر مثل سابق بنادے۔[٤]

قسم کھانا

۱۔ اگر کوئی شخص خدا کے ناموں میں سے ایک جیسے"خدا" یا "اللہ" کی قسم کھائے کہ کسی کام کو انجام دے گا یا کسی کام کو ترک کرے گا، مثلاً قسم کھائے روزہ رکھے یا سگریٹ پینا ترک کردے گا، تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔[٥]

---

(۱) تحریر الوسیلہ ج۲ص ۱۷۳م،۱.

(۲) تحریر الوسیلہ ج۲ص ۱۷۳،م۳

(۳)توضیح المسائل،م ۲۵۵۳

(٤)توضیح المسائل،م ۲۵۵٤

(٥)توضیح المسائل،م۲٦۷۰و۲٦۷۱

۲۔ اگر کوئی کھائی گئی قسم پر عمداً عمل نہ کرے، اس کے لئے کفارہ دینا چاہئے اور اس کا کفارہ درج ذیل چیزوں میں سے ایک ہے:

* ایک غلام کو آزاد کرنا۔

* دس فقیروں کو پیٹ بھر کے کھانا کھلانا۔

* دس فقیروں کو لباس پہنانا۔

اگر ان میں سے کوئی بھی چیز انجام نہ دے سکے تو تین دن روزہ رکھے۔[۱]*

۳۔ قسم کھانے والے کی بات اگر صحیح ہو تو، قسم کھانا مکروہ ہے اور اگر جھوٹ ہو تو حرام ہے اور گناہان کبیرہ میں سے ہے۔[۲]

جھوٹ بولنا

۱۔ جھوٹ بولنا حرام اور گناہان کبیرہ میں سے ہے۔[۳]

۲۔ اگر کوئی مسئلہ انتہائی اہم ہو، جیسے کسی کا قتل ہونا یا خاندان کے نظام کا درہم برہم ہونا تو اس صورت میں ان چیزوں کو روکنے کے لئے جھوٹ بولنے میں اشکال نہیں ہے۔[٤]

غیبت

غیبت کی تعریف:

اگر کسی شخص میں کوئی نامناسب صفت پائی جاتی ہو، یا کوئی برا کام انجام دیا ہو اور دوسرے لوگ اس

---

(۱) توضیح المسائل، م۲٦٧٠ و ۲٦٧۱

(۲) توضیح المسائل، م۲٦٧٥

(۳) استفتاآت، ج ۲، ص ٦۱٦، س ٤

(٤) استفتاآت ج ۲، ص ٦۱٦، س ۱

* گلپائیگانی: تین دن تک مسلسل روزے رکھنا چاہئے.

سے بے خبرہوں اور یہ شخص راضی نہ ہوکہ کوئی اس سے آگاہ ہوجائے، تو اس کو اس کی عدم موجودگی میں دوسروں کے سامنے بیان کرنا غیبت ہے۔ [۱]

غیبت کے احکام:

غیبت، کرنے اور سننے والے دونوں کے لئے حرام ہے۔ [۲]

۲۔ اگر کسی نے کسی شخص کی غیبت کی ہوتو اسے اپنے گناہوں کی توبہ کرناچاہیئے اور ضروری نہیںہے اسے کہے۔ [۳]

۳۔ اگر کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا لیکن اپنے گناہ کو آشکار نہیں کرتاہے تو اس کی غیبت کرنا جائز نہیں ہے، (اگرچہ اسے امر بالمعروف کرنا چاہیئے) [٤]

داڑھی منڈوانا

۱۔ بلیڈیا مشین سے داڑھی منڈوانا، احتیاط واجب کی بنا پر حرام ہے۔ [٥]

سوال: کیا ایک جوان جس کی عمر ۱۸ یا ۱۹ سال ہو داڑھی اُگنے یابہتر داڑھی اُگنے کے لئے دو تین بار داڑھی منڈوا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: احتیاط واجب کی بناپر داڑھی کو نہیں منڈوانا چاہیئے لیکن جب تک داڑھی نہ نکلنے، چہرہ پر بلیڈ چلانا ممنوع نہیں ہے۔ [٦]

---

(۱) استفاآت، ج ۲، ص ٦١٨ س ۹.

(۲) استفاآت، ج۲ ص ٦١٨، س ۹.

(۳) استفاآت، ج۲ ص ٦٢٠، س ١٥،١٦

(٤) استفاآت، ج۲ ص ٦٢٠، س ١٨

(٥) استفاآت، ج۲ ص ۳۰، س ۷۹

(٦) استفاآت، ج۲ ص ۳۰، س ۸۰

سبق ٤٥ کا خلاصہ

۱۔ غصب گناہان کبیرہ میں شمار ہوتا ہے اور اس کا مرتکب قیامت کے دن سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

۲۔ شخصی اور عمومی اموال وحقوق کو غصب کرنا حرام ہے۔

۳۔ جس نے کوئی چیز غصب کی ہو، اسے مالک کو واپس کرنا چاہیئے۔

٤۔ اگر غصب کی گئی چیز کو خراب کرے تو اس سے دوبارہ مرمت کرنے کی اجرت کے ساتھ مالک کو واپس کرنا چاہیئے۔

٥۔ اگر کوئی شخص کسی کام کو انجام دینے یا ترک کرنے کے لئے خدا کے ناموں میں سے کسی ایک نام کے ساتھ قسم کھائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

٦۔ اگر قسم کھانے والا اپنی قسم پر عمل نہ کرے، تو اسے ایک غلام آزاد کرنا یا دس فقیروں کو کھانا کھلانا یا ان کو لباس پہنانا چاہیئے اور اگر ان میں سے کسی ایک کو انجام دینے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو تین دن روزہ رکھے۔

۷۔ سچی قسم کھانا مکروہ ہے اور جھوٹی قسم کھانا حرام ہے۔

۸۔ جھوٹ بولنا حرام اور گناہان کبیرہ میں سے ہے۔

۹۔ غیبت کرنا کہنے اور سننے والے دونوں کے لئے گناہ ہے۔

۱۰۔ گناہگار اگر گناہ کو آشکار انجام نہ دیتا ہو تو اس کی غیبت کرنا جائز نہیںہے۔

۱۱۔ احتیاط واجب کی بنا پر داڑھی منڈوانا حرام ہے۔

سوالات:

۱۔ غصب کی وضاحت کرکے حقوق کے غصب کی دو مثالیں بیان کیجئے۔

۲۔جزئی کام کے لئے کسی کی کوئی چیز اٹھانے، جیسے کسی کا قلم ایک ٹیلفون نمبر لکھنے کے لئے اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

۳۔ چاک اور مدرسہ کے تختہ سیاہ کو خطاطی کی مشق کے لئے استعمال کرنا غصب کی کونسی قسم ہے؟

٤۔ غیبت کی تعریف کیجئے۔

٥۔ کیا کسی کے امتحانات کے نمبر کسی اور کو بتانا غیبت شمار ہوتا ہے؟

٦۔غیبت کرنے والے کی ذمہ داری کیا ہے؟

۷۔ کیا ایک جوان کے چہرے پر تھوڑی سی داڑھی نکلی ہوتو شرم کی وجہ سے اسے منڈوا سکتا ہے یا نہیں ؟

تمت بالخیر

فہرست